مریض و معالج کے اسلامی احکام

چوتھا ایڈیشن

تالیف

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات اسلام

اسٹاکسٹ: مکتبہ ندوہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی فون:2638917

ناشر

فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام

1-کے 3-ناظم آباد نمبر 1 کراچی نمبر 74600

فہرست مضامین

تقدیم	9
پیش لفظ	11
عرض چہارم	12
عرض پنجم	13
باب:1 صحت اور حفظان صحت	14
صحت کی اہمیت	14
حفظان صحت کی تدابیر	15
1-غذا میں تنوع	15
2- کسر و تعدیل کی رعایت	22
3- کھانا کھانے کے مفید صحت آداب	23
4-جسمانی صفائی	26
5-ماحولیاتی صفائی	28
6-دیگر تدابیر	29
7-متعدی امراض سے بچاؤ کی تدابیر	32
8-خطرناک امراض سے بچاؤ کی مسنون دعائیں	33
باب:2 علاج معالجہ	34
تکلیف و ضرر کو دور کرنے والے اسباب کی تین قسمیں	34
علاج کی شرعی حیثیت	35

	علاج بذریعہ عمل جراحت	39
	علاج بذریعہ دوا	41
	مجبوری میں حرام چیز کا بطور دوا استعمال	43
	علاج بذریعہ دم اور دعا	47
	مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری	49
باب:3	بیماری میں پرہیز	50
باب:4	بیماری میں ابتلاء کی حکمت	52
باب:5	بیمار کی عیادت	57
باب:6	وضو کے مسائل	62
باب:7	وضو کو توڑنے والی اور نہ توڑنے والی اشیاء کا بیان	64
باب:8	طہارت میں معذور کا بیان	78
باب:9	فرض غسل کے اسباب	83
باب:10	تیمّم	88
باب:11	پلستر، جبیرہ اور پٹی پر مسح	91
باب:12	حیض، نفاس اور استحاضہ	94
باب:13	استنجے کا بیان	103
باب:14	بیمار کی نماز کا بیان	104
باب:15	امامت واقتداء کے چند مسائل	115
باب:16	مفسدات نماز	117
باب:17	مرنے والے کے احکام	119
	پیدائش سے پہلے یا فوراً بعد بچے کے مرنے پر احکام	120

باب:18 مرض موت میں مبتلا مریض کے تصرفات 123
باب:19 شہید کا بیان 128
باب:20 روزہ کے احکام 134
باب:21 فساد وعدم فساد صوم کا معیار 147
باب:22 اعتکاف کے مسائل 172
باب:23 حج کے احکام 174
باب:24 آب زمزم اور اس کی خصوصیات 192
باب:25 نکاح 198
باب:26 مہر کے مسائل 201
باب:27 رضاعت 202
باب:28 بیویوں کے درمیان برابری ومساوات 208
باب:29 بیوی کا مجامعت میں حق 209
باب:30 عنین (Impotent) کی زوجہ کا حکم 212
باب:31 طلاق 216
باب:32 مجنون یعنی دیوانہ کی زوجہ کا حکم 219
باب:33 ایڈز کے مرض کا تعارف 220
باب:34 عدت اور سوگ 222
باب:35 نسب کا ثابت ہونا 227
باب:36 لعان 233
باب:37 خرچہ کا بیان 235
باب:38 قصاص کے احکام 237

قتل کی پانچ قسمیں 237
وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں 241
اعضاء وجوارح میں وجوب قصاص 244
شجاج(Head Injuries) 250
باب:39 دیت 254
دیت یا ارش واجب ہونے کی صورتیں 256
اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت پر احکام 263
باب:40 حدود 265
زنا کی حد 265
چوری کی حد 269
رہزنی اور ڈکیتی پر حد 271
شراب پینے پر حد 273
باب:41 قصاص اور حد میں کاٹے گئے عضو کو یا ظلم وخطا سے کاٹے گئے
عضو کی پیوند کاری کے احکام 277
باب:42 مشت زنی (Masturbation) 280
باب:43 مصنوعی تخم ریزی (Artificial insemination)283
باب:44 ٹیسٹ ٹیوب بار آوری (Test tube fertilisation) 288
باب:45 ٹیسٹ ٹیوب تولید میں مستعار رحم(Borrowed womb) 290
باب:46 حمل کے دوران یا حمل کے استحکام سے قبل موروثی بیماری کی تشخیص 292
باب:47 حمل کے استحکام سے پہلے جنس معلوم کرنا اور لڑکے کی طلب
میں لڑکی کے علقہ کو ضائع کرنا 295

باب:48 ولادت سے پہلے بچے کی جنس معلوم ہونا 299

باب:49 انسانی کلوننگ 301

باب:50 ضبط ولادت 306

باب:51 انسانی روح کی حقیقت 312

باب:52 دماغی موت(Brain Death) 318

باب:53 قتل ترحم(Mercy Killing) 319

باب:54 پوسٹ مارٹم معائنہ 321

باب:55 تشریح الابدان کی تعلیم کے لئے نعش کی کانٹ چھانٹ 324

باب:56 طبیب ومعالج کی اجرت 326

باب:57 معالج پر تاوان 329

باب:58 دوا کے نمونہ جات(Samples)اور ہدایا کے احکام 335

باب:59 دوا کے بارے میں احکام 339

باب:60 جیلاٹن کیپسول 352

باب:61 تعدیہ امراض 354

باب:62 طاعون(Plague) 358

باب:63 تغییر لخلق اللہ اور کاسمیٹک سرجری 363

باب:64 انسانی اعضاء کی پیوندکاری 371

باب:65 انتقال خون 385

باب:66 DNA اور اس سے متعلقہ احکام 388

باب:67 سر کا گنجاپن چھپانے کے مروجہ طریقے 403

باب:68 نظر لگنے کا بیان 405

باب:69 چھینک آنے کے احکام 409
باب:70 ختنہ کے احکام 412
باب:71 مریض کے علاج اور تیمارداری میں پردے کا اہتمام 414
باب:72 سگریٹ نوشی و دیگر مضر اشیاء کے استعمال کا حکم 418
باب:73 وحی کی حقیقت، کیفیت اور اس کا بوجھ 419
باب:74 چند خاص تخلیقات 422
باب:75 مابعد الطبعی (Metaphysical) جراحی اور علاج 424
باب:76 سحر و جادو اور جنات کا اثر اور ان کا علاج 426

تقدیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد

برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی انحطاط کے بعد انگریزی استعماری نظام نے اسلامی معاشرتی، معاشی اور قانونی نظام میں بڑی تبدیلیاں کیں اور انگریزی قانون کو رائج کر دیا جس کے نتیجے میں ہر سطح پر بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں جنہیں اب تک مسلمانان پاکستان اپنے قانونی ڈھانچہ میں موجود پاتے ہیں اور اسے بری طرح اجنبی محسوس کرتے ہیں۔ ادارہ ہذا کی تمام تر کوشش اور کاوش ایسی ہی الجھنوں کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ ’’مریض اور معالج کے اسلامی احکام ‘‘میں ہمارے موجودہ معاشرتی اور قانونی نظام میں پوسٹ مارٹم، ٹیسٹ ٹیوب بے بی۔ اعضاء کی پیوند کاری، انتقال خون۔ منشیات۔ حجاب اور دیگر متعلقہ امور پر قرآن وسنت کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

جناب ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کی شخصیت علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہے اور بالخصوص اس موضوع پر مستند ہے ان کا فرمایا ہوا اس لئے کہ موصوف جامعہ مدنیہ میں مفتی ہیں اور داتا دربار ہسپتال میں ایک ماہر ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ اس کتاب میں طب جدید اور اسلامی قانون پر مشتمل ان کی آراء نہایت ہی مستند اور قابل استفادہ عام ہیں۔

ادارہ ہذا جناب ڈاکٹر صاحب کا بہت شکر گزار ہے کہ انہوں نے ہماری خواہش پر ایک ایسی مستند اور موضوع پر محیط دستاویز تیار کر دی ہے جو آگے چل کر اس سلسلہ میں تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے نشان راہ ثابت ہو گی۔

اس کتاب کی تکمیل میں میرے رفقاء جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب اور جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب، کمپوزر جناب حافظ احمد یار صاحب کی کاوشوں کو بڑا عمل دخل ہے۔ میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس کے پھیلے ہوئے مضامین کو دیکھ کر ادارے کی کوشش کو ضرور سراہیں گے۔
اگر کتاب میں کوئی علمی و ادبی غلطی آپ کو نظر آئے تو اس پر مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں درست کی جاسکے۔

حافظ غلام حسین
قائم مقام ڈائریکٹر ریسرچ سیل
20 نومبر 1994ء

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم

الحمدللہ ہمارے دین اسلام میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہدایت ورہنمائی موجود ہے اور خود قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں سے فقہاء نے ہمیں ایسے اصول مہیا کر دیئے ہیں کہ جن کی روشنی میں ہم کسی بھی دور میں پیش آنے والے جدید سے جدید تر مسائل کا حل معلوم کر سکتے ہیں۔

ہر دور کی ضرورت کے لئے جتنے اجتہاد کی ضرورت ہے الحمدللہ وہ موجود ہے اور اس کے اہل لوگ اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے اس دور کی دینی ضرورت کو پورا کراتے ہیں اور ہم پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو حل طلب ہو لیکن حل طلب ہی رہے حل نہ ہو سکے۔ البتہ اس پرفتن دور میں کچھ لوگ اگر یہ چاہتے ہوں کہ ضرورت سے زائد اجتہاد یا ازسرنو اجتہاد کی اجازت ہو اور ہر نااہل کو بھی اس کی اجازت ہو تو درحقیقت وہ ترقی معکوس کی تمنا کرتے ہیں۔ علم میں ترقی اس کا نام ہے کہ پہلے کے مسلمات کو برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھیں اور ضرورت کی مزید تحقیقات میں لگیں۔ ترقی اس کا نام نہیں کہ مسلمات کو منہدم کرنے لگ جائیں اور اپنے جہل مرکب کے باعث علم کو علم ہی نہ رہنے دیں جہالت وگمراہی کا مجموعہ بنا دیں۔ اس غلط روش کو ترک کرنا ضروری ہے۔

ہماری یہ کوشش پیش خدمت ہے اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ اس کو قبول فرمالیں اور اس کو دنیا میں نافع خلائق اور آخرت میں ہمارے لئے ذریعہ نجات بنا دیں۔ آمین۔

عبدالواحد

جامعہ مدنیہ لاہور

25۔ رجب 1411ھ

عرض چہارم

بسم اللہ حامدا و مصلیا۔ اس مرتبہ پوری کتاب کو از سر نو دیکھا اور اس میں بہت کچھ تبدیلیاں کیں جو یہ ہیں۔

1- قرآن وحدیث کے دلائل کے عربی متن اور ان کے ترجمے اور حوالے دیئے گئے ہیں

2- مضامین اور ابواب کی ترتیب بہتر بنائی گئی ہے۔

3- بہت سے مضامین اور ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مثلاً انسانی روح کی حقیقت، جیلاٹن کیپسول، حمل کے استحکام سے پہلے موروثی بیماریوں کی تشخیص اور جنس کی تعیین اور انسانی اعضاء کی پیوندکاری۔

4- جو نئے مسائل سامنے آئے ان کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

5- کتاب کی نئی کمپوزنگ کرائی گئی ہے۔

ناشر جناب فضل ربی صاحب ندوی اور کمپوزر جناب شاہد خاں صاحب کے علاوہ ہم مندرجہ ذیل ڈاکٹر صاحبان کے بھی شکرگزار ہیں جنہوں نے قیمتی دستاویزات سے ہماری مدد کی۔

1- ڈاکٹر نسیم اشرف صاحب (اسلام آباد کلینک سعودی پاک ٹاور اسلام آباد)

2- ڈاکٹر ظفر نیاز صاحب (سینئر رجسٹرار ایسٹ میڈیکل وارڈ میو ہسپتال لاہور)

آخر میں ہم جناب مولانا محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مولانا مرحوم دیال سنگھ لائبریری کے اسلامک ریسرچ سیل کے ڈائریکٹر تھے۔ ان کی شفقت اور حوصلہ افزائی نے اس کتاب کو اول شکل میں پیش کرنے کا حوصلہ دیا لیکن اس کتاب کے چھپنے سے پہلے ہی وہ وفات پا گئے۔ پچھلی اشاعتوں میں ان کا تذکرہ ہونے سے رہ گیا تھا جس کا اس مرتبہ بڑی شدت سے احساس ہوا۔ دعا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی مساعی جمیلہ پر بھرپور اجر سے نوازیں اور ان کے درجات کو بڑھاتے ہی رہیں۔

عبدالواحد

صفر 1426ھ

عرض پنجم

بسم اللہ حامدا و مصلیا

اس پانچویں ایڈیشن میں مندرجہ ذیل امور کا اضافہ کیا گیا ہے:

1- داغنے (Cauterization) کے ذریعے علاج۔

2- حجامہ (یعنی پچھنے لگانے) کے ذریعے علاج۔

3- ثبوت نسب کے شرعی اصول۔

4- DNA کا تعارف اور کسی مجرم کی شناخت میں اور کسی بچے کے نسب کے ثابت ہونے میں DNA کا دخل۔

5- طبیب و معالج پر تاوان۔

6- قصاص اور حد میں کاٹے گئے عضو کی یا ظلم و خطا سے کاٹے گئے عضو کی پیوندکاری کے احکام۔

7- ایڈز (AIDS) کا تعارف اور اس میں مبتلا شخص کی زوجہ کا حکم۔

8- معتدہ (جو عورت عدت میں ہو اس) کے چند اور احکام۔

9- روزے کے فدیہ کی کچھ مزید تفصیل۔

10- روزے کے کفارے کا بیان۔

11- وحی

12- چند خاص تخلیقات

13- مابعد الطبیعاتی عمل جراحی اور علاج

14- سحر و جادو اور جنات کا اثر

عبدالواحد

شعبان 1434ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب:1

صحت اور حفظان صحت

صحت کی اہمیت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں رہتے ہیں (وہ ہیں) صحت و فراغت۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مِحْصَنٍ الْأَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ أَصْبَحَ مُعَافًی فِیْ جَسَدِہٖ آمِنًا فِیْ سَرْبِہٖ عِنْدَہٗ قُوْتُ یَوْمِہٖ فَکَأَنَّمَا حِیْزَتْ لَہُ الدُّنْیَا (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے صبح کی اس حال میں کہ اس کو جسمانی عافیت اور اپنے بارے امن اور اس دن کی خوراک حاصل ہو تو گویا اس کے لئے پوری دنیا جمع کر دی گئی۔

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّـہٗ قَالَ أَوَّلُ مَا یُسْأَلُ عَنْہُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ النَّعِیْمِ أَنْ یُّقَالَ لَہٗ أَلَمْ نُصِحَّ لَکَ جِسْمَکَ وَ نُرْوِکَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے جن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا وہ یہ ہیں کہ کہا جائے گا کیا ہم نے تیرے جسم کو صحیح و تندرست نہ کیا تھا اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا تھا؟

قَالَ (النَّبِیُّ ﷺ) لِلْعَبَّاسِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَلِ اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ (احمد)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عباس اے رسول اللہ ﷺ کے چچا اللہ سے دنیاوآخرت میں عافیت کا سوال کیا کیجئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهٗ مَا أَسْأَلُ اللّٰهَ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَقَالَ سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَأَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ فِي الثَّالِثَةِ سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ (زاد المعاد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ پانچ نمازوں کے بعد میں اللہ سے کس چیز کا سوال کیا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے عافیت طلب کیا کرو۔ اس نے دوبارہ سوال کیا۔ (آپ ﷺ نے وہی جواب دیا) تیسری مرتبہ کے سوال میں آپ نے فرمایا دنیاوآخرت میں عافیت کی طلب اللہ سے کیا کرو۔

حفظان صحت کی تدابیر

1-غذا میں تنوع

گوشت کا استعمال

i- جنگلی گدھے کا گوشت

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهٗ رَأٰى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَعَقَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَيْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَأَخَذَهَا فَأَكَلَهَا (ترمذی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور اس کا شکار کیا (اور اس کی حلت کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا) تو آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کچھ حصہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس کی ایک ٹانگ ہے۔ آپ نے وہ لی اور کھائی۔

ii-خرگوش کا گوشت

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ بِوَرِكِهَا وَفَخِذَيْهَا فَقَبِلَهٗ۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے مرظہران میں ایک خرگوش کو اس کے بل میں سے نکلنے پر مجبور کیا اور پھر میں نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر میں اس کو ابوطلحہ کے پاس لے آیا جنہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی پیٹھ اور اس کی رانیں رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کے طور پر بھیجیں۔ آپ نے اس ہدیہ کو قبول کیا۔

iii- مرغی کا گوشت

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَا کُلُ لَحْمَ الدُّجَاجِ۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا۔

iv- مچھلی کا گوشت

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْتُ جَیْشَ الْخَبَطِ وَ أُمِّرَ عَلَیْھِمْ أَبُوْ عُبَیْدَۃَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِیْدًا فَأَلْقَی الْبَحْرُ حُوْتًا مَیِّتًا لَمْ نَرَمِثْلَہٗ یُقَالُ لَہُ الْعَنْبَرُ فَأَکَلْنَا مِنْہُ نِصْفَ شَھْرٍ فَأَخَذَ أَبُوْ عُبَیْدَۃَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِہٖ فَمَرَّ الرَّاکِبُ تَحْتَہٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَکَرْنَا لِلنَّبِیِّ فَقَالَ کُلُوْا رِزْقًا أَخْرَجَہُ اللّٰہُ إِلَیْکُمْ وَ أَطْعِمُوْنَا إِنْ کَانَ مَعَکُمْ قَالَ فَأَرْسَلْنَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْہُ فَأَکَلَہٗ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جیش خبط کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوا۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ ہمیں سخت بھوک لاحق ہوئی۔ سمندر کی موج کے ساتھ ایک عنبر نامی مچھلی آن کر گری کہ اس جیسی ہم نے پہلے نہ دیکھی تھی۔ پندرہ دن تک ہم نے اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی کو کھڑا کیا تو وہ (اتنی اونچی تھی کہ) سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ جب ہم واپس آئے تو نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ رزق تھا جو اللہ نے تمہیں دیا کھاؤ اور اگر تمہارے پاس موجود ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے کچھ آپ کو بھی بھیجا اور آپ ﷺ نے وہ کھایا۔

v- سرخاب کا گوشت

عَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ أَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَحْمَ حُبَارٰی۔ (ترمذی)

نبی ﷺ کے آزاد کئے ہوئے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔

vi- بکری کا گوشت

عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهٖ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ (بخاری)

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بکری کے شانے کا گوشت جو آپ کے ہاتھ میں تھا کاٹتے دیکھا۔ جب آپ کو نماز کی اطلاع کی گئی تو آپ نے بقیہ گوشت اور وہ چھری جس سے آپ کاٹ رہے تھے رکھ دی اور بغیر ہاتھ منہ دھوئے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أُتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَ كَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور آپ کو دستی کا گوشت پیش کیا گیا جو کہ آپ کو پسند تھا تو آپ نے دانتوں سے نوچ کر اس کو کھایا۔

vii- اونٹ کا گوشت

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ...... ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ بِيَدِهٖ ثَلَاثًا وَ سِتِّيْنَ وَ أَمَرَ عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ مَا يَقُوْلُ مَا بَقِيَ وَأَشْرَكَهٗ فِيْ هَدْيِهٖ ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِيْ قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَ شَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا۔ (ابو داؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمرۃ عقبہ کی رمی کے بعد رسول اللہ ﷺ قربان گاہ واپس آئے اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے اور بقیہ کے ذبح کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لیا جائے۔ یہ سب ٹکڑے ایک دیگ میں ڈال کر پکائے گئے۔ پھر دونوں نے قربانی کے ان اونٹوں کا گوشت کھایا اور شوربا بھی پیا۔

viii- گائے کا گوشت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قربانی کے دن ایک گائے ذبح کی۔

عَن عَائِشَةَ وَأُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقِیْلَ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰی بَرِیْرَةَ فَقِیْلَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ (مسلم)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ گوشت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ میں دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کے لئے صدقہ تھا لیکن (چونکہ اب بریرہ نے ہدیہ کے طور پر ہماری ملکیت میں دے دیا ہے تو یہ) ہمارے لئے ہدیہ ہے (صدقہ نہیں ہے)۔

تنبیہ: علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الطب النبوی میں یہ روایت نقل ہے **عَنْ صُهَیْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَیْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا شِفَاءٌ وَسِمْنُهَا دَوَاءٌ وَ لُحُوْمُهَا دَاءٌ** (یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گائے کے دودھ کے استعمال کو لازم بناؤ کیونکہ وہ شفا ہے اور اس کا گھی دوا ہے البتہ اس کا گوشت بیماری ہے۔) لیکن ایک تو اوپر کی صحیح حدیث اس کے معارض ہے دوسرے یہ روایت خود ضعیف ہے جس کی دو وجہیں ہیں (1) ابو نعیم نے اپنی کتاب الطب میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن اس کے الفاظ فقط یہ ہیں **فَإِنَّهَا شِفَاءٌ وَسِمْنُهَا دَاءٌ** (کیونکہ اس کا دودھ شفا ہے اور اس کا گھی بیماری ہے اور اس میں وَلُحُوْمُهَا دَاءٌ کے الفاظ نہیں ہیں (2) ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں اس کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے (**حاشیہ علی الطب النبوی للحافظ الذهبی رحمه الله ص 196)۔**

سبزیوں اور پھلوں کا استعمال

چقندر

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ رضی الله عنها قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ مَعَهٗ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ ...... فَجَعَلَتْ لَهُمْ سَلْقًا وَّشَعِیْرًا...... (ترمذی)

حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں نے ان کے لئے چقندر اور جو پکائے۔

گھیا کدو

عَنْ أَنَسٍ ﷺ أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ وَ مِرَقًا فِيهِ دُبَّاءُ وَ قَدِيدٌ۔ قَالَ أَنَسٌ ﷺ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ۔ (بخاری)

حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کی دعوت کی۔ میں بھی نبی ﷺ کے ساتھ گیا۔ انہوں نے جو کی روٹی اور شوربا جس میں گھیا (کدو) اور سکھایا ہوا گوشت تھا سامنے رکھا۔ میں نے نبی ﷺ کو پیالہ کے اطراف میں سے گھیا لیتے دیکھا۔ جب سے میں بھی گھئے کو پسند کرنے لگا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن جعفر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے دیکھا۔

خربوزہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخُرْبُزِ وَالرُّطَبِ (شمائل ترمذی)

حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو خربوزہ اور کھجورا کٹھے کھاتے ہوئے دیکھا۔

تربوز

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تربوز تازہ کھجوروں کے ساتھ کھاتے تھے۔

کشمش

عَنْ أَنَسٍ ﷺ وَغَيْرِهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَاذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ﷺ ...... ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهٗ زَبِيْبًا فَأَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کی...... پھر گھر میں داخل ہوئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں کشمش پیش کئے جو آپ نے تناول فرمائے۔

پکا ہوا پیاز اور لہسن

عَنْ أَبِیْ زِیَادٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامٌ فِيْهِ بَصَلٌ (ابو داؤد)

ابوزیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آخری کھانا جو رسول اللہ ﷺ نے کھایا اس میں (پکے ہوئے) پیاز تھے۔

عَنْ عَلِیٍّ ﷺ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ إِلَّا مَطْبُوْخًا (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کچا لہسن کھانے سے (کراہت تنزیہی کے درجہ میں) منع فرمایا۔ پکا کر کھانے کی اجازت دی۔

غلہ اور اناج

گندم

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ إِلَّا وَأَحَدُ هُمَا تَمْرٌ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آل محمد ﷺ دو دن سیر ہو کر گندم کی روٹی نہ کھاتے تھے مگر یہ کہ ان میں سے ایک دن (صرف) چھوارے ہوتے تھے۔

جو

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً فَقَالَ هٰذِهٖ إِدَامُ هٰذِهٖ وَأَكَلَ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے جو کی روٹی کا

ایک ٹکڑا لیا اور اس پر ایک چھوارہ رکھا اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور کھا لیا۔

شہد اور دیگر میٹھی اشیاء

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ۔ (ابن ماجه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میٹھی اشیاء اور شہد کو پسند کرتے تھے۔

روغنیات اور دیگر اشیاء

سرکہ

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَأَلَ أَھْلَهُ الْإِدَامَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهٖ فَجَعَلَ یَاکُلُ بِهٖ وَیَقُوْلُ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ۔(مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن کا پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ نے سرکہ منگوایا اور اس سے روٹی کھانے لگے اور فرمانے لگے سرکہ اچھا سالن ہے سرکہ اچھا سالن ہے۔

نمک

عَنِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَیِّدُ إِدَامِکُمُ الْمِلْحُ۔(ابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سالن کا سردار نمک ہے۔

گھی، مکھن، پنیر اور چھوارے

عَنِ ابْنَیْ بُسْرٍ قَالَا دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَکَانَ یُحِبُّ الزُّبْدَ وَ التَّمْرَ۔ (ابوداؤد)

بسر کے دو بیٹے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور چھوارے خدمت میں پیش کیے اور آپ کو مکھن اور چھوارے پسند تھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ أُتِیَ النَّبِیُّ بِجُبْنَةٍ فِیْ تَبُوْکَ فَدَعَا بِالسِّکِّیْنِ فَسَمّٰی وَ قَطَعَ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس تبوک میں پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔آپ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو کاٹا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ أَحَبُّ الطَّعَامِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الثَّرِيْدَ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدَ مِنَ الْحَيْسِ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا ثرید تھا روٹی کا اور حیس کا۔(حیس چھوارے، پنیر اور گھی کو ملا کر بنایا جاتا تھا)۔

زیتون کا تیل

عَنْ أَبِیْ أَسِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُوا الزَّيْتَ وَ ادَّهِنُوْا بِهٖ فَإِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ (ترمذی)

حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (روٹی کے ساتھ) زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کو سر اور جسم پر بھی لگاؤ کیونکہ وہ مبارک درخت کا ہوتا ہے۔

2- کسر و تعدیل کی رعایت

جب کھانے کی کسی شے کی کیفیت کسر و تعدیل کی محتاج ہوتی تو اگر ممکن ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ایسی شے کو ملا لیتے جس سے کیفیت میں اعتدال پیدا ہو جاتا اور اگر کوئی دوسری شے مہیا نہ ہوتی تو بغیر اسراف کے اتنی مقدار میں اس شے کو تناول فرماتے جو ضرر رساں نہ ہو۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّـهٗ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ يَقُوْلُ يَدْفَعُ حَرُّ هٰذَا بَرْدَ هٰذَا۔ (ترمذی)

نبی کریم ﷺ خربوزہ کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے اور فرماتے تھے اس کی حرارت اس کی برودت کو دور کر دیتی ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تازہ کھجور ککڑی کے ساتھ کھاتے دیکھا۔

3- کھانا کھانے کے مفید صحت آداب

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِی التَّوْرَاۃِ أَنَّ بَرَکَۃَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَرَکَۃَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَہٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ (ترمذی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے کی برکت کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونے میں ہے۔اس کا ذکر میں نے نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کھانے کی برکت کھانے سے پیشتر اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونے میں ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ بَاتَ وَ فِیْ یَدِہٖ غَمْرٌ لَمْ یَغْسِلْهُ فَأَصَابَهٗ شَیْءٌ فَلَا یَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهٗ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کے ہاتھ پر چکنائی لگی ہو اور اس نے ہاتھ نہ دھوئے ہوں اور اس کی وجہ سے اس کو کچھ نقصان و تکلیف پہنچی ہو تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

2- کھانا کھاتے ہوئے بیٹھنے کا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں کھانا آسانی سے معدہ میں اتر جائے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا رُؤِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَاکُلُ مُتَّکِأً قَطُّ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی ٹیک و سہارا لگا کر کھاتے نہیں دیکھا گیا۔

وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا اٰکُلُ مُتَّکِأً (ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں اس میں داخل ہیں۔ اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کو دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے۔ تیسرے یہ کہ چوکڑی مار کر بیٹھے۔ چوتھے یہ کہ کمر گاؤ تکیہ یا دیوار سے لگائے کہ یہ سب صورتیں بفرق مراتب ٹیک میں داخل ہیں۔

نَهَى النَّبِيُّ أُنْ يَّا كُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِعٌ عَلٰى وَجْهِهٖ (ابن ماجه)

نبی کریم ﷺ نے منہ کے بل لیٹ کر کھانے سے منع فرمایا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مُقْعِيًا يَا كُلُ تَمْرًا (شمائل ترمذی) وَ فِیْ رَوَايَةٍ أَنَّهٗ كَانَ يَجْلِسُ لِلْأَكْلِ مُتَوَرِّكاً عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ يَضَعُ بَطْنَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى ظَهْرِ قَدَمِهِ الْيُمْنٰى۔ (زاد المعاد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو، اکڑوں بیٹھ کر کھجور کھاتے دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کھانے کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھتے تھے اور اپنے بائیں پاؤں کا تلوا دائیں پاؤں کی پشت پر رکھتے تھے۔

چھوٹے لقمے کھائے

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا كُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ۔ (شمائل ترمذی)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔

تین انگلیوں سے کھانے میں لقمہ زیادہ بڑا نہیں ہوگا اس لئے پوری طرح چبایا بھی جائے گا اور نگلنے میں بھی سہولت ہوگی۔

تین سانس میں پانی پیئے

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلَاثًا وَ يَقُوْلُ إِنَّهٗ أَرْوٰى وَ أَمْرَأُ وَ أَبْرَأُ۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ پانی پینے کے درمیان تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طریقے میں زیادہ سیرابی زیادہ پچنا اور (تکلیف سے) زیادہ بچاؤ ہے۔

مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی نہ پیئے

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَھٰی رَسُوُلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الشُّرُبِ مِنُ فِی السِّقَاءِ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

پینے کے برتن میں سانس لینا یا پھونکنا

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَـالَ نَھٰی رَسُوُلُ اللّٰہِ أَنُ یَّتَنَفَّسَ فِی الُإِنَاءِ أَوُیَنُفَخَ فِیُہِ۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پینے کے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونکنے سے منع فرمایا کیونکہ اس میں دوخطرے ہیں:

(i) کہیں اتفاق سے ایک دم بہت سا پانی حلق میں چلا جائے جس سے یا تو سانس گھٹ جائے یا کچھ پانی سانس کی نالی میں چلا جائے۔

(ii) ہوسکتا ہے مشکیزہ بھرتے ہوئے کوئی موذی کیڑا اس میں چلا گیا ہو اور وہ حلق میں یا معدے میں جا کر تکلیف پہنچائے۔

عَـنُ أَبِیُ سَعِیُدِ الُخُدُرِیِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَـنِ النَّفُخِ فِی الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلٌ الُقَذَاۃَ أَرَاھَا فِی الُإِنَاءِ قَالَ أَھُرِقُھَا قَالَ فَإِنِّیُ لَا أَرُوِیُ مِنُ نَفَسٍ وَاحِدٍ قَالَ فَأَبِنِ الُقَدَحَ عَنُ فِیُكَ ثُمَّ تَنَفَّسُ۔(ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے برتن میں پھونکنے سے منع فرمایا: ایک شخص نے پوچھا کہ برتن میں کبھی کوئی تنکا وغیرہ ہوتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اتنا پانی بہا دو۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ ایک سانس میں پینے سے میں سیراب نہیں ہوتا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیالہ اپنے منہ سے علیحدہ کر کے سانس لو۔

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَـالَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُ کُمُ فَلُیَمُصَّ الُمَاءَ مَصًّا وَلَا یَعِبَّ عَبًّا فَإِنَّ

الْكُبَادَ مِنَ الْعَبِّ۔ (بیهقی)

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم پانی پیو تو چھوٹے چھوٹے گھونٹ لو منہ لگا کر پیتے ہی نہ جاؤ کیونکہ جگر کا درد اسی سے ہوتا ہے۔ (گرمی کے موسم میں جلدی سے بہت سا پانی پینے سے معدہ میں درد ہو جاتا ہے۔ وہی درد مراد ہے)۔

بہت پیٹ بھر کر کھانے سے پرہیز

عَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ يَحْسِبُ ابْنَ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهٖ۔ (ترمذی)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے پیٹ سے برا برتن کوئی نہیں بھرتا۔ ابن آدم کیلئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا کئے رکھیں۔ اگر زائد کھانا ہی ہے تو تہائی (معدہ) کھانے کے لئے تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس لینے کے لئے۔

البتہ کبھی کسی عذر سے ہو مثلاً روزہ رکھنے کی خاطر یا خود کھانا کھا چکا تھا پھر مہمان کے آنے پر اس کی خاطر سے کچھ اور کھا لیا تو مضائقہ نہیں جیسا کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کے کہنے پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بار بار دودھ پیا یہاں تک کہ آخر میں کہا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَجِدُ مَسْلَكًا

(اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اب میں مزید گنجائش نہیں پاتا۔

4- جسمانی صفائی

منہ اور دانتوں کی صفائی

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهٗ قَالَ اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ۔ (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا مسواک منہ کو صاف کرنے اور رب کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَ لَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ

أَنْ يَّتَوَضَّأَ۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ دن میں یا رات میں جب بھی سوتے تھے تو بیدار ہونے پر وضو کرنے سے پیشتر مسواک کرتے تھے۔

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ۔(مسلم)

شریح بن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوتے ہی کیا کرتے تھے۔فرمایا کہ مسواک کرتے تھے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیْ لَأَ مَرْتُهُمْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَاءِ وَ بِالسِّوَاكِ عِنْدُ كُلِّ صَلَاةٍ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ﷛ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں امت کو عشاء کو تاخیر کے ساتھ پڑھنے کا اور ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم دیتا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَاِسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَ قَصُّ الْأَظْفَارِ وَ غَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ وَ فِیْ رِوَايَةٍ اَلْخِتَانُ بَدْلَ إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں مونچھیں کترانا۔داڑھی بڑھانا۔ناک میں پانی ڈالنا۔ناخن تراشنا۔جوڑوں کے اوپر کھال کی سلوٹوں کو دھونا۔بغلوں کے بال نوچنا۔زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور استنجا کرنا۔راوی کہتے ہیں کہ دسویں بات میں بھول گیا ہوں الا یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کی جگہ ختنہ کرنے کا ذکر ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ اَلْحَيَاءُ وَ يُرْوَی الْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ ﷛ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں رسولوں کی

سنت ہیں۔ حیاء (اور ایک روایت میں اس کی جگہ ختنہ کرنے کا ذکر ہے) اور عطر لگانا اور مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

عَنْ أَنَسٍ (أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ) وَقَّتَ لَنَا فِیْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَ حَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَّا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مونچھیں کترنے، ناخن تراشنے بغل کے بال نوچنے اور زیر ناف بال مونڈھنے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے یہ مدت مقرر کی کہ چالیس دن سے زیادہ ہم ترک نہ کریں۔

عَنْ أَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الْأَغَرِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ یَقُصُّ شَارِبَهٗ وَیَاخُذُ مِنْ أَظْفَارِهٖ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ۔ (مرقات ص 291 ج 8)

حضرت ابوعبداللہ اغر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جمعہ اپنی مونچھیں کترتے تھے اور اپنے ناخن کاٹتے تھے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْیُكْرِمْهُ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے (سر اور داڑھی کے) بال ہوں اسے چاہئے کہ وہ انکا اکرام کرے (یعنی بالوں کو صاف ستھرا رکھے اور ان میں تیل لگائے)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرًا فَرَأٰی رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ فَقَالَ مَا كَانَ یَجِدُ هٰذَا مَا یُسَكِّنُ بِهٖ رَاسَهٗ وَ رَأٰی رَجُلًا عَلَیْهِ ثِیَابٌ وَ سِخَةٌ فَقَالَ مَاكَانَ یَجِدُ هٰذَا مَا یَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبُهٗ۔ (نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال پراگندہ تھے تو فرمایا کہ کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے اپنے بالوں کی گندگی کو دور کرے اور ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھولے؟

5-ماحولیاتی صفائی

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ طَھِّرُوْا أَفْنِیَتَکُمْ فَإِنَّ الْیَھُوْدَ لَا تُطَھِّرُ أَفْنِیَتَھَا (ترمذی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے صحنوں کو پاک وصاف رکھا کرو کیونکہ یہود اپنے صحنوں کو صاف نہیں رکھتے۔

6-دیگر تدابیر

لیٹنے کا طریقہ

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَأٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِہٖ فَقَالَ لَہٗ إِنَّ ھٰذِہٖ ضِجْعَۃٌ لَا یُحِبُّھَا اللّٰہُ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنے پیٹ کے بل لیٹے دیکھا تو اس سے فرمایا لیٹنے کی اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا أَتَیْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْأَیْمَنِ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرو تو نماز کا وضو کرو اور پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹو (کیونکہ اس سے دل کو جو کہ بائیں طرف ہوتا ہے کام کرنے میں بوجھ نہیں ہوتا)۔

بینائی کی حفاظت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِکْتَحِلُوْا بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَتْ لَہٗ مِکْحَلَۃٌ یَکْتَحِلُ بِھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ ثَلَاثَۃً فِیْ ھٰذِہٖ وَ ثَلٰثَۃً فِیْ ھٰذِہٖ۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اثمد سرمہ لگایا کرو کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال بڑھاتا ہے۔ نبی ﷺ کی ایک سلائی تھی جس سے آپ ہر

رات سرمہ لگاتے تھے تین مرتبہ اس آنکھ میں اور تین مرتبہ اس آنکھ میں۔

شام کے کھانے کا التزام

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَعَشُّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ حَشَفٍ فَإِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مُهْرِمَةٌ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شام کا کھانا کھاؤ اگرچہ ایک مٹھی ردی کھجور کی ہو کیونکہ شام (یا رات) کا کھانے کو ترک کرنا بڑھاپا لاتا ہے۔

برتن ڈھانپ کر اور مشکیزہ باندھ کر رکھنا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ غَطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيْهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ وَسِقَاءٌ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ إِلَّا وَقَعَ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ الدَّاءِ۔

وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا أَنْ يَعْرِضَ عَلٰى إِنَائِهٖ عُوْدًا وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا برتنوں کو ڈھانپا کرو اور مشکیزوں کے منہ کو بند کر کے رکھا کرو کیونکہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں بیماری کی وبا نازل ہوتی ہے اور جس برتن پر ڈھکنا نہ ہو اور جس مشکیزہ کا منہ بند نہ کیا ہوا ہو اس میں واقع ہو جاتی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی کو کچھ نہ ملے تو اگر ہو سکے کہ اپنے برتن پر عرضًا کوئی لکڑی ہی رکھ دے تو بسم اللہ پڑھ کر وہی رکھ دیا کرے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ أَبُوْ حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ النَّقِيْعِ بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَّا خَمَّرْتَهٗ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُوْدًا۔ (بخاری و مسلم)

ایک انصاری شخص ابو حمید نبی ﷺ کے پاس نقیع سے ایک برتن میں دودھ لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کو ڈھانپا کیوں نہیں۔ اگر کچھ نہ ملتا تھا تو اس پر عرضًا ایک

لکڑی ہی رکھ دیتے۔

شروع رات میں چھوٹے بچوں کو گھروں میں رکھنا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا كَانَ جَنحَ اللَّيْلُ أَوْأَمْسَيْتُمْ فَكُفَّوْا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب شام پڑ جائے تو اپنے چھوٹے بچوں کو گھروں میں کرلو کیونکہ اس وقت جنات پھیل جاتے ہیں اور جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر چھوڑ دو۔

وَ فِیْ رِوَايَةٍ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَإِنَّ لِلْجِنِّ اِنْتِشَارًا وَ خِطْفَةً۔

ایک روایت میں ہے کہ شام کے وقت اپنے بچوں کو جمع کرلو۔یعنی ان کو اندر کرلو کیونکہ اس وقت جنات پھیل جاتے ہیں اور جس چیز پر بس چلے اچک لیتے ہیں۔

سونے سے پہلے چراغ گل کرنا

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ ﷺ اِطْفَؤُا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَالرُّقَادِ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا سوتے ہوئے چراغوں کوگل کر دیا کرو کیونکہ بعض اوقات چوہا چراغ کی بتی کھینچ لے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔(یعنی جلتی بتی کی وجہ سے گھر کو آگ لگ جاتی ہے)۔

پیالے کے ٹوٹے کنارے سے منہ لگا کر پینے سے اجتناب

عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ فِی ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَأَنْ يُّنْفَخَ فِی الشَّرَابِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے پینے سے اور پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا۔

برتن میں اگر مکھی گر جائے

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قال رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَأَمْلِقُوْهُ يَقُوْلُ اِغْمِسُوْهُ فَإِنَّ فِیْ أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَ فِی الْآخَرِ شِفَاءً وَأَنَّهٗ يَتَّقِیْ بِجَنَاحِهِ الَّذِیْ فِيْهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهٗ۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو برتن میں موجود پانی وغیرہ میں ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء۔ وہ اپنے اس پر کو مقدم کرتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے لہٰذا اسے پوری طرح ڈبو دو۔

(کسی کو اگر طبعی طور پر ایسے پانی کو پینا پسند نہ ہو تو نہ پیئے لیکن اس کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ بہت سے علاقوں میں پانی انتہائی کمیاب ہوتا ہے اور اگر مکھی دودھ وغیرہ میں گر جائے تو بہت سے لوگوں میں اس کی استطاعت نہیں ہوتی کہ اسے ضائع کر دیں۔

7-متعدی امراض سے بچاؤ کی تدابیر

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُوْرِدَنَّ مُمَرِّضٌ عَلٰى مُصِحٍّ۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیمار کو صحتمند کے پاس نہ لایا جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا تُدِيْمُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْذُوْمِيْنَ۔ (ابن ماجه و احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جذام والوں کی طرف مسلسل مت دیکھو۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجذوم (جذام والے) سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ فِیْ وَفْدِ ثَقِيْفٍ بِرَجُلٍ مَجْذُوْمٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِیُّ ﷺ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ۔ (مسلم)

حضرت شرید ﷛ کہتے ہیں قبیلہ بنو ثقیف کے وفد میں ایک مجذوم شخص بھی تھا۔ نبی ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا کہ (تم ہمارے پاس مت آؤ بس) ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے لہٰذا تم لوٹ جاؤ۔

مجبوری میں اللہ پر بھروسہ کرے

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ ﷛ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَخَذَ بِیَدِ رَجُلٍ مَجْذُوْمٍ فَاَدْخَلَھَا مَعَہٗ فِی الْقَصْعَۃِ وَقَالَ کُلْ بِاسْمِ اللّٰہِ ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَ تَوَکُّلًا عَلَیْہِ۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم شخص کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اس کو کھانے کے برتن میں داخل کیا اور فرمایا بِاسْمِ اللّٰہِ ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَ تَوَکُّلًا عَلَیْہِ (اللہ کے نام کے ساتھ اس پر اعتماد و توکل کرتے ہوئے کھاؤ)۔

8- خطرناک امراض سے بچاؤ کی مسنون دعائیں از حصن حصین

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَ الْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ۔

اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں برص سے اور دیوانگی سے اور جذام (کوڑھ) سے اور تمام بری (اور موذی) بیماریوں سے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَ الْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ۔

اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں برے اخلاق سے، برے اعمال سے بری خواہشات سے اور بری بیماریوں سے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَدْمِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرْقِ وَالْھَرَمِ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ۔ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں (کسی عمارت وغیرہ کے نیچے) دب کر مرنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں (کسی اونچی جگہ سے) گر کر مرنے سے اور پناہ مانگتا ہوں ڈوب کر مرنے سے جل کر مرنے سے اور حد سے زیادہ بڑھاپے سے اور اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان مرتے وقت میرے ہوش و حواس خبط کر دے اور اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے راہ میں (جنگ سے)

پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہوا مروں اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ سانپ بچھو کے کاٹنے سے مروں۔

وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الصَّمَمِ وَالْبَكَمِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَ سَيِّءِ الْأَسْقَامِ وَ ضَلَعِ الدَّيْنِ۔

اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بہرہ پن سے گونگے پن سے اور دیوانگی سے اور جذام (کوڑھ) سے اور بدترین (موذی) بیماری سے اور قرض کے غلبہ سے۔

باب:2

علاج معالجہ

تکلیف وضرر دور کرنے والے اسباب تین قسم کے ہیں۔

1- قطعی اور یقینی

جیسے پیاس کی تکلیف دور کرنے کیلئے پانی اور بھوک کی تکلیف دور کرنے کیلئے روٹی اور سردی کے اثرات دور کرنے کیلئے گرم کپڑے وغیرہ

اس سبب کو ترک کرنا توکل میں شمار نہیں ہوتا بلکہ موت کا خوف ہو تو اس کو ترک کرنا حرام ہے۔

2- ظنی

مثلاً طب میں علاج معالجہ کیلئے اختیار کیے جانے والے ظاہری اسباب اور دوائیں کہ ظن غالب ہوتا ہے کہ ان کے استعمال سے شفا حاصل ہوگی۔ یہی حکم اس دم اور تعویذ کا ہے جو کلام الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے نام پر مشتمل ہو اور شرک سے خالی ہو۔

ان کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔ لیکن ان کو ترک کرنا ممنوع بھی نہیں ہے بلکہ بعض لوگوں کے حق میں بعض حالات میں انکا ترک کرنا افضل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ **(مسلم)**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار (یعنی کثیر تعداد) افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے

فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو (ناجائز اور وہمی اسباب سے تو بچتے ہی ہیں ساتھ میں جائز اسباب جو ظنی کے درجہ میں ہیں ان سے بھی پرہیز کرتے ہیں یعنی) نہ دم کراتے ہیں اور نہ فال وشگون لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں اور (بس) اپنے رب (کے مسبب الاسباب اور مؤثر حقیقی ہونے کا استحضار کرتے ہوئے اس) پر توکل کرتے ہیں۔

3-وہمی

مثلاً مختلف قسم کے کڑے، منکے اور پتھر وغیرہ پہننا یا باندھنا جن سے شفا حاصل ہونے کا ظن غالب نہیں ہوتا بلکہ موہوم امید ہوتی ہے کہ شاید شفا حاصل ہو۔

توکل کیلئے ان کا ترک شرط ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس نے اس کا علاج نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا تو گناہگار نہ ہوگا۔[2]

مسئلہ: جب یہ اعتقاد ہو کہ شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے دوا کو سبب بنایا ہے تو علاج معالجہ میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ خود دوا ہی شفا دینے والی ہے تو یہ اعتقاد بھی غلط ہے اور اس کے تحت علاج کرنا بھی ناجائز ہے۔

علاج کی شرعی حیثیت

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ ﷺ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَجَاءَتِ الْأَعْرَابُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَ نَتَدَاوِىٰ فَقَالَ نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ قَالُوا مَا هُوَ قَالَ الْهَرَمُ۔ (احمد)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس تھا۔ چند بدو آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم دوا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اے اللہ کے بندو دوا کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر یہ کہ اس کیلئے شفاء بھی پیدا کی ہے سوائے ایک بیماری کے۔ انہوں نے پوچھا وہ کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا بڑھاپا۔

رسول اللہ ﷺ کا خود علاج کرنا اور کرانا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهٗ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اس کی اجرت دی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَاسِهٖ مِنْ وَجْعٍ كَانَ بِهٖ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے سر میں درد تھا تو اس کی وجہ سے آپ نے پچھنے لگوائے۔

عَـنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ لَا يُصِيْبُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُرْحَةً وَلَا شَوْكَةً إِلَّا وَضَعَ عَلَيْهَا الْحِنَاءَ (ترمذی و ابن ماجه)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کسی چھری تلوار کا زخم لگتا یا آپ کے کوئی کانٹا چبھتا تو آپ اس پر مہندی لگاتے تھے۔

ماہر طبیب کو اختیار کرنا

عَـنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ رَجُلًا فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جُرِحَ فَاحْتَقَنَ الدَّمُ وَأَنَّ الـرَّجُلَ دَعَا رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِیْ أَنْمَارٍ فَنَظَرَا إِلَيْهِ۔ فَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُمَا أَيُّكُمَا أَطَبُّ فَقَالَ أَوَفِي الطِّبِّ خَيْرٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِیْ أَنْزَلَ الدَّاءَ۔ (مؤطا مالك)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک صاحب کو زخم لگا اور خون جمع ہو گیا۔ ان صاحب نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو بلوایا۔ دونوں نے آ کر معائنہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں میں سے طب میں زیادہ ماہر کون ہے؟ ان صاحب نے (جواب دینے کے بعد) پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا طب میں خیر و بھلائی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس ذات نے بیماری پیدا کی ہے اسی نے اس کی دوا بھی پیدا کی ہے۔

مسئلہ: جس شخص کو طب میں مہارت نہ ہو یعنی اس نے ماہر و حاذق اطباء سے علم طب حاصل نہ کیا ہو اس کو علاج کرنا جائز نہیں اور ایسے لوگوں پر علاج کرنے کی پابندی ہونی چاہئے۔

جاہل طبیب نقصان کا ذمہ دار ہوگا

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذٰلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کا علاج کیا حالانکہ اس کے بارے میں اس سے پیشتر طبیب ہونے کا علم نہ ہو تو (جو نقصان ہوگا اس کا) تاوان اس کے ذمے ہوگا۔

طبیب کو مریض کے پاس بھیجنا اور طبیب کا جانا

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ طَبِيْبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ثُمَّ كَوَاهُ عَلَيْهِ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب کو بھیجا جس نے ان کی ایک رگ کو کاٹا پھر اس کو داغ لگایا۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنے مبارک ہاتھوں سے داغنا

عَنِ جَابِرٍ قَالَ رُمِیَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِیْ أَكْحَلِهٖ فَحَسَمَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرَمت فَحَسَمَهُ الثَّانِيَةَ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو میں اکحل رگ پر تیر لگا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے نیزے کے پھل سے داغ لگایا۔ سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جب دوبارہ ورم ہوا تو آپ نے دوبارہ داغ لگایا۔

رسول اللہ ﷺ کا بیماری میں دوا تجویز کرنا

عَنْ أَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ أَخِیْ اِسْتَطْلَقَ بَطْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُقْهُ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ سَقَيْتُهٗ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اِسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَاءَ۔ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِسْقِهٗ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَيْتُهٗ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اِسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدَقَ اللّٰهُ وَ كَذَبَ بَطْنُ أَخِيْكَ فَسَقَاهُ

فَبَرَءَ۔ (بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کو اسہال لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ اس نے شہد پلایا اور پھر آ کر اس نے کہا کہ میں نے اس کو شہد پلایا لیکن اس کی تکلیف بڑھ گئی ہے۔ تین مرتبہ آپ نے فرمایا شہد ہی پلاؤ۔ چوتھی مرتبہ جب آپ نے یہی فرمایا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو شہد پلایا ہے۔ لیکن اس کی تکلیف میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا قول سچا ہے اور تمہارے بھائی کے پیٹ نے خطا کی ہے۔ پھر جب شہد پلایا تو تکلیف دور ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ کا علاج کے دوسرے طریقے تجویز کرنا

عَنْ سَلْمٰی خَادِمَةِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ مَاکَانَ أَحَدٌ یَشْتَکِیْ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَجْعًا فِیْ رَاسِهِ إِلَّا قَالَ اِحْتَجِمْ وَلَا وَجْعًا فِیْ رِجْلَیْهِ إِلَّا قَالَ اِخْتَضِبْهُمَا۔(ابو داؤد)

نبی ﷺ کی خادمہ سلمی کہتی ہیں کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ سے سر میں درد کی شکایت کرتا تو آپ سینگی (پچھنے) لگوانے (Cupping) کا حکم دیتے اور جو کوئی اپنے پاؤں میں درد کی شکایت کرتا تو آپ اس کو مہندی لگانے کا حکم دیتے۔

مسئلہ: علاج کے طور پر مردوں کے لئے صرف تلووں میں مہندی لگانا جائز ہے۔ البتہ پاؤں کی پشت اور ناخنوں پر مہندی نہ لگے تا کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

بچوں کے لئے تکلیف دہ طریقہ علاج سے اجتناب

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَ عَلَیْکُمْ بِالْقُسْطِ۔(بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو حلق کے درد میں حلق کو دبا کر تکلیف مت دو بلکہ قسط کا استعمال لازم پکڑو۔

عَنْ أُمِّ قَیْسٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی مَا تَدْغِرْنَ أَوْلَادَکُنَّ بِهٰذَا الْعُلَاقِ عَلَیْکُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِیِّ فَإِنَّ فِیْهِ سَبْعَةَ أَشْفِیَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ یُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَیُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔ (بخاری)

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے بچوں کے حلق کو انگلی سے کیوں دباتی ہو۔ اس عود ہندی کے استعمال کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں سات شفائیں ہیں۔ ان میں سے ایک ذات الجنب (Pleurisy) سے شفاء ہے۔ حلق کے درد میں اس کے قطرے ناک میں ٹپکائے جائیں اور ذات الجنب میں اس کے قطرے منہ میں ٹپکائے جائیں۔

مایوسی ہو جائے تو علاج و تدبیر ترک کرنا

مسئلہ: اگر کوئی مرض اور زخم ایسا ہو کہ جس سے بالکل جانبر نہ ہوتا ہو تو اس کیلئے دوا استعمال نہ کرے بلکہ علاج ترک کردے۔ اسی طرح کبھی دماغ کی شریان پھٹنے وغیرہ سے مریض پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی تو مریض جانبر ہو جاتا ہے اور کبھی بے ہوشی طویل ہو جاتی ہے اور طبی تحقیق کے مطابق صحت یاب ہونے کا امکان بالکل نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں بھی علاج ترک کر دینا چاہیے۔

حاملہ کے علاج میں بچے کی رعایت

مسئلہ: حاملہ عورت میں جب تک بچہ حرکت نہ کرنے لگے (علاج کیلئے یا دوسرے کو عطیہ دینے کیلئے) فصد کھلوانی یا خون نکلوانا صحیح نہیں اور جب بچے کی حرکت شروع ہو جائے تو پھر فصد کھلوانا جائز ہے البتہ ولادت کے قریب پھر پرہیز کرے تا کہ بچے کو نقصان نہ پہنچے۔

مسئلہ: حاملہ عورت اپنی تکلیف کیلئے دوا استعمال کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اولیٰ ہے اور اگر اس سے حمل ضائع ہو گیا تو عورت پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی دوا سے جنین کی خلقت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو تو شدید ضرورت کے بغیر اس دوا کو استعمال نہ کیا جائے۔

علاج بذریعہ عمل جراحت (Surgery)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ طَبِيْبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ثُمَّ كَوَاهُ عَلَيْهِ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب کو

بھیجا جس نے ایک رگ کاٹی پھر اس کو داغا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِیَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِیْ أَکْحَلِہٖ فَحَسَمَہُ النَّبِیُّ ﷺ بِیَدِہٖ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرَمَتْ فَحَسَمَہُ الثَّانِیَۃَ (مسلم)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی اکحل رگ میں تیر لگا تو نبی ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے نیزے کے پھل سے داغ لگایا۔ سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جب دوبارہ ورم ہوا تو آپ نے دوبارہ داغ دیا۔

مسئلہ: حاملہ عورت مرجائے اور معلوم ہو یا گمان غالب ہو کہ بچہ زندہ ہے تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لیا جائے۔

مسئلہ: کنواری کے ساتھ فرج (Vagina) سے باہر جماع کیا گیا اور منی کے فرج میں داخل ہونے سے اسے حمل ٹھہر گیا تو ولادت کے وقت اس کے پردہ بکارت کو زائل کر دیا جائے۔

مسئلہ: اگر بچہ ماں کے پیٹ میں عرضاً ٹھہر گیا یعنی (Transverse Lie) ہو اور رحم سے بچے کو نکالنے کی اس کے سوائے اور کوئی صورت نہ ہو کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو ماں کی جان کو خطرہ ہو تو اگر بچہ مر چکا ہو تب تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر بچہ زندہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جسم کا کوئی عضو اگر گل گیا ہو تو اس کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے

مسئلہ: کوئی شخص اپنی زائد انگلی یا دیگر زائد عضو کو کٹوانا چاہے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ ایسے انتظامات ہوں کہ ان کی موجودگی میں عام طور پر اس قسم کے اپریشن سے موت واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ: پتھری نکلوانے کیلئے اپریشن کروانا جائز ہے۔ اسی طرح ہر وہ اپریشن کرنا بھی جائز ہے جس میں یا تو مریض صحیح ہو جاتا ہے یا کبھی صحیح ہو جاتا ہے اور کبھی مر جاتا ہے اور اگر بیمار حصہ چھیڑنے سے مریض جانبر نہ ہو تو پھر ایسا اپریشن کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: جسم میں کوئی خلقی (پیدائشی) نقص ہو جو عیب کا باعث بنے یا کسی حادثہ کے باعث عیب پیدا ہو گیا تو اس عیب کے رفع کرنے کیلئے پلاسٹک سرجری کرانا جائز ہے لیکن بڑھاپے کو چھپانے کیلئے یا قدرتی طور پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو چھپانے کیلئے پلاسٹک سرجری کرانا جائز

نہیں ہے۔

مسئلہ: عورت کے چہرے پر داڑھی یا مونچھوں کے بال اگ آئیں تو اس کو چاہیے کہ وہ ان کو صاف کردے۔

علاج بذریعہ دوا

رسول اللہ ﷺ کے تجویز کردہ علاج

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَدَاوِیَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِیِّ وَالزَّيْتِ۔(ترمذی)

حضرت زین بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ذات الجنب کی بیماری میں ہم قسط بحری اور زیتون کا تیل بطور دوا استعمال کریں۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَنْعُتُ الزَّيْتَ وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ (ترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ ذات الجنب کی بیماری میں زیتون کے تیل اور ورس کے استعمال کی تعریف فرماتے تھے۔(ورس ایک قسم کی گھاس کی مانند ہے جس سے رنگائی کا کام لیتے ہیں)۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَأَتَانِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِی فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَهَا عَلٰی فُوَادِیْ وَقَالَ لِیْ إِنَّكَ رَجُلٌ مَفُوْدٌ فَاْتِ الْحٰرِثَ بْنَ كَلْدَةَ مِنْ ثَقِيْفٍ فَإِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَا خُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَا هُنْ بِنَوَا هُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ۔ (ابوداؤد)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے۔آپ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں پستانوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی۔آپ نے فرمایا تمہارے دل میں تکلیف ہے۔ حارث بن کلدہ کو بلاؤ کیونکہ وہ طب سے واقف ہیں۔اور حارث کو چاہئے کہ وہ مدینہ کی عجوہ

(کھجور) کے سات دانے لیں اور ان کو گٹھلیوں سمیت کوٹ لیں اور وہ تمہارے منہ میں ٹپکائیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ دَوَاءُ عِرْقِ النَّسَاءِ أَلْيَةُ شَاةٍ أَعْرَابِيَةٍ يُذَابُ ثم تَجَزَّأُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ ثُمَّ تُشْرَبُ عَلَى الرِّيْقِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ جُزْءٌ۔ (ابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عرق النسا کی دوا بدوی دنبے کی چکتی ہے جو پگھلائی جائے اور اس کے تین حصے کئے جائیں اور ایک حصہ ہر روز نہار منہ پیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا مختلف اشیاء اور ادویہ کے فوائد کا ذکر کرنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْكُمَاةُ جُدَرِيُّ الْأَرْضِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْكُمَاةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ سانپ کی چھتری (کھمبی) زمین کی خارش ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو احسان الٰہی ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے اور عجوہ (کھجور کی اصل) جنت سے ہے اور اس میں زہر سے شفاء ہے۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ سَأَلَهَا بِمَا تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٍ جَارٍقَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ النَّبِيَّ لَوْ أَنَّ شَيْئًا كَانَ فِيْهِ الشِّفَاءُ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ فِي السَّنَا۔(ترمذی)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم مسہل (Purgative) کے طور پر کیا استعمال کرتی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ شبرم۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو گرم وخشک ہے۔ اسماء کہتی ہیں پھر میں نے سنا کا استعمال شروع کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا اگر کسی شے میں موت سے شفاء ہوتی تو سنا میں ہوتی۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ السَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِيْزُ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا

کالے دانے میں سوائے موت کے ہر بیماری سے شفاء ہے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کہتے تھے کہ کالے دانے سے مراد شونیز یعنی کلونجی ہے۔

حلال دواؤں کی موجودگی میں حرام ادویہ سے اجتناب

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَا وَوْا بِالْمُحَرَّمِ۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ نے بیماری اور دوا پیدا کی اور ہر بیماری کے لئے دوا بنائی۔ سنو! اے لوگوں تم دوا کرو۔ البتہ حرام چیز کو دوا نہ بناؤ۔

عَنْ طَارِقِ بْنِ سُوَیْدِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ بِأَرْضِنَا أَعْنَابًا نَعْتَصِرُهَا فَنَشْرَبُ مِنْهَا ؟ قَالَ لَا فَرَاجَعْتُهُ قُلْتُ إِنَّا نَسْتَشْفِی لِلْمَرِیْضِ قَالَ إِنَّ ذٰلِكَ لَیْسَ بِشِفَاءٍ وَلٰكِنَّهٗ دَاءٌ (مسلم)

حضرت طارق بن سوید حضرمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے علاقے میں انگور ہوتے ہیں کیا ہم ان کا رس نکال کر (اور اس کی شراب بنا کر) اس کو پی سکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے دوبارہ آپ سے یہ سوال کیا کہ ہم یہ مریض کو بطور دوا کے پلا دیا کریں۔ آپ نے فرمایا یہ (یعنی شراب) شفاء نہیں ہے۔ بلکہ یہ خود بیماری ہے۔

مجبوری میں حرام چیز کا بطور دوا استعمال

مسئلہ: کسی حرام چیز کو بطور دوا صرف اسی صورت میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے جب کوئی ماہر و حاذق مسلمان پرہیزگار طبیب بتائے کہ بیماری کا علاج صرف اسی حرام چیز سے ممکن ہے اور متبادل حلال کوئی دوسری دوا موجود نہیں۔ جس کی دلیل مندرجہ ذیل ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ قَدِمَ رَهْط مِنْ عُرَیْنَةَ وَعَكَلَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاجْتَوَوُا الْمُدِیْنَةَ فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَوْ خَرَجْتُمْ إِلٰی إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَشَرِبْتُمْ مِنْ أَبْوَالِهَا وَ أَلْبَانِهَا فَفَعَلُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا...... الخ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عرینہ اور عکل قبیلوں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی۔ ان کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ انہوں نے اس کی شکایت نبی ﷺ سے کی تو

آپ نے فرمایا کہ صدقہ کے اونٹوں میں جاؤ اوران کے پیشاب (جو ناپاک اورحرام ہوتے ہیں ان کو بدن پرملواورانکا) دودھ پیوتو فائدہ ہوگا۔انہوں نے ایسا ہی کیا(اوروہ تندرست ہو گئے)۔

داغنے (Cauterization) کے ذریعے علاج

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ الشفاء فی ثلاث فی شرطة محجم او شربة عسل اور کیة بالنار و انا انهی امتی عن الکی۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیماری سے شفا تین چیزوں میں ہے۔(i) پچھنے لگانے (حجامہ،Cupping) کے اس آلہ میں جس میں کھنچا ہوا خون جمع ہوتا ہے(آلہ کے ذکر سے مراد خودحجامہ کا عمل ہے ۔(2) شہد پینے میں اور(3) آگ کے ساتھ (یعنی آگ پر آلے کوگرم کر کے یا برقی ذریعے سے گرم کرکے) داغنے میں لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں (یعنی علاج کے دیگر طریقوں کواس طریقے پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ یہ تو آخری درجے کا علاج ہےاس لیے ابتدا ہی میں اس کواختیار کرنا خلاف اولی ہے۔علاوہ ازیں دور جاہلیت میں لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ داغنا بیماری کوجلا دیتا ہےاورمریض تندرست ہوجا تا ہےاور اس کواختیار نہ کیا جائے تو انسان مرجاتا ہے۔دور جاہلیت میں لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ داغنا بذات خودآدمی کوشفا دیتا ہےغرض ممانعت کی ایک وجہ دور جاہلیت کےاس غلط عقیدے سے بچاؤ کی بھی تھی۔)

1- عن جابر قال رمی ابی یوم الاحزاب علی اکحله فکواه رسول الله ﷺ۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پرحضرت ابی بن کعبؓ کے بازو کی رگ (Brachial vein) پرتیرلگاتورسول اللہ ﷺ نے اس کوخودداغ لگایا(یا کسی کوکہہ کرلگوایا)۔

3- عن انس ان النبی ﷺ کوی اسعد بن زرارة من الشوکة (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ کے چہرےاور بالائی جسم پرسرخی آئی (یاسرخ دانے نکلے) تورسول اللہ ﷺ نے ان کے داغ لگایا۔

4- عن المغیرة بن شعبة قال قال النبی ﷺ من اکتوی او استر تی فقد برئ

من التوکل۔ (احمد و ترمذی)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے (بلاضرورت اس انتہائی درجے کے علاج یعنی) داغ لگوانے کو اختیار کیا یا (غیر شرعی) دم کروایا تو وہ اللہ تعالی پر توکل سے خالی رہا۔

حجامہ (Cupping) کے ذریعے علاج

1- عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان امثل ما تداویتم به الحجامة والقسط البحری۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ نفع بخش علاج جو تم کرتے ہو وہ حجامہ ہے اور قسط بحری کا استعمال ہے۔

2- عن ابی کشة الانماری ان رسول الله ﷺ کان یحتجم علی هامته و بین کتفیه و هو یقول من اهراق من هذه الدماء فلا یضره ان لا یتداوی بشئ لشئ (ابوداؤد و ابن ماجه)

ابوکبشہ انماریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر (کے بیچ) میں اور اپنے کندھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص ان جگہوں میں جمع شدہ فاسد خون بہادے تو اگر وہ کسی بھی بیماری کے لیے دوا نہ کرے تو اس کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔

3- عن جابر ان النبی ﷺ احتجم علی ورکه من وثء کان به (ابودائود)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے درد کی وجہ سے جو آپ کو تھا اپنی کوکھ میں پچھنے لگوائے۔

4- عن ابن مسعود قال حدث رسول الله ﷺ عن لیلة اسری به انه لم یمر علی ملأ من الملائکة الا امروه مر امتك بالحجامة۔ (ترمذی و ابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ معراج کی رات آپ فرشتوں کی جس کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتے کہ آپ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کی تاکید فرمائیں۔

5- عن انس قال کان رسول الہ ﷺ یحتجم فی الاخد عین و الکاهل۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گردن کے دائیں بائیں جو رگیں ہیں ان کے درمیان میں اور دونوں کندھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے۔

6- عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ قال من احتجم لسبع عشرة و تسع عشرة و احدی و عشرین کان شفاء من کل داء (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاند کے حساب سے سترہ، انیس اور اکیس تارخ کو پچھنے لگوانے میں ہر بیماری کی شفاہے۔

7- عن کبشة بنت ابی بکرة ان اباها کان ینهی اهله عن الحجامة یوم الثلاثاء و یزعم عن رسول الله ﷺ ان یوم الثلاثاء یوم الدم وفیه ساعة لا یرقأ فیه الدم۔ (ابوداؤد)

کبشہ کہتی ہیں کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے دن حجامہ کرانے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ منگل کے دن آدمی کے مزاج میں خون کا غلبہ ہوتا ہے اور اس دن میں ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب خون زخم سے نکلے تو رکتا نہیں ہے بہتا ہی رہتا ہے۔

8- عن الزهری مرسلا عن النبی ﷺ من احتجم یوم الاربعاء او یوم السبت فاصابه وضح فلا یلومن الا نفسه (احمد و ابوداؤد)

امام زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بدھ کے دن یا ہفتے کے دن پچھنے لگوائے اور اس کو برص کی تکلیف ہو جائے تو وہ (اپنی اس غلطی پر) صرف خود کو ملامت کرے۔

تنبیہ

علاج معالجہ میں بیمار کے علاقے اور اس کی آب ہوا کا بیمار کی غذا کا اور اس کے مزاج کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے حجامہ کے ذریعے علاج ایسے شخص سے کرانا چاہیے جو باقاعدہ طبیب ہو اور مذکورہ بالا امور کا ماہر ہو۔ محض یہ سیکھنا کہ پچھنے کیسے لگائے جاتے ہیں اور کہاں لگائے

جاتے ہیں یہ کافی نہیں۔ساتویں اور آٹھویں حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انسانی مزاج میں بدھ اور ہفتے کے دن میں خون کا غلبہ کس وجہ سے ہوتا ہے؟ اور خود خون کے غلبے سے کیا مراد ہے؟ کیا بلڈ پریشر میں اضافہ ہونا مراد ہے یا خون کا پتلا ہونا مراد ہے کہ زخم سے خون مسلسل بہتا ہے اور خون کے جمنے کا عمل کمزور ہو جاتا ہے۔اور کسی اور دن میں بھی خون کا غلبہ ہو تو اس کو کیسے معلوم کیا جائے گا؟ اور اس طرح منگل کے دن پچھنے لگائے جائیں تو وہ کونسی گھڑی ہے جس میں خون رکتا نہیں ہے اور نہ رکنے کی کیا وجہ ہے؟ تا کہ اگر وہ وجہ کسی اور دن میں بھی پائی جا رہی ہو تو احتیاط کی جائے۔

دعا، دم اور تعویذ کے ذریعہ علاج

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِ لَدِيغٌ أَوْسَلِيمٌ فَعَرَضَ لهم رجل من الماء فقال هل فيكم من راق فان فى الماء رجلا لديغا او سليما فانطلق رجل منهم فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلٰى أَصْحَابِهٖ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب کا ایک پانی پر گزر ہوا (جس کے پاس عرب کا ایک قبیلہ آباد تھا۔اس قبیلہ کے یعنی) وہاں کے لوگوں کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا تھا۔اس قبیلہ کا ایک شخص ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے کیونکہ قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہے۔ان میں سے ایک صاحب گئے اور کچھ بکریوں کے عوض سورہ فاتحہ پڑھ پڑھ کر دم کیا۔وہ سردار ٹھیک ہو گیا (اور ان صحابی کو بکریاں مل گئیں)۔یہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔

عَنْ أَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ اشْتَكٰى مِنْكُمْ شَيْئًا أَوِ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَّهٗ فَلْيَقُلْ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِىْ فِى السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ وَ أَمْرُكَ فِى السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَاغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ فَيَبْرَأُ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (ابوداود)۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف ہو یا اس کے بھائی کو تکلیف ہو تو وہ یوں کہے۔ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِىْ فِى السَّمَاءِ

تَقَدَّسَ اِسۡمُكَ وَأَمۡرُكَ فِی السَّماءِ وَالۡاَرۡضِ كَمَا رَحۡمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجۡعَلۡ رَحۡمَتَكَ فِی الۡاَرۡضِ وَاغۡفِرۡلَنَا حُوۡبَنَا وَخَطَایَا نَا أَنۡتَ رَبُّ الۡعَالَمِیۡنَ أَنۡزِلۡ رَحۡمَةً مِنۡ عِنۡدِكَ وَشِفَاءً مِنۡ شِفَاءِ كَ عَلٰی هٰذَا الۡوَجۡعِ۔

ہمارا رب اللہ ہے جو آسمان میں ہے۔اے اللہ تیرا نام مقدس ہے اور آسمان و زمین میں تیرا ہی حکم چلتا ہے۔جیسے آسمان میں تیری رحمت ہے تو زمین میں بھی اپنی رحمت کر۔اے اللہ تو ہمارے گناہ......اور ہمارے خطاؤں کو بخشش دے تو ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس تکلیف پر اپنے پاس سے اپنی رحمت اور اپنی شفا سے شفا نازل فرما۔

اس پر اللہ کے حکم سے شفا ہو گی۔

عَنۡ عُثۡمَانَ بۡنِ أَبِی الۡعَاصِّ أَنَّهٗ شَكَا إِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ وَجۡعًا یَجِدُهٗ فِیۡ جَسَدِهٖ مُنۡذُ أَسۡلَمَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ضَعۡ یَدَكَ عَلَی الَّذِیۡ تَأَلَّمَ مِنۡ جَسَدِكَ وَقُلۡ بِسۡمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلۡ سَبۡعَ مَرَّاتٍ أَعُوۡذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدۡرَتِهٖ مِنۡ شَرِّمَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ۔ (مسلم) وَفِیۡ أَبِیۡ دَاوٗدَ قَالَ فَفَعَلۡتُ ذٰلِكَ فَأَذۡهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِیۡ۔

حضرت عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ جب سے وہ مسلمان ہوئے ہیں اس وقت سے اپنے جسم میں درد پاتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم اپنا ہاتھ اپنی تکلیف کی جگہ رکھو اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ یہ کلمات کہو اَعُوۡذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدۡرَتِهٖ مِنۡ شَرِّمَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ. (میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں)۔حضرت عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے میری تکلیف دور فرمادی

عَنۡ عائِشَةَ قَالَتۡ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اشۡتَكَی الۡإِنۡسَانُ أَوۡكَانَتۡ بِهٖ قُرۡحَةٌ أَوۡ جَرۡحٌ قَالَ بِإِصۡبَعِهٖ هٰكَذَا وَقَالَ بِسۡمِ اللّٰهِ تُرۡبَةُ أَرۡضِنَا بِرِیۡقَةِ بَعۡضِنَا لِیَشۡفِیَ سَقِیۡمَنَا بِإِذۡنِ رَبِّنَا۔ (بخاری و مسلم)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا اس کے پھوڑا یا زخم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی انگلی کو اپنا لعاب لگا کر اس کو مٹی سے چھوتے تھے اور پھر اس کو زخم و تکلیف کی جگہ ملتے ہوئے یوں فرماتے تھے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ تُرۡبَةُ أَرۡضِنَا بِرِیۡقَةِ بَعۡضِنَا لِیَشۡفِیَ سَقِیۡمَنَا

بِإِذْنِ رَبِّنَا۔ (اللہ کے نام کے ساتھ یہ دوا کے طور پر ہماری زمین کی مٹی ہے ہم میں سے ایک کے لعاب کے ساتھ تا کہ ہمارے رب کے حکم سے یہ ہمارے بیمار کو شفا دے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ إِذْ سَجَدَ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فِیْ إِصْبَعِهٖ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ نَبِیًّا وَلَا غَیْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ وَمِلْحٌ فَجَعَلَ یَضَعُ مَوْضِعَ اللَّدْغَةِ فِی الْمَاءِ وَالْمِلْحِ وَیَقْرَأُ۔ قُلْ هُوَاللّٰہُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ حَتّٰی سَکَنَتْ۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے جب سجدہ کیا تو ایک بچھو نے آپ کی انگلی کو ڈس لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا اور فرمایا اللہ بچھو پر لعنت فرمائے یہ (ایذاء دینے میں) نہ نبی کو چھوڑے نہ غیر نبی کو چھوڑے۔ پھر آپ نے ایک برتن میں پانی اور نمک منگوایا۔ پھر آپ نے ڈسی ہوئی جگہ کو نمک اور پانی میں ڈالتے رہے اور سورہ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَد اور معوذتین پڑھتے رہے یہاں تک آپ کی تکلیف کو سکون آ گیا۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ۔ (ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین دوا قرآن ہے۔

مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری

عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ قَالَ أُصِیْبَ أَنْفِیْ یَوْمَ الْکُلَابِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَاتَّخَذْتُ أَنْفاً مِنْ وَرِقٍ فَأَنْتَنَ عَلَیَّ فَأَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَنْ أَتَّخِذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ۔ (ترمذی)

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جاہلیت کے دور کی جنگ کلاب میں میری ناک کٹ گئی تھی۔ میں نے چاندی کی بنی ہوئی ناک لگوالی تھی۔ وہ بدبودار ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔

باب:3

بیماری میں پرہیز

مضر اشیاء سے پرہیز

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ بِنْتِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ مَعَهٗ عَلِيٌّ (وَعَلِيٌّ نَاقِهٌ مِنْ مَرَضٍ) وَلَنَا دُوَالٍ مُعَلَّقَةٌ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ يَاكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ يَا كُلُ مِنْهَا فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ مَهْ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ حَتّٰى كَفَّ قَالَتْ وَصَنَعْتُ شَعِيْرًا وَ سَلْقًا فَجِئْتُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ لِعَلِيٍّ مِنْ هٰذَا أَصِبْ فَإِنَّهٗ أَنْفَعُ لَكَ۔ (ابن ماجه)

حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہماری کھجوروں کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ وہ کھجور کھانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اے علی رک جاؤ کیونکہ تمہارے اندر ابھی مرض کی نقاہت باقی ہے۔ ام منذر کہتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر پکائے اور وہ پیش کئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی یہ کھاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہت نفع مند ہے۔

غیر مضر قلیل مقدار کی اجازت

مریض اگر ایسی شے کھانے کی خواہش کرے جس میں اس کے لئے ضرر نہ ہو یا نفع زیادہ ہو تو اس کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرنا۔

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ خُبْزٌ وَ تَمْرٌ فَقَالَ اُدْنُ وَ كُلْ فَأَخَذْتُ تَمْرًا فَأَكَلْتُ فَقَالَ أَتَاكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمْضَغُ مِنَ النَّاحِيَةِ الْأُخْرٰى فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (ابن ماجه)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تو آپ کے سامنے روٹی اور چھوارے رکھے تھے۔آپ نے فرمایا آجاؤ اور کھاؤ۔ میں نے ایک چھوارا اٹھایا اور کھالیا۔آپ نے فرمایا تم چھوارے کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں دوسری جانب سے کھا رہا ہوں اس پر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ هُوَ أَرْمَدُ وَبَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ تَمَرٌ يَاكُلُهٗ فَقَالَ يَا عَلِيُّ تَشْتَهِيُهِ؟ وَرَمٰى إِلَيْهِ بِتَمَرَةٍ ثُمَّ بِأُخْرٰى حَتّٰى رَمٰى إِلَيْهِ سَبْعًا ثُمَّ قَالَ حَسْبُكَ يَا عَلِيُّ۔ (ابو نعيم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آشوب چشم کی تکلیف کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس گئے۔آپ کے سامنے کچھ چھوارے رکھے ہوئے تھے جو آپ تناول فرما رہے تھے۔آپ نے پوچھا اے علی کیا اس کی خواہش ہے؟ اور ان کی طرف ایک چھوارہ پھینکا۔ پھر ایک اور پھینکا یہاں تک سات چھوارے ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے علی بس تمہارے لئے اتنے کافی ہیں۔

بیماری کے باعث بعض افعال سے پرہیز

ذَكَرَ أَبُوْ نُعَيْمٍ أَنَّهٗ كَانَ إِذَا رَمَدَتْ عَيْنُ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهٖ لَمْ يَاتِهَا حَتّٰى تَبْرَأَ عَيْنُهَا۔ (ابو نعيم)

جب نبی ﷺ کی ازواج میں سے کسی کو آشوب چشم کی تکلیف ہوتی تھی تو جب تک ان کی تکلیف دور نہ ہو جاتی آپ ان سے جماع نہ کرتے۔

باب:4

بیماری میں ابتلاء کی حکمت

گناہوں سے مغفرت

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ مَا یُصِیبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةَ یَشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ۔(بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کو جو بھی زخم و تکلیف اور فکر و حزن و غم پہنچے یہاں تک کہ کوئی کانٹا بھی اس کو چبھے تو اس کے بدلے میں اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَا لَكِ تُزَفْزِفِیْنَ قَالَتْ اَلْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِیْهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّیْ الْحُمّٰى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَایَا بَنِیْ آدَمَ كَمَا یُذْهِبُ الْكِیْرُ خُبْثَ الْحَدِیْدِ۔(مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ام سائب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انکی حالت دیکھ کر ان سے پوچھا تم کپکپا کیوں رہی ہو۔انہوں نے جواب دیا بخار (کی وجہ سے)، اللہ اس میں برکت نہ رکھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو کیونکہ یہ اولاد آدم کے گناہ اسی طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰى رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا یُصِیبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا أَوْ دُوْنَهَا إِلَّا بِذَنْبٍ وَ مَا یَعْفُو اللّٰهُ تَعَالٰى أَكْثَرُ وَ قَرَأَ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْعَنْ كَثِیْرٍ۔(ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بندے کو جو بھی چھوٹی بڑی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے گناہ کے سبب سے پہنچتی ہے اور جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہیں وہ زیادہ ہوتے ہیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی۔وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِیْبَةٍ

فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيرٍ۔

عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (ترمذی)

حضرت انس ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دنیا ہی میں سزا دے لیتے ہیں اور جب اللہ اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہ کا بدلہ اس سے روک لیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو (اس کے گناہوں کی) پوری سزا دیتے ہیں۔

رفع درجات

عَنْ خَالِدِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ۔ (ابو داؤد)

خالد سلمی رحمہ اللہ کے والد ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندے کے لئے اللہ کی جانب سے بلند مرتبہ لکھا جاتا ہے لیکن اس کے عمل اتنے نہیں ہوتے کہ اس تک پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم یا اس کے مال یا اس کی اولاد میں آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں پھر اس کو اس آزمائش میں صبر عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ کی جانب سے لکھے ہوئے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عُظْمِ الْبَلَاءِ۔ (ابن ماجه)

حضرت انس ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑا انعام بڑی آزمائش کے ساتھ ہوتا ہے۔

اصلاح احوال واعمال

عَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهِ وَ مَوْعِظَةً فِيمَا

يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِىَ كَانَ كَالْبَعِيرِ عَقَلَهٗ أَهْلُهٗ ثُمَّ أَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ وَلِمَ أَرْسَلُوْهُ۔(ابو داؤد)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیماریوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ مومن جب بیمار ہوتا ہے پھر اللہ عزوجل اس کو صحت عطا فرماتے ہیں تو یہ بیماری اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ اور آئندہ کے لئے نصیحت بنتی ہے۔ اس کے برعکس منافق جب بیمار ہوتا ہے اور پھر تندرست ہوتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی سی ہوتی ہے کہ اس کو اس کے مالک نے باندھ دیا ہو پھر کھول دیا ہو اور اونٹ کو کچھ سمجھ نہیں ہوتی کہ اس کو کیوں باندھا تھا اور کیوں کھول دیا۔

مریض کو فائدہ رضا بالقضا میں ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَ جَلَّ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِىَ فَلَهُ الرِّضَا وَ مَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل جب کچھ لوگوں کو پسند کرنا چاہتے ہیں تو ان کو تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں تو جو تکلیف پر راضی ہوئے ہیں ان سے اللہ راضی ہوتے ہیں اور جو اللہ کی قضا پر راضی نہیں ہوتے اللہ ان سے ناراض ہوتے ہیں۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيِّ أَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَعُوْدَانِهٖ فَقَالَا لَهٗ كَيْفَ أَصْبَحْتَ قَالَ أَصْبَحْتُ بِنِعَمِهٖ قَالَ شَدَّادٌ أَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّاتِ وَحَطِّ الْخَطَا يَا فَإِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ إِذَا أَنَا اِبْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِىْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِىْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ فَإِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ مِنَ الْخَطَا يَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى أَنَا قَيَّدْتُّ عَبْدِىْ وَ اِبْتَلَيْتُهٗ فَأَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ۔ (احمد)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ ایک بیمار شخص کی عیادت کے لئے اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ صبح کس حال میں کی؟ اس نے جواب دیا کہ بڑی نعمت یعنی اللہ کی قضاء پر رضا و تسلیم کے ساتھ کی۔ اس پر حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں گناہوں کے کفاروں اور خطاؤں کے مٹنے کی خوشخبری ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ

عزوجل فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندے کو دکھ وتکلیف میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس ابتلا پر میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنے بستر علالت سے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک وصاف اٹھے گا جس دن کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو بیماری میں مبتلا کیا اور اس کی آزمائش کی تو (اے فرشتو) تم اس کے لئے وہی اجر لکھو جو اس کے لئے صحت کی حالت میں لکھتے تھے۔

بیماری پر اجر تکلیف کے بقدر ملتا ہے

عَنْ سَعْدٍ ﷺ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ أَیُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ اَلْأَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسْبِ دِیْنِہٖ فَإِنْ کَانَتِ فِیْ دِیْنِہٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُہٗ وَإِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ رِقَّۃٌ ھُوِّنَ عَلَیْہِ فَمَا زَالَ کَذٰلِکَ حَتّٰی یَمْشِیَ عَلٰی أَرْضٍ مَا لَہٗ ذَنْبٌ۔ (ترمذی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے سخت مصیبت وتکلیف کس کو پیش آتی ہے۔آپ نے فرمایا انبیاء کو پھر جوان کے مشابہ ہیں اور اس کے بعد جوان کے مشابہ ہیں۔آدمی کی آزمائش اس کی دینداری کے مطابق ہوتی ہے۔اگر وہ دین میں پختہ ہے تو اس کی آزمائش وتکلیف بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہے تو اس کی تکلیف و آزمائش ہلکی ہوتی ہے۔یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر کچھ گناہ باقی نہیں رہتا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ ھُوَ یُوْعِکُ فَمَسَسْتُہٗ بِیَدِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ إِنَّکَ لَتُوْعَکُ وَعُکاً شَدِیْدًا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ أَجَلْ إِنِّیْ أُوْعَکُ کَمَا یُوْعَکُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِکَ لِأَنَّ لَکَ أَجْرَیْنِ فَقَالَ أَجَلْ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ کو بخار تھا میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو تو سخت بخار ہے۔آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے بخار کی حرارت اتنی شدید ہوتی ہے جتنی کہ تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ ایسا اس لئے ہے کہ آپ کو دوگنا اجر ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

بیماری میں غیر شرعی باتوں سے پرہیز ضروری ہے

مسئلہ: بعض لوگ مرض وغیرہ میں کالے رنگ کا بکرا ذبح کرتے ہیں اور اس کی سری مریض

کے گرد گھمانے کے بعد کسی چوراہے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ باطل عقیدہ ہے اور سخت گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ: اسی طرح بہت سے لوگوں میں یہ اعتقاد ہے کہ بیمار کی طرف سے بکرا ذبح کر کے اس کے گوشت کو فقراء پر تقسیم کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور جان کو جان کا بدلہ خیال کرتے ہیں۔ یہ باطل عقیدہ ہے۔ شریعت میں قربانی اور عقیقہ کے علاوہ اور کسی بھی موقع پر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہیں ہے۔ شریعت میں آفات اور بیماریوں سے حفاظت کیلئے صدقہ وخیرات کی ترغیب آئی ہے اور نقدی کی صورت میں صدقہ افضل ہے کیونکہ ضرورت مند شخص نقدی سے اپنی ضرورت کی شئے خرید سکتا ہے۔

باب:5

بیمار کی عیادت

اہمیت وفضیلت

عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ عُوْدُوْا الْمَرِیْضَ۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ یَزَلْ فِیْ خَرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ (مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو لوٹنے تک وہ جنت کے باغیچے میں ہوتا ہے (یعنی جنت میں لے جانے والے عمل میں ہوتا ہے)۔

فائدہ: مسلمان میں فاسق مسلمان بھی شامل ہے لہٰذا اس کی عیادت کو جانا بھی مستحب ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ وَجَدْتَّنِیْ عِنْدَهٗ۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے اے ابن آدم میں بیمار ہوا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا اے میرے رب میں آپ کی عیادت کیونکر کرتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تجھے علم نہیں ہوا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کو

جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ مِنْ وَجْعٍ كَانَ بِعَيْنِي۔ (ترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میری آنکھوں میں تکلیف کی وجہ سے میری عیادت کی۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيرَةَ سِتِّينَ خَرِيفًا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو وہ ساٹھ سال کی مسافت جہنم سے دور کر دیا جاتا ہے۔

عیادت کے آداب

1- مریض کے پاس شور نہ کرے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيضِ۔ (رزین)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مریض کی عیادت کے وقت سنت طریقہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر بیٹھو اور شور نہ کرو۔

2- مختصر وقت بیٹھے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعِيَادَةُ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَ فِي رِوَايَةٍ أَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ۔ (بیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عبادت تو بس اتنی دیر ہے جتنی دیر کہ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان مختصر سا وقفہ کیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ افضل عیادت اس میں ہے کہ جلدی اٹھ جائے۔

3- گناہوں کے معاف ہونے کی خوشخبری دے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَا بَاسَ طَهُوْرٌ إِنْشَاءَ اللّٰهُ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ اس کو مشقت خیال نہ کرو بلکہ انشاء اللہ یہ گناہوں کو دور کرنے والا ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَادَ مَرِيْضًا فَقَالَ اِبْشِرْفَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِيَ نَارِيْ أُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِي الْمُوْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِيَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت کی اور فرمایا کہ خوشخبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میری آگ ہے جو میں اپنے مومن بندے پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تا کہ یہ قیامت کے دن کی آگ کے بدلے میں ہو جائے۔

4- مریض کیلئے دعا کرے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَشْفِيَكَ إِلَّا شَفٰى إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ قَدْ حَضَرَ أَجَلُهٗ۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کو جاتا ہے اور سات مرتبہ یہ کہتا ہے۔أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ.
(میں عظمت والے اللہ تعالیٰ سے جو عظمت والے عرش کے مالک ہیں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاعطا فرمادیں)۔

تو اس کو شفا ہوتی ہے الا یہ کہ مریض کی موت ہی کا وقت ہو چکا ہو۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْيَمْشِيْ لَكَ إِلٰى جَنَازَةٍ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کو جائے تو یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا أَوْ يَمْشِيْ لَكَ إِلٰى جَنَازَةٍ۔

اے اللہ اپنے بندے کو شفا عطا فرما تا کہ تیرے دشمن کو یہ زخم لگائے اور تیری رضا کے لئے جنازہ کے ساتھ چلے۔

5- مریض کو تسلی دے

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِيْ أَجَلِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَ يَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ۔(ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم مریض کے پاس (عیادت کیلئے) جاؤ تو اس کی موت کے بارے میں اس کے غم کو دور کرو تمہاری یہ بات تقدیر کو تو نہیں پھیر سکتی لیکن مریض کو اس سے راحت ہوتی ہے۔

6- جو اپنا بڑا ہو اور جس کو مریض چاہے وہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھے اور اس کے جسم پر ہاتھ پھیرے

عَنْ سَعْدٍ قَالَ اِشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوًى شَدِيْدًا فَجَاءَنِيَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُنِيْ ...... ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِيْ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهِيْ وَبَطْنِيْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا۔ (بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گیا۔ نبی ﷺ میری عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لائے۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک میرے ماتھے پر رکھا۔ پھر میرے چہرے اور میرے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور کہا اے اللہ سعد کو شفا عطا فرمائیے۔

مسئلہ: ہر شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھے کیونکہ اس سے مریض کو کبھی تکلیف ہوتی ہے۔ ہاں اگر وہ خود رکھنے کو کہے تو پھر ہاتھ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کافر ذمی کی عیادت کرنا جائز ہے

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ غُلَامًا لِيَهُوْدٍ كَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ أَسْلِمْ فَأَسْلَمَ۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کے پاس اس کی عیادت کو گئے۔ اس وقت بھی آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

عیادت کا وقت

رسول اللہ ﷺ سے عیادت کیلئے کوئی خاص دن یا خاص وقت منقول نہیں بلکہ آپ دن میں بھی اور رات میں بھی عیادت کیلئے گئے ہیں۔ البتہ مریض کی راحت اور اس کے آرام کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

سرکاری ہسپتالوں میں مریض سے ملنے کے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں تو وہ ان کی انتظامی ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

تنبیہ: اگر معلوم ہو کہ عیادت کیلئے مریض کے پاس جانے سے مریض کو تکلیف ہوتی ہے تو اس صورت میں اجتناب کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب مریض کو I.C.U میں رکھا جاتا ہے اور اس سے ملاقات سے منع کر دیا جاتا ہے۔

باب:6

وضو کے مسائل

مسئلہ: اگر کسی کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا اور کہنی کا کچھ بھی حصہ باقی نہیں رہا تو کہنی کا دھونا اس سے ساقط ہو گیا اور اگر کہنی یا اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تو اس کا دھونا فرض ہے۔[1]

مسئلہ: اعضائے وضو پر اگر کچھ زائد عضو مرکب ہو تو

(i) اگر اس حصہ پر جس کا دھونا وضو میں فرض ہے زائد پیدا ہوا مثلاً کہنی سے نیچے کے حصے میں پیدا ہو جیسے زائد انگلی یا زائد ہتھیلی موجود ہو تو اس کا دھونا بھی فرض ہے۔[2]

(ii) اور اگر وہ کہنی سے اوپر ہو مثلاً کندھے پر دو ہاتھ پیدا ہوں تو اصلی اور زائد طے کرنے میں گرفت اور پکڑ کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ دونوں ہی ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے تو دونوں ہی اصلی شمار ہوں گے اور دونوں ہاتھوں کا دھونا فرض ہوگا۔ اور اگر دونوں سے نہیں پکڑ سکتا تو اگر وہ دونوں ہاتھ پورے اور متصل (ملے ہوئے) ہیں تو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں کا دھونا فرض ہوگا اور اگر دونوں پورے ہوں مگر منفصل (جدا جدا) ہوں تو صرف اصلی ہاتھ کا دھونا فرض ہوگا کہ جس کے ساتھ وہ پکڑ سکتا ہے اور دوسرے کو دھونا مستحب ہوگا۔[3]

مسئلہ: اگر کسی کا پاؤں کٹ جائے اور ٹخنے میں سے کچھ باقی نہ رہے تو اس کا دھونا ساقط ہو جائے گا اور اگر کچھ باقی رہے تو جتنا باقی ہے اس کا دھونا فرض ہے۔[4]

مسئلہ: اگر کسی کا پاؤں (یا وضو کا کوئی اور عضو) خشک یا بے حس ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اگر اس کو کاٹو تو اس شخص کو خبر نہ ہو تو وضو میں اس پاؤں یا عضو کا دھونا بھی فرض ہے۔[5]

مسئلہ: اگر پاؤں کی پھٹن (Tylosis) میں پانی لگنا ضرر کرتا ہو تو اس میں رکھی ہوئی دوائی کے اوپر ہی سے صرف پانی بہانا جائز ہے۔[6]

مسئلہ: اگر اس پھٹن کو سی لے تو اوپر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔[7]

مسئلہ: اگر کسی کے اعضاء میں شگاف (پھٹن یا زخم) ہے اور دھونا اس کو نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا دھونا فرض ہے اور اگر دھونا نقصان کرے تو دھونے کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا اور اس کے اوپر سے پانی بہانا فرض ہے اور اگر زخم پر پانی بہانا بھی نقصان دیتا ہو تو مسح کافی ہے اور اگر مسح بھی نقصان کرتا ہو تو مسح بھی اس سے ساقط ہو جائے گا لہٰذا وہ اس کے اردگرد سے دھولے اور اس جگہ کو چھوڑ دے اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہیں کرتا اور وہ گرم پانی پر قادر ہے تو اس کو گرم پانی استعمال کرنا لازم ہوگا۔[8]

مسئلہ: اگر کسی کے دونوں ہاتھوں میں پھٹن ہو اور وہ پانی استعمال نہ کرسکتا ہو اور وہ اپنا چہرہ اور سر پانی میں رکھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو وہ تیمّم کرے۔[9]

مسئلہ: کسی کی آنکھیں دکھتی ہیں اس لئے اس کی آنکھوں سے پیپ بہت نکلی اور ایسی سوکھ گئی کہ اگر اس کو نہ چھڑائے تو اس کے نیچے آنکھ کے کنارے پر پانی نہ پہنچے گا تو اس کو چھڑا ڈالنا واجب ہے۔اس کو چھڑائے بغیر نہ وضو درست ہوگا اور نہ ہی غسل۔[10]

مسئلہ: کنٹیکٹ لینز Contact Lens لگے ہوئے ہوں تو ان سے وضو اور غسل میں کوئی فرق نہیں آتا۔

مسئلہ: محض زیبائش کے لئے رنگین کنٹیکٹ لینز لگانے کی اجازت ہے۔

حوالجات

(3,2,1) درمختار ص:76 ج1 (4) ردالمحتار ص:76 ج1

(5) عمدۃ الفقہ ص:109 ج1 (6) ردالمحتار ص:75 ج1

(7,8) درمختار ص:75 ج1 (9) ردالمحتار ص:75 ج1

(10) ردالمحتار ص:72 ج1

باب:7

وضوکوتوڑنے والی اورنہ توڑنے والی اشیاء کا بیان

1- پیشاب و پاخانہ کی راہوں سے عادت کے طور پر نکلنے والی اشیاء

مسئلہ: جو ریح (ہوا) مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (1)

مسئلہ: جب کوئی شخص نماز میں اپنے مقعد میں پھڑک محسوس کرے تو وضو ٹوٹنے کا یقین ہوئے بغیر نماز نہ چھوڑے کیونکہ یہ کبھی عضو کی پھڑک Muscle Twitch بھی ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَوَجَدَ حَرَكَةً فِیْ دُبُرِهٖ أَحْدَثَ أَوْلَمْ یُحْدِثْ فَأُشْكِلَ عَلَیْهِ فَلَا یَنْصَرِفْ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ یَجِدَ رِیْحًا (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں ہو اور وہ اپنے مقعد میں کچھ پھڑک محسوس کرے (جس سے) وہ تردد میں پڑ جائے کہ (ہوا خارج ہوئی یا نہیں اور اس طرح) وضو ٹوٹا یا نہیں تو وہ (اپنی نماز سے) نہ پھرے یہاں تک کہ وہ (ہوا نکلنے کی) آواز سنے یا (ہوا کی) بو پائے (یا بو اور آواز کے ہوتے ہوئے جس طرح ہوا کے نکلنے کا یقین ہوتا ہے اس طرح کا یقین ہو کہ ہوا نکلی ہے)۔

مسئلہ: جو عورت مفضاۃ ہو یعنی جس عورت کی شرمگاہ اور پاخانہ کے مقام کے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک ہو گئے ہوں اس کی شرمگاہ سے ریح نکلنے سے احتیاطاً وضو کرنا واجب ہے۔ (2)

مسئلہ: جس عورت کا پیشاب اور جماع کا مقام (Urethra & Vagina) آپس میں مل کر ایک ہوگیا ہو تو اس کے آگے کے مقام سے یعنی Per Vagina ریح خارج ہونے پر اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا[3]

مسئلہ: جس مرد کا عضو تناسل (Penis) کٹ گیا ہو۔ اگر اس کے پیشاب کے مقام سے کوئی ایسی چیز نکلے جو پیشاب کے مشابہ ہو اگر وہ اس کو روکنے پر اس طرح قادر ہو کہ چاہے تو روک لے اور چاہے تو خارج کر دے تب تو وہ پیشاب ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر وہ اس طرح پر قادر نہیں تو جب تک وہ (نکل آنے کے بعد) نہ بہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[4]

مسئلہ: خنثیٰ (Pseudo- Hermaphrodite) کے متعلق جب یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ مردوں میں شامل ہے تو اس کی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے شمار ہوگی لہٰذا اس سوراخ سے کچھ ظاہر ہو تو اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے گا جب تک وہ بہہ نہ جائے۔[5]

مسئلہ: خنثیٰ مشکل (True Hermaphrodite) کے دونوں سوراخوں میں سے کسی ایک سے پیشاب نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ بہے یا نہ بہے۔[6]

مسئلہ: اگر کسی مرد کے عضو تناسل میں زخم ہو اور اس میں دو سوراخ ہوں ان میں سے ایک سوراخ ایسا ہو کہ اس سے وہی چیز نکلتی ہے جو پیشاب کے راستے سے بہتی ہے اور دوسرا سوراخ ایسا ہو کہ اس سے وہ چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے سے نہ بہتی ہو تو پہلا سوراخ پیشاب کا سوراخ (Penile Opening) ہے جب پیشاب اس کے سرے پر ظاہر ہوگا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ بہے یا نہ بہے اور دوسرے سوراخ سے اگر کچھ رطوبت ظاہر ہو تو جب تک وہ نہ بہے وضو نہیں ٹوٹے گا۔[7]

مسئلہ: اگر کسی شخص کا بواسیری مسہ (Haemorrhoidal Pile) اندر سے باہر نکل آئے اور اس کو ہاتھ یا کپڑے کے ذریعے اندر داخل کر دے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر مثلاً چھینک آنے سے وہ مسہ خود بخود اندر داخل ہو جائے تب بھی وضو ٹوٹ گیا اسی میں احتیاط ہے۔[8]

مسئلہ: کانچ (Rectal Prolapse) کے نکلنے ہی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اندر کی نجس رطوبت باہر ہو جاتی ہے۔[9]

مسئلہ: جو منی (Semen) شہوت کے بغیر نکلے اس سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا وہ کسی بلند جگہ سے گرا اور منی نکل آئی تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا یعنی اس صورت میں اس پر غسل فرض نہیں ہوگا صرف وضو فرض ہوگا۔[10]

پیشاب پاخانے کی راہ سے اور عورت کی شرمگاہ سے خلاف عادت نکلنے والی اشیاء

وہ اشیاء یہ ہیں

(i) استحاضہ کا خون Abnormal Uterine Bleeding (ii) کیڑا، (iii) کنکری اور پتھری (iv) زخم کا گوشت اور (v) حقنہ کی نلی (Enema Tube) جو مقعد کے اندر غائب کر دی گئی تھی۔

مسئلہ: کیڑا یا پتھری اگر پاخانے کے مقام سے نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ اگر مرد یا عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے تب بھی یہی حکم ہے۔[11]

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے پیشاب کے سوراخ (Penile Opening) میں تیل ٹپکائے پھر وہ تیل باہر نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔[12]

مسئلہ: اگر عورت نے اپنے فرج داخل (Vagina) میں تیل ٹپکایا یا مرہم لگائی تو اس تیل یا مرہم کے باہر نکل آنے سے اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔[13]

مسئلہ: اگر تیل سے حقنہ (Enema) کیا پھر وہ تیل اس کے مقعد سے باہر نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ حقنہ کی صورت میں تیل نجاست کے ساتھ مل جاتا ہے۔[14]

مسئلہ: اگر کسی شخص نے سوکھی انگلی پاخانے کے مقام میں داخل کی اور وہ انگلی اندر غائب نہیں ہوئی یعنی انگلی کا کچھ حصہ باہر رہا۔ پھر انگلی باہر نکال لی تو انگلی پر تری اور بو کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر تری یا بو موجود ہو تو وضوٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔ پھر بھی احتیاط وضو کرنے میں ہے۔ اور اگر انگلی پوری اندر غائب ہوگئی تو وضوٹوٹ گیا تری یا بو کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔[15]

مسئلہ: اگر کسی کے پاخانے کے مقام میں کوئی سوکھی لکڑی مثلاً آلہ حقنہ کا سرا یا سوکھا Proctoscope یا کوئی Dilator وغیرہ داخل کیا اور اس کا ایک سرا باہر رہا تو اس کو باہر نکالنے پر اس پر تری یا بو ہونے کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر تری یا بو ہوگی تو وضوٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔ البتہ

احتیاطاً وضو کر لینا چاہئے۔ اور اگر کوئی آلہ پوری طرح اندر غائب ہو گیا تو ہر حال میں وضوٹوٹ جائے گا۔[16]

مسئلہ: لیکن یہی عمل اگر تر انگلی یا آلہ کے ساتھ کیا ہو (جب کہ اس پر گلیسرین یا کوئی اور Lubricant لگا ہو) تو ہر حال میں وضوٹوٹ جائے گا۔ خواہ غائب ہو یا نہ ہو۔[17]

مسئلہ: کسی عورت کے فرج Vagina میں (P/V Examination کیلئے) انگلی داخل کرنے سے مریض عورت کا وضوٹوٹ جائے گا۔[18]

مسئلہ: ولادت سے پیشتر جو پانی (Amniotic Fluid) چھوٹتا ہے وہ نفاس یا حیض نہیں بلکہ نجس رطوبت ہے۔ اس کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ اس کے باوجود بھی نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اندرونی شرمگاہ (Vagina) میں گدی (Pad) یا روئی نماز اور وضو سے پہلے رکھنا واجب ہوگا۔[19]

فرج داخل کی رطوبت (Normal Vaginal Discharge) ہو یا رحم کی رطوبت (Uterine Discharge) ہو یہ دونوں ناپاک ہیں۔ لہٰذا لیکوریا (Leucorrhoea) نجس ہے اس کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ لیکوریا میں بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے البتہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ناپاک اور نجس ہے لیکن حقیقت یہ ہے ک یہ سب کے نزدیک نجس ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب فقہی مضامین میں دی ہے۔

مسئلہ: بواسیر کے علاج کے لئے کوئی تیل یا مرہم پاخانے کی راہ میں لگائی۔ جب وہ باہر نکل آئے تو وضوٹوٹ جائے گا کیونکہ اب یہ تیل اور مرہم نجس ہیں۔ یہ تیل یا مرہم اگر کپڑوں کو لگ جائے تو نجس ہونے کے باعث کپڑے کا اتنا حصہ بھی نجس و ناپاک ہو جائے گا اسی طرح بطور جلاب کے جب Liquid Paraffin کا استعمال کیا جائے اور وہ پاخانے کی راہ سے از خود نکل آئے یعنی Leak ہوتو اس سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔[20]

مسئلہ: مردوں میں چونکہ پیشاب کی نالی (Urethra) لمبی ہوتی ہے اس لئے پیشاب سے فراغت کے بعد اکثر لوگوں میں اس کے دو چار قطرے باقی رہ جاتے ہیں۔ کھڑے ہونے کے بعد کھانسی کر کے یا ٹانگ کو جھٹکا دے کر یا پیشاب کی نالی کو پیچھے سے انگلیوں سے دبا کر وہ قطرے

نکال دیئے جائیں اس کو استنجا سکھانا بھی کہتے ہیں۔اس کے بعد وضو کریں اور نماز پڑھیں۔اگر ان قطروں کو نہ نکالا اور وضو کے بعد یا نماز کے دوران وہ قطرے نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز نہ ہو گی۔[21]

مسئلہ:اگر اچھی طرح استنجا سکھانے کے بعد پھر پیشاب کے قطرے آنے کا محض شک ہوتا ہو اور قطرہ نکلتا نہ ہو تو اس کی طرف توجہ نہ کرے اور وضو کرتے ہوئے اپنی رومالی پر پانی کے چھینٹیں ڈال لے پھر بھی شک رہے تو مستحب ہے کہ نماز کے دوران پیشاب کی نالی میں روئی بھر لے۔ اور اگر اس عمل کے بغیر قطرہ نہ رکتا ہو تو پھر یہ عمل کرنا واجب ہے۔[22]

مسئلہ: مرد کی پیشاب کی راہ سے دیگر دو قسم کی رطوبتیں بھی خارج ہوتی ہیں ایک مذی (Prostatic Secretions) جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے اور دوسرے ودی کہلاتی ہے جو در حقیقت ان نمکیات کا گاڑھا محلول (Sediment of salts) ہوتا ہے جو مثانہ میں نیچے بیٹھ جاتا ہے اور پیشاب کے آخری حصہ کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔ان دونوں سے صرف وضو ٹوٹتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔[23]

II پیشاب پاخانے کی راہ کے علاوہ کسی اور جگہ سے نجاست کا نکلنا

یہ نجاستیں خون، پیپ اور کچ لہو ہیں۔ان نجاستوں سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصہ تک بہہ جائے جس کا دھونا یا مسح کرنا وضو یا غسل میں واجب یا مستحب ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خون پیپ وغیرہ زخم کی حدود سے تجاوز کر کے متصل صحیح جگہ پر پہنچ جائے۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْوُضُوْءُ مِنَ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ۔ (کامل ابن عدی)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَعُفَ رَجَعَ فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ثُمَّ رَجَعَ وَبَنٰى عَلٰى مَا قَدْصَلّٰى ۔ (بیهقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب کبھی (نماز کے دوران) ناک سے نکسیر پھوٹتی تو وہ نماز چھوڑ کر واپس جاتے اور وضو کرتے اور کچھ بات نہ کرتے پھر واپس آ کر جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرتے۔

بہنے کی تعریف یہ ہے کہ زخم کی جگہ سے نکل کر تندرست جگہ پر آ جائے۔ پس جب تک خون زخم وغیرہ کی جگہ میں رہے یعنی زخم کے احاطہ (Peripheries) کے اندر رہے اور اس سے اوپر اٹھ کر زخم کے احاطہ سے باہر کو نہیں بہتا اس وقت تک وہ بہنے والا نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی آنکھ میں زخم سے خون نکل کر آنکھ کے ایک گوشے تک چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ آنکھ کے اندر کا دھونا وضو یا غسل میں فرض یا واجب یا مستحب نہیں ہے۔[24]

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی جگہ کے زخم کے اندر اندر یعنی Within Peripheries خون ایک جانب سے بہہ کر دوسری جانب چلا جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔[25]

مسئلہ: اگر سر کے زخم Head injury میں خون دماغ سے اتر کر ناک کی نرم جگہ تک آ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ غسل جنابت میں اس حصہ کا دھونا فرض ہے۔[26]

اسی طرح اگر دماغ سے جاری ہو کر خون ناک کی ہڈی تک آ جائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر چہ ناک کی نرم جگہ تک نہ آیا ہو کیونکہ جو شخص روزہ سے نہ ہو اس کے لئے وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈال کر اوپر کو کھینچنا کہ اس کے سخت حصے تک پہنچ جائے سنت ہے۔[27]

مسئلہ: اگر کسی کے دماغ سے خون اتر کر کان کے اندر (یعنی External Auditory Tube میں آ جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ غسل میں اس جگہ کو دھونا فرض نہیں ہے لیکن اگر خون کان کے سوراخ تک آ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[28]

مسئلہ: اگر بالفعل خون کا بہنا نہ پایا جائے اور بالقوۃ (Potentially) بہنا پایا جائے مثلاً نکلتے ہوئے خون کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا (جیسا کہ Bleeding Time معلوم کرنے میں کیا جاتا ہے) اور وہ خون اتنا تھا کہ اگر وہ نہ پونچھتا تو بہہ جاتا تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پس اگر زخم سے تھوڑا سا خون نکلا اور زخم کے سرے پر ظاہر ہوا۔ اس نے روئی یا کپڑے یا کسی اور چیز مثلاً Tissue Paper سے پونچھ دیا یا اس پر مٹی یا راکھ ڈال دی یا اس پر روئی وغیرہ رکھ دی اور اس چیز نے اس خون کو خشک کر دیا پھر خون نکلا اور اس نے پھر ایسا ہی کیا اور چند بار اسی طرح کیا تو نکلے

ہوئے خون کی مقدار کا اندازہ کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اگر نہ پونچھتا یا مٹی وغیرہ ڈال کر جذب نہ کرتا تو وہ بہہ جاتا یا نہیں۔ پس اگر اتنی مقدار بنتی ہو کہ جو بہہ جاتی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔

خون کی مقدار کا اندازہ کرنے کا حکم اس وقت ہے جب ایک ہی مجلس (Sitting) میں یکے بعد دیگرے اس کو خشک کیا ہو۔ لیکن اگر مختلف مجالس میں ایسا کیا ہو تو اس کی کل مقدار کا اندازہ نہیں کیا جائے گا اور ہر مجلس کی مقدار بہنے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔[29]

مسئلہ: چھوٹی چچڑی، مچھر، پسو اور مکھی وغیرہ کے خون چوس لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان کا پیا ہوا خون اتنا نہیں ہوتا کہ جو خود بہہ سکے اور اگر بڑی چچڑی یا جونک خون چوس کر بھر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ خون اتنی مقدار میں ہوتا ہے کہ خود بہہ سکے۔[30]

مسئلہ: اگر کسی نے فصد کھلوائی (Venesection) اور اس سے بہت سا خون نکلا اور اس طرح سے بہہ گیا کہ زخم کے اردگرد نہیں لگا یعنی اس کے بدن کے اس حصہ پر نہیں لگا کہ وضو یا غسل میں جس کے پاک کرنے کا حکم ہے تب بھی اس کا وضو ٹوٹ گیا۔[31]

اسی طرح خون کے کسی تجزیہ (Test) کیلئے سوئی کے ذریعے سرنج (Syringe) میں خون لیا یا وریدی ٹیکہ (Intravenous) لگانے کیلئے پہلے خون کو سرنج میں کھینچا یا خون کا عطیہ دیا تو ان تمام صورتوں میں بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: وضو کو توڑنے میں زخم کو دبا کر نکالے ہوئے اور خود بخود نکلے ہوئے خون وغیرہ کا حکم یکساں ہے۔ پس اگر زخم، پھوڑا، پھنسی، دنبل اور آبلہ وغیرہ کو دبا کر خون یا پیپ کو نکالا اور وہ بہنے کی حد کو پہنچ گیا تو وضو ٹوٹ گیا۔[32]

مسئلہ: اگر کسی شخص نے ناک سنکی اور اس سے جمے ہوئے خون کا کتلہ نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ یہ منجمد خون ہے جب کہ نجس خون وہ ہے جو بہہ کر نکلے۔ لہٰذا اگر ناک سنکنے سے بہتے ہوئے خون کا قطرہ نکلا تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[33]

مسئلہ: اگر منہ یا دانتوں سے تھوک کے ساتھ خون مل کر آئے تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خون مغلوب اور تھوک غالب ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

خون کے غالب ہونے اور برابر ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ کم سرخ ہوا اور خون

کے مغلوب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ پیلا ہو۔[34]

خون کا غالب ہونا اس کے بہنے والے ہونے پر دلیل ہے اور برابر ہونے کی صورت میں بھی غلبہ ظن ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بہنے والا ہے۔

مسئلہ: کسی شخص نے کوئی چیز چبائی یا کاٹی یا اس نے دانتوں میں خلال یا مسواک یا برش کا استعمال کیا اور اس چیز یا دانتوں پر خون کا اثر پایا تو جب تک وہ نہ بہے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔[35]

اور اس کے بہنے والا ہونے کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ منہ اور دانتوں میں جس جگہ سے خون نکلا ہو اس جگہ پر انگلی یا کپڑا رکھے۔ اگر دوبارہ اس انگلی یا کپڑے پر خون ظاہر ہو تو گمان غالب یہ ہے کہ وہ خون بہنے والا ہے ورنہ نہیں۔

III کسی بیماری سے پانی کا نکلنا

مسئلہ: آنکھوں سے جو صاف پانی بہے خواہ تیز روشنی سے یا دھوپ کی تپش سے یا پیاز کاٹنے سے یا کھانسی روکنے یا کسی کا ہاتھ لگنے سے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح سرمہ یا دوائی کی تیزی یا سلائی کی چوٹ سے جو پانی نکلے وہ بھی ناقض وضو نہیں۔[36]

مسئلہ: آنکھ میں کوئی چیز (Foreign Body) پڑ جائے پھر خواہ خود نکل جائے یا آنکھ میں پیوست ہو جائے اس سے جو صاف پانی نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح پروال (Trichiasis) کی رگڑ سے جو پانی بہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔[37]

مسئلہ: اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور کھٹکتی ہوں تو جب تک ان سے صاف پانی نکلے اور اس میں چپچپاہٹ نہ ہو اور پیپ نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ جب آنکھوں سے چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[38]

مسئلہ: زکام کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[39]

مسئلہ: آنکھ اور ناک کے درمیان نلی Naso-Lacrimal Duct کے بند ہونے (Blockage) سے جو پانی بہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر انفیکشن (Dacryocystitis) سے جو چپچپے پانی یا پیپ کی آمیزش ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[40]

مسئلہ: کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اس نے توڑ دیا اور اس کی

رطوبت پھیل کر آنکھ میں تو بہہ گئی لیکن آنکھ کے باہر نہیں نکلی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر رطوبت آنکھ کے باہر نکل آئی تو وضو ٹوٹ گیا۔(41)

مسئلہ: اگر عورت کی چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ بھی نجس ہے اس وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر درد نہیں ہے تو نجس نہیں ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔(42)

مسئلہ: اگر ناف سے پانی نکلے جو کسی بیماری سے ہی نکلتا ہے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(43)

مسئلہ: اگر کوئی دوا ناک کے راستے داخل کی گئی پھر وہ دوائی ناک ہی کی طرف سے واپس نکلی یا منہ کے رستے واپس نکلی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(44)

مسئلہ: منہ میں زخم ہونے کی صورت میں جب تک پیپ کا یقین نہ ہو یا خون نظر نہ آئے اس وقت تک لعاب ناقض وضو نہیں ہے اگر چہ تکلیف کی وجہ سے لعاب کثرت سے بہے۔(45)

مسئلہ: اگر کسی نے آبلے (Blister) یا پھوڑے کو چھیل ڈالا یا وہ خود چھل گیا اور اس میں سے پانی یا خون یا کچ لہو یا پیپ نکلی۔ اگر وہ زخم کے کنارے سے باہر بہہ گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر زخم کے کنارے سے باہر نہ بہی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔(46)

مسئلہ: اگر زخم پر پٹی باندھی جو زخم کے پانی اور خون کو جذب کر لیتی ہے تو اگر ایک ہی مجلس میں تری پٹی کے باہر کی طرف پھوٹ آئی یا پٹی اندر کی طرف تر ہو گئی اگر چہ تری باہر نہیں پھوٹی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ اس سے رطوبت کا بہنا ظاہر ہو گیا ہے اور یوں سمجھیں گے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر اس پر پٹی نہ ہوتی تو اس میں موجود خون یا پیپ وغیرہ بہہ پڑتی۔

اور اگر مجلس میں نہ بہنے والی مقدار ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اس کو دوسری مجلس میں جذب کردہ مقدار کے ساتھ جمع نہیں کریں گے۔(47)

اسی طرح اگر پٹی دو پرت (Layer) کی تھی اور تری ایک پرت تک پھوٹ آئی تو رطوبت کے بہنے والی ہونے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا۔(48)

اگر پٹی کھول کر دیکھنا نقصان دہ ہو تو زخم کا اندازہ کیا جائے کہ کیا اس کی رطوبت اندر کی پرت تک پھوٹ آئی ہو گی یا نہیں۔

مسئلہ: جسم پر دانے نکل آئے ہوں اور وہ ٹوٹ گئے ہوں تو اگر ان سے پانی از خود نہیں بہا

بلکہ ہاتھ یا کپڑا لگنے سے پھیل گیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔(49)

مسئلہ: زخم یا کان یا ناک یا منہ سے کیڑا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح جو گوشت زخم میں سے الگ ہو کر گر پڑا اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ کیڑا اور گوشت پاک ہے اور جو رطوبت ان پر لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی مقدار تک نہیں۔(50)

مسئلہ: اگر کان میں تیل ڈالا جو اس میں کچھ مدت ٹھہرا رہا پھر کان سے بہہ کر باہر نکل گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(51)

مسئلہ: کسی کے کان سے بیماری کی وجہ سے پانی نکلتا ہے تو یہ پانی نجس ہے جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آ جائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔(52)

نوٹ: جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ نجس ہوتی ہے لہٰذا جس پانی اور رطوبت کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے اس کو نماز کے کپڑوں سے نہ پونچھے۔

IV- قے

مسئلہ: اگر باوضو شخص کو منہ بھر کر صفرا یعنی Bile، یا جما ہوا خون یعنی Clotted Blood، کھانے یا پانی کی قے ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا۔(53)

مسئلہ: خالص بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(54)

عَنْ مَعْدَانَ عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاءَ فَتَوَضَّأَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِی مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ صَدَقَ وَأَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وَضُوْئَهٗ۔ (ترمذی)

معدان رحمہ اللہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قے ہوئی تو آپ نے وضو کیا۔ معدان کہتے ہیں کہ (بعد میں) میری ملاقات حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے دمشق کی مسجد میں ہوئی تو میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابو درداء نے سچ کہا اور میں نے ہی (اس موقع پر) رسول اللہ ﷺ کے لئے وضو کا پانی ڈالا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَاءَ أَحَدُكُمْ فِی صَلَاتِهٖ أَوْ قَلَسَ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ...... (دارقطنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی

کو اپنی نماز کے دوران منہ بھر کر قے ہو جائے تو وہ نماز سے پلٹے اور وضو کرے......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِذَا رَعُفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ ...... فَإِنَّهُ يَنْصَرِفُ وَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُتِمُّ مَا بَقِيَ عَلٰى مَا مَضٰى مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ (عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نماز میں کسی شخص کی نکسیر بہہ پڑے یا منہ بھر کر قے ہو (کہ اس کو روکنے پر قادر نہ ہو) یا مذی نکل آئے تو وہ نماز سے پلٹے اور وضو کرے۔ پھر واپس لوٹے اور جب تک کوئی بات نہ کی ہو تو جتنی نماز پڑھ لی تھی وہیں سے شروع کرے۔

مسئلہ: اگر قے منہ بھر سے کم ہوئی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ منہ بھر کر ہونے کی حد یہ ہے کہ مریض قے کو دقت و مشقت کے بغیر منہ میں نہ روک سکے۔[55]

مسئلہ: اگر غذا یا پانی وغیرہ کے معدہ میں پہنچنے سے پہلے ہی قے ہو جائے اور وہ خوراک کی نالی میں سے ہی نکل جائے تو بالاتفاق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[56]

مسئلہ: اگر کسی نے صرف کیڑوں یا کیچوؤں کی منہ بھر کر قے کی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ ان (کیڑوں اور کیچوؤں) میں سے ہر ایک فی ذاتہ پاک ہے اور ان کے اوپر جسقدر نجاست لگی ہے وہ تھوڑی ہے منہ بھر کر نہیں ہے۔ اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[57]

مسئلہ: اگر قے میں خون آئے تو وہ خون یا تو سر سے اترا ہوگا یا معدہ سے نکلا ہوگا اور وہ بہنے والا ہوگا یا جما ہوا ہوگا۔ ان صورتوں میں مندرجہ ذیل احکام ہوں گے۔

1- اگر وہ سر سے اترا ہے اور بہنے والا ہے تو سب کا اتفاق ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

2- اگر وہ سر سے اترا ہے اور منجمد ہے تو سب کا اتفاق ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

3- اگر وہ معدہ سے نکلا ہے اور جما ہوا ہے تو منہ بھر نہ ہونے کی صورت میں اس سے بھی بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر منہ بھر کر ہوگا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔[58]

4- اگر معدہ سے آنے والا خون بہتا ہوا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق کسی دوسری جگہ زخم سے خون نکلنے کی مانند وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر نہ ہو اس لئے کہ یہ بھی معدہ کے زخم سے نکلا ہے۔[59]

مسئلہ: اگر قے میں بلغم کھانے وغیرہ کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط ہو تو مندرجہ ذیل احکام ہوں گے۔

1- اگر کھانے وغیرہ کا غلبہ ہو اور صرف کھانے کو دیکھیں تو وہ منہ بھر کی مقدار ہو تو وضوٹوٹ جائے گا۔

2- اگر بلغم کا غلبہ ہو اور صرف بلغم کو دیکھیں تو وہ منہ بھر کی مقدار میں ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

3- اگر کھانا اور بلغم دونوں برابر ہوں اور دونوں الگ الگ منہ بھر کی مقدار کے ہوں تو کھانے کی وجہ سے وضوٹوٹ جائے گا۔

4- اگر دونوں الگ الگ منہ بھر کی مقدار نہ ہوں تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (60)

مسئلہ: اگر قے چند بار ہوئی اور قے کا سبب ایک ہے تو متفرق قے کا اندازہ کیا جائے گا۔ اگر کرنے میں وہ سب منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضوٹوٹ جائے گا۔ (61)

مسئلہ: کھانسی کے ساتھ خون آنے (Hemoptysis) کی صورت میں جب کہ وہ بہتا ہوا ہو (یعنی جما ہوا نہ ہو) وضوٹوٹ جاتا ہے۔ (62)

تنبیہ: انسان کے بدن سے جو چیز ایسی نکلے جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں ہوتی جیسے تھوڑی سی قے اور نہ بہنے والا خون۔ (63)

V- بے ہوشی وغشی

مسئلہ: بیہوشی خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ (64)

مسئلہ: غشی بھی بے ہوشی کی ایک قسم ہے لہٰذا اس سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔ (65)

مسئلہ: مرگی کے دورہ (Epileptic Fits) سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔

VI- جنون (پاگل پن)

مسئلہ: جنون خواہ قلیل ہو یا کثیر اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ (66)

مسئلہ: معتوہ کے عتہ (دماغی خلل اور عقل میں نقصان) کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

تنبیہ: جنون اور معتوہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ مجنون میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور جسمانی قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ ہنگامہ برپا کرتا ہے جب کہ معتوہ میں عقل میں کچھ خلل آ جاتا ہے جس کی بنا پر گفتگو میں اختلاط آ جاتا ہے اور صحیح تدبیر نہیں سوچ سکتا البتہ دوسروں کو مار پیٹ اور گالم گلوچ اور ہنگامہ آرائی نہیں کرتا۔

VII-نشہ

مسئلہ: نشہ بھی جنون و بیہوشی کی طرح تھوڑا ہو یا زیادہ وضو کو توڑ دیتا ہے۔[67]

نشہ کی حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ ہے کہ نشہ کرنے والے کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ لڑکھڑاتا ہوا اور ادھر ادھر جھکتا ہوا چلے۔ لہٰذا اگر بھنگ وغیرہ کے استعمال سے چال میں لغزش آ جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔[68]

حوالجات

(1) درمختار ص:100 ج1	(2,3) ردالمحتار ص100 ج1
(4) بحرالرائق ص30 ج1	(5,6,7) ردالمحتار ص:111 ج1
(8,9) بحرالرائق ص31 ج1	(10) ردالمحتار ص118 ج1
(11) درمختار ص101 ج1	(12) ردالمحتار ص110 ج1
(13) عمدۃ الفقہ ص138 ج1	(14,15,16) ردالمحتار ص110 ج1
(17) امدادالاحکام ص256 ج:1	(18) ردالمحتار ص110 ج1
(19) امدادالاحکام ص256 ج1	(20) درمختار ص229 ج1
(21) امدادالاحکام ص256 ج:1	(22) عمدۃ الفقہ ص269 ج1
(23) ردالمحتار ص120 ج1	(24) درمختار ص100 ج1
(25) بحرالرائق ص32 ج1	(26,27) ردالمحتار ص99 ج1
(28) عالمگیری ص11 ج1	(29) ردالمحتار ص100 ج1
(30) درمختار ص103 ج:1	(31) ردالمختار ص99 ج1
(32) درمختار ص101 ج1	(33) ردالمختار ص:103 ج1
(34) عمدۃ الفقہ ص140 ج1	(35,36,37,38,39) درمختار وردالمختار ص109 ج1
(40) درمختار ص100 ج1	(41) ردالمختار ص100 ج1
(42) عمدۃ الفقہ ص141 ج1	(43) عمدہ الفقہ ص142 ج1
(44) عمدۃ الفقہ ص145 ج1	(45) عمدۃ الفقہ ص142 ج1
(46,47,48) ردالمختار ص100 ج1	(49) درمختار ص101 ج1
(50) عمدۃ الفقہ ص142 ج1	(51) درمختار ص109 ج1
(52) درمختار ص101 ج1	(53) درمختار ص102 ج1

(54) درمختار ص101 ج1

(55,56) درمختار ص102 ج1

(57,58) ردالمختار ص101 ج1

(59) درمختار ص102 ج1

(60) درمختار ص103 ج1

(61) عالمگیری ص11 ج1

(62) درمختار ص103 ج1

(63,64,65) ردالمختار ص106 ج1

(66,67) درمختار ودرالمختار ص106 ج1

باب:8

طہارت میں معذور کا بیان

معذور کی تعریف

معذور وہ شخص ہے جس کو وضو ٹوٹنے کا ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک برابر قائم رہے۔ اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز فرض وواجب طہارت کے ساتھ پڑھ سکے۔ مثلاً نماز کے پورے وقت میں نکسیر یا استحاضہ کا خون جاری رہے یا ریح یا پیشاب یا دست یا پیپ خارج ہوتی رہے یا بدن کے کسی مقام مثلاً آنکھ، کان، ناک، ناف، پستان وغیرہ سے درد کے ساتھ پانی نکلتا رہے۔ اور اگر عذر کچھ دیر رک جاتا ہے اور اتنا وقت مل جاتا ہے جس میں طہارت کے ساتھ نماز پڑھ سکے یعنی صرف وضو کے فرائض ادا کر کے نماز کے فرائض وواجبات ادا کر سکے تو اس کو معذور نہ کہیں گے۔ (1)

معذور ہونے کی شرط

پہلی مرتبہ عذر ثابت ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت تک عذر قائم رہے یعنی اس کو اتنا وقت بھی نہ ملے جس میں ایسے وضو سے جس میں فقط فرض اعضاء دھو کر فرض و واجب نماز کے صرف فرائض و واجبات ادا کر سکے (2)

وضاحت: ظہر کا کچھ وقت گذر چکا تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو اخیر وقت تک انتظار کرے۔ اگر بند ہو جائے تو خیر ورنہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہتا رہا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب عصر کا وقت گزرنے پر معذور ہونے کا حکم لگائیں گے۔ اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں اور جو نمازیں اتنے وقت میں عذر کے ساتھ پڑھی ہیں وہ درست نہیں ہوئیں پھر سے پڑھے مگر اس کو نفل

وسنت کی قضاء واجب نہیں۔عصر میں بھی غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے۔پھر اگر انتظار کر کے غیر مکروہ وقت کے آخر میں نماز پڑھ لی اس کے بعد عذر مکروہ وقت میں بند ہو جائے تب بھی وہ معذور نہ ہو گا اور نماز لوٹائے گا۔مکروہ وقت میں بھی عذر جاری رہے اور اس طرح عذر کے ساتھ عصر کا پورا وقت نکل جائے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر موجود رہا ہے اور آدمی کا معذور ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

عذر کے باقی رہنے کی شرط

عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ نماز کا کوئی وقت اس پر ایسا نہ گزرے کہ اس میں عذر موجود نہ ہو۔لہذا جب ایک دفعہ معذور ہو گیا تو جب دوسرا وقت آئے اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے اور باقی سارے وقت میں بند رہے تو بھی معذور رہے گا۔ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا۔(3)

معذوری ختم ہونے کی شرط

عذر اس وقت ختم ہوتا ہے جب فرض نماز کا ایک پورا وقت ایسا گزرے کہ اس میں عذر بالکل نہ پایا جائے۔(4)

معذور کیلئے حکم

مسئلہ: معذور ہر نماز کے وقت میں نیا وضو کرے اور اس سے جو فرض واجب، سنت اور قضا نمازیں چاہے پڑھے جب وہ وقت گذر جائے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نئے وقت کے لئے نیا وضو کرنا ہو گا۔(5)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِیْ حُبَیْشٍ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّیْ امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَال لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَیْسَتْ بِالْحَیْضَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلَاةٍ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا

یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں جس کو استحاضہ کی تکلیف ہے اور (اس میں خون اتنا مسلسل آتا ہے کہ) میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں۔آپ نے فرمایا کہ نہیں (نماز نہ چھوڑو کیونکہ) یہ تو محض خون کی رگ ہے (جس کے زخم کی وجہ سے خون بہتا ہے) حیض نہیں ......اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا چونکہ تم معذور ہو لہٰذا تم ہر نماز کے لئے وضو کرو۔

مسائل

مسئلہ: اگر مثلاً عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے وقت خون جاری تھا اور عصر کی نماز پڑھتے وقت بند تھا اور پھر مغرب کی نماز کے تمام وقت میں بند رہا تو عصر کی نماز کا اعادہ کرے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب عصر کی نماز پڑھنے کے دوران خون بند ہوا اور مغرب کی نماز کے سارے وقت میں بھی بند رہا کیونکہ یہ شخص معذور نہیں بنا اور عصر کی نماز بغیر طہارت کے ہوئی۔

مسئلہ: فرض نماز کا وقت گزرنے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا دوسرا وضو کرنا چاہیے۔(6)

اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کرے اگرچہ اشراق و چاشت کیلئے ہو تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے ظہر کیلئے نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔اسی طرح اگر معذور عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کیلئے وضو کرے تو اس سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد نصف النہار تک کسی فرض نماز کا وقت نہیں ہے اس لئے وہ وضو ظہر کا وقت ختم ہونے سے باطل ہوگا۔(7)

مسئلہ: عذر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا حدث پایا جائے تو اس سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اگر وقت کے اندر کوئی دوسرا حدث مثلاً استحاضہ والی عورت کو نکسیر جاری ہو جائے یا پیشاب پاخانہ کی ضرورت کے لئے جائے یا ریح خارج ہو جائے تو اس دوسرے حدث کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا۔(8)

تنبیہ: وقت گزرنے سے معذور کا وضو اس صورت میں ٹوٹتا ہے جب اس کے وضو کے دوران یا وضو کے بعد نماز کا وقت گزرنے تک کسی بھی وقت میں عذر جاری ہوا ہو۔(9)

اور اگر وضو سے پہلے تو عذر جاری تھا لیکن وضو کے دوران اور اس کے بعد خون بند رہا یہاں

تک کہ وہ وقت نکل گیا تو وہ وضو باقی ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اسی وضو سے اگلے وقت کی نماز پڑھے جب تک کہ خون جاری نہ ہو یا کوئی دوسرا حدث لاحق نہ ہو۔(10)

مسئلہ: زخم یا نکسیر کے خون کی وجہ سے جو معذور ہو اس نے پیشاب یا پاخانے کی وجہ سے وضو کیا اور جس وقت وضو کیا تھا اس وقت زخم یا نکسیر کا خون بند تھا۔ جب وضو کر چکا تب خون آیا تو اس خون کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جو وضو نکسیر یا زخم کے خون کے سبب سے کیا ہو خاص وہ وضو نکسیر یا زخم کے خون کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔(11)

مسئلہ: کسی شخص کے چیچک نکل رہی تھی اور اس کے کسی زخم سے رطوبت جاری تھی۔ اس نے وضو کیا۔ وضو کے بعد پھر ایک دوسری جگہ سے رطوبت جاری ہوگئی جو پہلے جاری نہ تھی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا کیونکہ یہ نیا عذر ہے۔(12)

مسئلہ: اسی طرح اگر ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری تھا اور اس نے وضو کیا پھر وضو کے بعد دوسرے نتھنے سے بھی خون جاری ہو گیا تو اس پر دوسرا وضو لازم ہو گا۔(13)

لیکن اگر پہلے ہی دونوں نتھنوں سے جاری تھا پھر ایک نتھنے کا بند ہو گیا تو باقی وقت تک اس کا وضو باقی ہے کیونکہ عذر باقی ہے۔(14)

مسئلہ: معذور شخص نے وضو کیا اور نفل نماز شروع کی۔ ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کہ نماز کا وقت نکل گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ وقت نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر قضا لازم ہو گی۔(15)

مسئلہ: اگر معذور اس بات پر قادر ہے کہ زخم پر کپڑا باندھ کر یا روئی رکھ کر یا روئی بھر کر خون وغیرہ کے عذر کو روک سکتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ عذر کو ان طریقوں سے روکے۔(16)

مسئلہ: اگر جھکنے یا سجدہ کرنے سے خون یا پیشاب کے قطرے جاری ہوتے ہیں ورنہ نہیں ہوتے تو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر کھڑے ہونے سے عذر جاری ہوتا ہے بیٹھنے سے نہیں تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔(17)

مسئلہ: اور اگر لیٹنے سے قطرے جاری نہیں ہوتے تو لیٹ کر نماز نہ پڑھے بلکہ یہ شخص معذور ہے کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ بھی کرے۔(18)

مسئلہ: جس شخص کو ریح کے خارج ہونے کا عذر ہے محض سونے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔[19]

مسئلہ: معذور موزوں پر مسح کرے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ معذور کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک حالت یہ کہ جتنے عرصے میں اس نے وضو کیا اور موزے پہنے ہیں اس تمام عرصہ میں اس کا وہ مرض جس کے سبب سے وہ معذور ہے نہ پایا جائے دوسری حالت یہ کہ مرض مذکورہ بالا تمام وقت یا اس کے کسی حصہ میں پایا جائے۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کے وقت کے نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور چونکہ اس نے موزے طہارت کاملہ کی حالت میں پر پہنے ہیں اس لیے اس کا مسح نہ ٹوٹے گا۔ اور دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ وقت کے نکل جانے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اس کا مسح بھی ٹوٹ جائے گا۔ اور اس کو موزہ اتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔ کیونکہ اس نے موزے طہارت کاملہ کی حالت میں نہیں پہنے۔[20]

مسئلہ: جس شخص کو ریح کا عذر ہو وہ اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جس کو سلس بول (پیشاب جاری رہنے) کا مرض ہو ایک اس وجہ سے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث (بے وضو ہونا) دوسرا نجاست (پیشاب لگنا) اور مقتدی میں ایک عذر ہے یعنی صرف حدث کا دوسرے اس وجہ سے کہ دونوں کے عذر مختلف ہیں او معذور کے پیچھے معذور کی اقتداء جائز ہونے میں دونوں کے عذر کا ایک ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اگر اوپر کی مثال کے برعکس بھی ہو یعنی سلس بول والا ریح کے عذر والے کے پیچھے نماز پڑھے تب بھی مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔[21]

حوالجات

(1,2,3,4,5) درمختار ص223 ج1
(6,7) درمختار ص224 ج1
(8,9,10) ردالمحتار ص224 ج1
(11) درمختار ص225 ج1
(12,13,14) ردالمحتار ص225 ج1
(15) درمختار ص223 ج1
(16,17,18) ردالمحتار ص225 ج1
(19) ردالمحتار ص104 ج1
(20) ردالمحتار ص224 ج1
(21) درمختار ص225 ج1

باب:9

فرض غسل کے اسباب

1- حیض ونفاس سے پاک ہونا

عَنۡ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنۡتَ أَبِیۡ حُبَیۡشٍ کَانَتۡ تُسۡتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ ذٰلِكِ عِرۡقٌ وَلَیۡسَتۡ بِالۡحَیۡضَةِ فَإِذَا أَقۡبَلَتِ الۡحَیۡضَةُ فَدَعِی الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدۡبَرَتۡ فَاغۡتَسِلِیۡ وَ صَلِّیۡ۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی جیش کو استحاضہ کی تکلیف تھی۔ انہوں نے اس کے (حکم کے) بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ تو (رحم کی) ایک رگ ہے (جو کسی مرض سے زخمی ہوگئی ہے اور پھٹ گئی ہے اور اس میں سے خون بہتا ہے) یہ حیض نہیں ہے (بلکہ استحاضہ ہے)۔ تو جب (استحاضہ کے دوران) حیض شروع ہو جائے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔

2- احتلام ہونا یعنی سوتے جاگتے میں منی کا شہوت سے اپنی جگہ سے جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا

عَنۡ خَوۡلَةَ بِنۡتِ حَکِیۡمٍ أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الۡمَرۡأَةِ تَرٰی فِیۡ مَنَامِهَا مَا یَرَی الرَّجُلُ فَقَالَ لَیۡسَ عَلَیۡهَا غُسۡلٌ حَتّٰی تُنۡزِلَ کَمَا أَنَّ الرَّجُلَ لَیۡسَ عَلَیۡهِ غُسۡلٌ حَتّٰی یُنۡزِلَ۔ (احمد و نسائی)

حضرت خولہ بنت حکیم نے نبی ﷺ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا جو خواب میں (کوئی شہوانی بات) دیکھے جیسا کہ (عام طور سے) مرد دیکھتا ہے (تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے) آپ نے فرمایا جب تک اس کو انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہوتا جیسا کہ مرد پر غسل

واجب نہیں ہوتا جب تک اس کو انزال نہ ہو۔

تنبیہ: عورتوں میں انزال سے مراد ہے جنسی جوش (Orgasm) کے وقت شرمگاہ کی رطوبتوں (Vaginal Secretions) کا خارج ہونا۔ عورت میں انہی رطوبتوں کو منی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جنسی جوش (Orgasm) سے پہلے شہوت کی وجہ سے جو رطوبت خارج ہو عورتوں میں وہ مذی کہلاتی ہے۔ مذی کے نکلنے سے شہوت یعنی جنسی شوق بڑھتا ہے جب کہ منی کے نکلنے سے وہ ختم ہو جاتا ہے۔

3- حشفہ (Glans Penis) کا یا اگر وہ کٹا ہوا ہو تو اس کے بقدر آلہ تناسل کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِذٍ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ مِنَ الْجِمَاعِ...... فَقَالَ مُعَاذٌ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ۔ (طبرانی کبیر)

عبدالرحمٰن بن عائذ رحمہ اللہ سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جماع میں غسل کس چیز سے واجب ہوتا ہے...... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جب (مرد کے) ختنہ کی جگہ (عورت کے) ختنہ کی جگہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

فرض غسل کے ارکان

1- اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔
2- ناک میں پانی پہنچانا جہاں تک نرم حصہ ہے۔
3- سارے بدن پر پانی پہنچانا۔

مسئلہ: اگر کسی کے دانت میں کیڑا لگنے (Caries) کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کچھ خلا (Cavity) ہو اور اس نے کلی کر لی تو غسل میں کلی کا فرض پورا ہو جائے گا۔ دانتوں کے خلا سے اگر کھانے کے ذرات نکال لے اور پھر کلی کرے تو اس میں احتیاط ہے۔[1]

مسئلہ: دانت ہلنے کی وجہ سے بعض اوقات سونے کا خول چڑھا لیتے ہیں۔ غسل میں اس

کے اتارنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: ٹیڑھے دانتوں کو سیدھا کرنے کے لئے مستقل تار (Fixed Braces) لگاتے ہیں۔اس کے لگے ہونے کے دوران دانتوں کے کچھ حصے کے نیچے پانی نہیں جاتا لیکن مجبوری کی وجہ سے فرض غسل ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگرناک میں تر رینٹ ہوتو ناک میں پانی داخل کرنے سے فرض پورا ہوجائے گا۔اور اگرناک میں خشک رینٹ ہوتو اس صورت میں ناک میں پانی ڈالنے کا فرض پورا نہ ہوگا۔لہٰذا اس خشک رینٹ کو نکال کر اس جگہ پانی پہنچائے۔[2]

مسئلہ: سر کے بالوں کے لئے پیوندکاری (Transplantation) کی گئی ہو تو اس میں فرض غسل ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: سر کے گنجے پن کو دور کرنے کے لئے ایک جالی نما جھلی پر انسانی بال جوڑ دیئے جاتے ہیں۔پھر اس جھلی کو سر کے ساتھ چپکا دیا جاتا ہے۔اگرچہ پانی اس جھلی کے نیچے چلا جاتا ہے لیکن جہاں سے وہ جھلی چپکی ہوئی ہے اس کے نیچے پانی نہیں پہنچتا لہٰذا اس کے لگے ہونے کے دوران فرض غسل نہیں ہوتا۔

مسئلہ: جس شخص کا ختنہ نہیں ہوا اس کے لئے اگر قلفہ (ختنہ کی کھال Prepuce) کو کسی مشقت کے بغیر الٹ کر حشفہ (Glans Penis) کو کھولنا اور اس پر پانی پہنچانا ممکن ہو تو اس طرح سے پانی پہنچانا واجب ہے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو یعنی اس کھال کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ صرف پیشاب نکلنے کا سوراخ ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں البتہ ایسی صورت میں اس حرج کا ازالہ ختنہ کے ذریعے ممکن ہے لیکن اگر کوئی شخص ختنہ کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی شخص ایسی عمر میں مسلمان ہوا ہو کہ بوڑھا ضعیف ہو تو اس کے حق میں یہ حرج ہے اور معاف ہے۔[3]

مسئلہ: اگر کسی کے پاؤں میں پھٹن ہو اور اس میں چربی یا مرہم (یا موم وغیرہ) رکھ لیا اگر اس جگہ پر پانی کا پہنچنا نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا غسل و وضو جائز نہیں ہے لہٰذا اس چربی و مرہم وغیرہ کو نکال کر اس جگہ پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر اس جگہ پانی لگنا نقصان کرتا ہو تو اس کا غسل و وضو جائز ہے جب کہ اس کے اوپری حصہ پر پانی بہا لیا ہو۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کا زخم ٹھیک ہوگیا اور زخم کے اوپر کا چھلکا اٹھ گیا ہو اور اس کے کنارے جلد کے ساتھ لگے ہوئے ہوں سوائے اس کنارے کے جس سے پیپ نکلتی ہو اور وہ اٹھا ہوا ہو۔ یا کسی کے چیچک نکلی ہو اور اس کے چھلکے اٹھ گئے ہوں مگر کنارے ملے ہوں اور چھلکوں کے نیچے پانی نہ پہنچے تو مضائقہ نہیں اور اس کا وضو اور غسل پورا ہے۔ پھر اگر چھلکے اتر جائیں تو ان کے نیچے کی جگہ دوبارہ دھونا ضروری نہیں۔ (4)

مسئلہ: بیداری میں اگر منی شہوت کے بغیر خارج ہو تو اس سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ أَصْحَابُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَطَاءٌ وَطَاوُسٌ وَعِكْرِمَةُ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُفْتٍ ؟ فَقُلْتُ سَلْ فَقَالَ كُلَّمَا بُلْتُ تَبِعَهُ الْمَاءُ الدَّافِقُ فَقُلْنَا الَّذِيْ يَكُوْنُ مِنْهُ الْوَلَدُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا عَلَيْكَ الْغُسْلُ فَوَلَّى الرَّجُلُ وَهُوَ يُرَجِّعُ وَعَجَّلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ يَا عِكْرِمَةُ عَلَيَّ بِالرَّجُلِ فَأَتَاهُ بِهٖ ...... ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الرَّجُلِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ مِنْكَ هَلْ تَجِدُ شَهْوَةً فِيْ قَلْبِكَ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ خَدَرًا فِيْ جَسَدِكَ قَالَ لَا قَالَ إِنَّمَا هٰذَا بَرْدَةٌ يُجْزِيْكَ مِنْهُ الْوُضُوْءُ (کنز العمال)۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے چند شاگرد (یعنی میں اور) عطاء اور طاؤس اور عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور پوچھا کہ کیا آپ میں کوئی مفتی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں میں نے (اس سے) کہا پوچھو (کیا پوچھتے ہو) اس نے کہا میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں تو اس کے بعد اچھلتا ہوا پانی یعنی منی نکلتی ہے۔ میں نے پوچھا کیا وہی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو ہم نے جواب دیا کہ تم پر غسل واجب ہے (اور جب بھی ایسا ہو غسل کرو) وہ شخص (اس مشقت والے جواب سے بہت پریشان ہوا اور) انا للہ پڑھتے ہوئے واپس پلٹا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے (جواب میں غلطی محسوس کر کے) جلدی سے نماز ختم کی اور سلام پھیر کر کہا اے عکرمہ اس (سوال کرنے والے) شخص کو میرے پاس لاؤ۔ وہ اس کو لے آئے ...... پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا مذکورہ صورت میں کیا تم اپنے دل میں شہوت اور خواہش نفس پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا اس وقت تم اپنے آلہ تناسل میں بے حسی

اور کمزوری پاتے ہو(کہ اگر کمزوری پائی جائے تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس سے پہلے آلہ تناسل میں انتشار تھا اگر چہ بہت تھوڑا ہوا اور انتشار شہوت کی وجہ سے ہوتا ہے)اس نے جواب دیا کہ نہیں (ایسا بھی نہیں ہوتا)۔اس پر آپ نے فرمایا یہ تو محض ٹھنڈا پانی ہے(جس کو شہوت کی کچھ بھی گرمی اور حرارت نہیں لگی اور اس صورت میں تو تمہارے لئے وضو کرنا ہی کافی ہے)غسل کرنا واجب نہیں۔

غسل مستحب کے مواقع

(1) مجنون و بے ہوش اور نشہ والے کو جب افاقہ ہو جائے تو غسل کرنا مستحب ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ...... (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ مرض (وفات) میں مبتلا ہوئے تو (ایک نماز کے وقت) آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ (بلکہ) وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا میرے لئے لگن (یعنی بڑے تسلے) میں پانی رکھ دو۔ہم نے ایسے ہی کیا۔آپ نے غسل کیا۔پھر آپ مشقت کے ساتھ اٹھنے لگے تو غشی طاری ہوگئی۔پھر جب افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ہم نے جواب دیا کہ نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھ دو۔کہتی ہیں ہم نے (ویسے ہی) کر دیا تو آپ نے غسل کیا۔

(2) پچھنے لگوانے (Cupping) کے بعد۔[5]

(3) استحاضہ والی عورت کے لئے جب اس کے استحاضہ کا خون بند ہو جائے یعنی استحاضہ دور ہو جائے۔[6]

حوالجات

(1) درمختار ص114 ج1 (2) درمختار ص112 ج1 (3) ردالمختار ص113 ج:1

(4) عمدۃ الفقہ ص158 ج1 (5) درمختار ص125 ج1 (6) درمختار ص126 ج1

باب:10

تیمّم

مسئلہ: جنبی کو اگر خوف ہو کہ نہانے میں سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو اگر وہ جنگل میں ہو اور جنگل میں پانی گرم کرنے یا آگ تاپنے یا لحاف وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں ہے تو بالا جماع تیمّم جائز ہے۔[1]

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اِحْتَلَمْتُ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ فِیْ غَزْوَةٍ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ أَنْ أَغْتَسِلَ فَأَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِیَ الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ ؟ فَأَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ مَنَعَنِیْ مِنَ الْإِغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّیْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا (ابو داؤد)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات سلاسل کے موقع پر ایک ٹھنڈی اور یخ رات میں مجھے احتلام ہو گیا تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ میں غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا لٰہذا میں نے تیمّم کرلیا پھر اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ ان ساتھیوں نے (بعد میں) نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے (مجھ سے) فرمایا اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ اس پر میں نے آپ کو غسل سے مجبوری کی وجہ بتائی اور کہا میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (اپنے آپ کو قتل نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر رحیم ہے چونکہ یہ بات انہوں نے اپنے اجتہاد سے معلوم کی تھی اور ان میں اجتہاد کی اہلیت بھی تھی اس لئے) رسول اللہ ﷺ (ان کی بات پر) مسکرائے اور کچھ کہا نہیں۔

اور اگر شہر کے اندر ہو اور بیمار ہونے یا جان جانے کا خوف ہو تو تیمّم کرلے لیکن یہ اس وقت ہے جب اس کے پاس اتنے دام نہ ہوں کہ حمام میں نہا سکے اور نہ خود پانی گرم کرنے کا سامان ہے

اور نہ ٹھنڈ سے محفوظ مکان ہے اور نہ ٹھنڈ سے محفوظ لباس ہے۔ اگر یہ موجود ہوں تو تیمّم جائز نہیں۔ (2)

مسئلہ: بیمار کو اگر گرم پانی سے ضرر نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے ہو تو گرم پانی سے وضو کرے۔ اس کو تیمّم جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر تندرست بے وضو کو یہ خوف ہو کہ اگر وضو کرے گا تو سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو اگر یہ خوف محض وہم کے درجہ میں ہو تو تیمّم جائز نہیں اور اگر خوف صحیح ہو تو جائز ہے۔ (3)

مسئلہ: اگر مریض کو پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے یا صحت دیر سے ہونے کا خوف ہو خواہ اس وجہ سے کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہے مثلاً چیچک میں یا اس وجہ سے کہ وضو کرنے سے جسم کے متاثرہ حصہ کو حرکت ہوگی جب کہ اس کے مکمل سکون کی ضرورت ہے تو ایسی صورت میں تیمّم کرلے۔

اور یہ خوف اس طرح معلوم ہوگا کہ یا تو اس کو علامت سے یا تجربہ سے گمان غالب ہو یا کوئی طبیب کامل جس کو دین سے بھی تعلق ہو اس کی خبر دے۔ دین سے لاتعلق اور کافر اور غیر حاذق طبیب کی بات کا اور اسی طرح محض اپنے خیال کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (4)

مسئلہ: مریض کو مرض کے بڑھ جانے یا صحت کے دیر سے ہونے کا خوف تو نہیں ہے لیکن اس کو خود وضو کرنے پر قدرت نہ ہو تو اگر اس کو کوئی خدمت کرنے والا ملے اگرچہ دستور کے مطابق اجرت پر ملے اور وہ خدمتگار کی اجرت دے سکتا ہو یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو کہ اگر اس سے مدد لے گا تو وہ مدد کرے گا تو یہ مریض تیمّم نہ کرے اس لئے کہ وہ پانی کے استعمال پر قادر ہے۔ (5)

مسئلہ: اگر چیچک نکلی ہو یا زخم ہوں تو اکثر کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا جنابت میں پیمائش کے اعتبار سے اکثر بدن کا اعتبار کریں گے اور بے وضو ہونے میں شمار کے اعتبار سے اکثر اعضائے وضو کا اعتبار کریں گے۔ اگر بدن اکثر صحیح ہو اور تھوڑے میں زخم ہو تو صحیح کو دھولے اور زخم پر اگر ہو سکے۔ تو مسح کرلے اور اگر اس پر مسح نہ ہو سکے تو پٹی پر مسح کرلے۔ (6)

مسئلہ: اگر آدھے اعضائے وضو صحیح ہوں اور آدھے زخمی ہوں تو صحیح اعضاء کو دھولے اور زخمی اعضاء پر مسح کرلے۔ اگر آدھا بدن صحیح ہو اور آدھا زخمی ہو تو تیمّم کرے اور پانی کا استعمال نہ کرے ہاں اگر آدھے صحیح حصے کو دھولے اور زخمی حصہ کو مسح کرلے اور پھر تیمّم بھی کرلے تو اس میں زیادہ

احتیاط ہے۔[7]

مسئلہ: سر پر زخم ہوں اور پانی نقصان کرے تو سر کو چھوڑ کر گردن پر پانی ڈال کر نہائے اور اگر مسح نقصان نہ کرتا ہو تو سر کا مسح کرے اور اگر سر پر پٹی بندھی ہو اور اس کو اتارنا دشوار ہو تو اسی پر پٹی پر مسح کر لے اور اگر مسح بھی ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ساقط ہیں۔[8]

مسئلہ: صحیح عضو کو دھونے سے اگر زخمی عضو کو پانی پہنچتا ہے تو تیمّم کرے۔[9]

مسئلہ: جس شخص کے دونوں بازو کہنی کے اوپر سے اور دونوں پاؤں ٹخنوں کے اوپر سے کٹے ہوئے ہوں اور اس کے چہرے پر زخم ہوں تو بغیر طہارت اور بغیر تیمّم کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں۔[10]

مسئلہ: اگر اکثر اعضائے وضو پر زخم ہوں جن کو پانی مضر ہو اور تیمّم کے اکثر مواضع پر زخم ہوں جن کو تیمّم کرنا مضر ہو تو جتنے کو دھونے پر قادر ہے وہ دھو لے اور نماز پڑھ لے اور بعد میں نماز لوٹا لے۔[11]

مسئلہ: بیمار یا بے دست و پا معذور کو کوئی دوسرا شخص تیمّم کرائے تو جائز ہے اور تیمّم کی نیت کرنا مریض پر فرض ہے تیمّم کرانے والے پر فرض نہیں۔

مسئلہ: نماز جنازہ کے لئے اس وجہ سے تیمّم کیا کہ بیمار تھا تو اس سے فرض نماز اور دیگر سب عبادتیں جائز ہیں۔[12]

حوالجات

(1,2) درمختار ص172 ج1

(3) ردالمحتار ص172 ج1

(4,5) ردالمحتار ص171 ج1

(6,7) درمختار ص188 ج1

(8,9) ردالمحتار ص188 ج1

(10) درمختار ص185 ج1

(11) ردالمحتار ص189 ج1

(12) درمختار ص181 ج1

باب:11

پلستر، جبیرہ اور پٹی پر مسح

ٹوٹی ہوئی ہڈی کے علاج کے لئے پلستر لگایا جاتا ہے۔ جبیرہ سے بھی یہی کام لیتے ہیں اور جبیرہ ان کھپچیوں کو کہتے ہیں جو لکڑی یا نرسل (بانس) وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں۔

پٹی سے مراد کپڑے کی وہ تہہ ہے جو پھوڑے پھنسی اور زخم وغیرہ پر باندھتے ہیں۔

مسئلہ: پٹی، پلستر اور جبیرہ پر مسح فرض عملی ہے اور یہ مسح اس وقت ہے جب ان کے نیچے دھونے پر قادر نہ ہو خواہ اس وجہ سے کہ زخم پر پانی لگنا نقصان کرتا ہو یا اس وجہ سے کہ پلستر کو کھولنا ممکن نہیں یا اس وجہ سے کہ جبیرہ کے کھولنے میں ضرر ہو۔(1)

مسئلہ: ان پر مسح ایک ہی دفعہ کافی ہے تین دفعہ ضروری نہیں ہے۔(2)

مسئلہ: وہ شخص بھی مسح کرسکتا ہے جو پٹی کھولنے کے بعد خود نہیں باندھ سکتا اور اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا بھی نہیں ہے۔(3)

مسئلہ: اگر ٹھنڈے پانی سے دھونا نقصان کرتا ہو اور گرم پانی سے دھونا نقصان نہ کرتا ہو تو پٹی وغیرہ اتار کر گرم پانی سے دھونا لازم ہے اور مسح کرنا جائز نہیں۔(4)

مسئلہ: اگر جبیرہ اور پٹی پر مسح کرنے سے ضرر ہو تو بالاتفاق مسح ترک کرنا جائز ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو ترک جائز نہیں ہے۔(5)

مسئلہ: اگر جبیرہ اور پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو اگر اس کو کھولنا اور زخم پر مسح کرنا دونوں نقصان کریں تو پورے جبیرہ و پٹی پر مسح کرے خواہ وہ زخم کے مقابل ہو یا صحیح بدن کے مقابل ہو۔(6)

مسئلہ: اگر زخم پر مسح کرنا نقصان کرے لیکن پٹی کھولنا نقصان نہ کرے تو پٹی کو کھولے اور

صرف زخم کے اوپر پٹی رہنے دے اور آس پاس کی جگہ سے پٹی ہٹالے پھر پٹی پر مسح کرے جو زخم کے اوپر ہے اور آس پاس کی جگہ کو دھولے۔ اور اگر پٹی کو کھولنا اور مسح کرنا دونوں نقصان نہ کریں تو پوری پٹی کو کھول کر اتار دے اور زخم پر مسح کرے اور اس کے آس پاس دھولے۔[7]

مسئلہ: اگر اکثر یعنی آدھے سے زیادہ پلستر، جبیرہ اور پٹی پر مسح کرلیا تو کافی ہے۔ آدھے جبیرہ یا اس سے کم پر بالاتفاق مسح جائز نہیں۔[8]

مسئلہ: زخم پر دوائی میں بھگو کر جو پھایا رکھا جاتا ہے اگر اس پر مسح نہ کیا بلکہ اس کے اوپر پٹی پر مسح کیا تو کافی ہے۔[9]

مسئلہ: پٹی کی دونوں گرہوں کے درمیان جو ہاتھ یا کہنی یا بدن کی کوئی اور جگہ کھلی رہ جاتی ہے اس پر مسح کرنا کافی ہے کیونکہ اس کے دھونے میں پٹی تر ہو کر زخم کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے۔[10]

مسئلہ: اگر زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا کہ پٹی کھل کر گر پڑی تو زخم کو دھونا لازم نہیں اور کیا ہوا مسح بھی باطل نہیں ہوگا پٹی کو دوبارہ باندھ لے۔ اور اگر زخم اچھا ہونے کے بعد پٹی گرے اور وضو موجود ہو تو مسح باطل ہو جائے گا اور خاص اس جگہ کا دھونا واجب ہوگا۔[11]

مسئلہ: اگر زخم اچھا ہو گیا اور پٹی ابھی نہ اتری ہو تو مسح باطل ہو جائے گا اور پٹی اتار کر اس جگہ کو دھونا واجب ہوگا لیکن یہ جب ہے کہ پٹی کا کھولنا ضرر نہ کرے۔ اور اگر ضرر کرے مثلاً زخم اچھا ہو گیا اور پانی اس کو ضرر نہیں کرے گا لیکن پٹی اس طرح چپکی رہے کہ گوشت سے جدا کرنے میں زخم کے تازہ ہونے کا احتمال ہے تو اس صورت میں مسح باطل نہ ہوگا۔[12]

مسئلہ: اور اگر زخم نماز کے دوران ٹھیک ہو گیا یا زخم اچھا ہونے پر نماز کے دوران پٹی اتر گئی تو اس جگہ کو دھو کر نماز نئے سرے سے پڑھے۔[13]

مسئلہ: وضو کیا اور دوا لگی ہوئی تھی اس کے اوپر پانی بہالیا۔ پھر اس جگہ کے اچھا ہو جانے کے بعد دوا گر گئی تو دھونا لازم ہوگا۔ اور اگر بغیر اچھا ہوئے گر گئی تو دھونا لازم نہیں ہوگا۔[14]

مسئلہ: اگر ناخن ٹوٹ جائے اور اس پر دوا لگی ہو اور اس کا چھڑانا نقصان کرتا ہو۔ اگر ہو سکے تو اس کے اوپر پانی بہالے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو اس کے اوپر مسح کرے۔ اور اگر مسح بھی نقصان کرتا ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی عذر کی وجہ سے دونوں ساقط ہو گئے۔[15]

مسئلہ: اعضاء (مثلاً پاؤں) پھٹے ہوئے ہوں۔ اگر ہو سکے تو ان شگافوں پر پانی بہادے اور

اگر یہ نہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان کو چھوڑ دے اور ان کے آس پاس کی جگہ دھو لے۔[16]

مسئلہ: زخم کی پٹی پر مسح کیا پھر وہ گر گئی اور دوسری تبدیل کی تو بہتر یہ ہے کہ دوبارہ مسح کرے اور اگر دوبارہ مسح نہ کرے تب بھی جائز ہے۔[17]

مسئلہ: اسی طرح اگر اوپر کی پٹی دور ہو جائے تو نیچے کی پٹی پر مسح کا اعادہ واجب نہیں صرف مستحب ہے۔[18]

مسئلہ: جبیرہ اور پلستر اور پٹی کا طہارت کی حالت پر باندھنا شرط نہیں ہے۔لہٰذا اگر بے وضو کی حالت میں پلستر یا جبیرہ باندھا گیا ہو تب بھی اس پر مسح جائز ہے۔[19]

مسئلہ: غسل میں بھی جبیرہ پر مسح جائز ہے۔[20]

مسئلہ: اگر جبیرہ یا پلستر میں مسح کرنے کے بعد کسی طرح پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہیں ہوتا۔[21]

حوالجات

(1) درمختار ص204 ج1

(2,3) درمختار ص:206 ج1

(4,5) درمختار ص205 ج1

(6,7) ردالمحتار ص205 ج1

(8) ردالمحتار ص206 ج1

(9) ردالمحتار ص205 ج1

(10) ردالمحتار ص206 ج1

(11,12,13,14,15,16) درمختار ص206 ج1

(17) درمختار ص204 ج1

(18,19,20) درمختار ص205 ج1

(21) ردالمحتار ص207 ج1

باب:12

حیض، نفاس اور استحاضہ

حیض(Menstruation) کا بیان

حیض وہ خون ہے جو رحم(Uterus) سے ولادت یا بیماری کے بغیر ہر مہینے فرج کے راستے (Per vagina) نکلتا ہے۔[1]

شرائط حیض

1- اس کا وقت نو سال کی عمر سے ایاس (ناامیدی Menopause) کی عمر تک ہے۔نو برس سے پہلے جو خون آئے وہ حیض نہیں۔ایاس کا وقت پچپن برس کی عمر کے بعد ہوتا ہے (اور بعض کے نزدیک پچپاس برس کی عمر ہے)۔ پھر ایاس کی عمر کے بعد جو خون آئے اگر وہ خوب سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ (یعنی بیماری کا خون Abnormal uterine bleeding) ہے۔البتہ اگر عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض ہی کے سمجھے جائیں گے۔

2- ان چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو...... سیاہ، سرخ، زرد، گدلا، سبز، خاکستری مٹیالا۔ غرض جب تک بالکل سفید نہ ہو جائے وہ حیض ہے۔[2]

عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أُمِّهِ مَوْلَاةِ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُومِنِيْنَ رضى الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النِّسَاءُ يَبْعَثْنَ إِلٰى عَائِشَةَ بِالدِّرَجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ مِنْ دَمِ الْحَيْضِ يَسْأَلْنَهَا عَنِ الصَّلٰوةِ فَتَقُوْلُ لَهُنَّ لَا تَعْجِلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ (بخاری)۔

علقمہ رحمہ اللہ اپنی والدہ جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھیں کے حوالے

سے نقل کرتے ہیں کہ عورتیں ڈبیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجتی تھیں جن میں روئی ہوتی تھی جس پر حیض کے خون کی زردی ہوتی تھی اوران سے پوچھواتی تھیں کہ کیا اب ہم نماز پڑھیں تو وہ جواب میں فرماتیں کہ تم جلدی نہ کرو (اور نماز نہ پڑھو) یہاں تک کہ تم روئی (اور کپڑے) کو بالکل سفید دیکھو۔

تنبیہ: گدی(Pad) کے اوپر کے رنگ کا اعتبار اسی وقت ہے جب تک وہ تر ہو۔ اس وقت کا اعتبار نہیں جب وہ خشک ہو۔ اگر ایسا ہو کہ جب تک کپڑا تر ہے تب تک خالص سفیدی ہو اور جب وہ خشک ہو جائے تو زرد ہو جائے تو وہ سفیدی کے حکم میں ہے (جو حیض کے ختم ہونے کی علامت ہے)۔ اور اگر سرخی یا زردی دیکھی اور خشک ہونے کے بعد وہ سفید ہو گئی تو تر حالت کا اعتبار ہونے کی وجہ سے یہ حیض سمجھا جائے گا۔(3)

3- حیض کی کم سے کم (Minimum) مدت تین دن اور تین راتیں (یعنی 72 گھنٹے) ہے۔ اس سے ذرا بھی کم ہو تو وہ خون حیض کا نہیں ہے بلکہ استحاضہ (Non Menstrual Bleeding) ہے اور حیض کی اکثر (Maximum) مدت دس دن اور دس راتیں (یعنی 240 گھنٹے) ہے۔(4)

i- عَنْ سُفْيَانَ قَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ أَدْنَى الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (دارمی)

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن (اور تین رات) ہے۔

ii- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ الْحَائِضُ إِذَا جَاوَزَتْ عَشَرَةَ أَيَّامٍ فَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْمُسْتَحَاضَةِ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ (دار قطنی)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے حائضہ عورت کو حیض جب دس دن سے متجاوز ہو جائے تو وہ اب استحاضہ والی شمار ہوگی لہٰذا غسل کرے اور نماز پڑھے۔

4۔ رحم حمل سے خالی ہو

5- خون آنے سے پہلے پاکی کی کامل مدت گزر چکی ہو جو کہ کم از کم پندرہ دن اور پندرہ راتیں ہے۔(5)

تنبیہ :جب خون سوراخ (یعنی Vagina) سے باہر کی کھال (Labia Majora)

میں نکل آئے اس وقت سے حیض شروع ہوتا ہے۔اس کھال سے باہر چاہے نکلے یا نہ نکلے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔تو اگر کوئی سوراخ کے اندر روئی رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک خون سوراخ کے اندر ہی اندر رہے اور باہر والی روئی وغیرہ پر خون کا دھبہ نہ آئے تب تک حیض کا حکم نہ لگے گا۔ جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آ جائے یا روئی وغیرہ کھینچ کر باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا۔[6]

نفاس(Post Partum Bleeding) کا بیان

نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے نکلے۔

مسئلہ: اگر بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل ہی نہ نکلا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا لیکن بچہ کے ساتھ نجاست نکلنے کے وجہ سے اس پر وضو واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اس لئے کہ ولادت کے ساتھ کچھ نہ کچھ خون ہوتا ہی ہے۔[7]

مسئلہ: اگر اکثر یعنی نصف سے زیادہ بچہ باہر نکل آیا تو اس وقت آنے والا خون نفاس ہوگا اس سے پہلے والا نہیں اور اسی طرح جب بچہ رحم کے اندر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اکثر حصہ باہر نکل آئے تب جو خون نکلے گا وہ نفاس کا ہوگا اس سے پہلے نہیں۔[8]

مسئلہ: اگر بچہ کی تھوڑی خلقت ظاہر ہوگئی جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال بن گیا اگرچہ بچہ ابھی پورا نہیں بنا اور اسقاط (Abortion) ہوگیا خواہ دوائی وغیرہ سے گرا دے (یعنی Induced ہو) یا خود ہی گر جائے تو اس کے نکلنے سے آنے والا خون نفاس ہوگا۔[9]

مسئلہ: اور اگر اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہیں ہوا (بلکہ صرف لوتھڑا نکلا) تو آنے والا خون نفاس نہ ہوگا۔ بلکہ اگر مدت کے اعتبار سے جب کہ تین دن سے کم نہ ہو اور اس سے پہلے پورے پندرہ دن یا زائد پاکی کے گزر چکے ہوں تو حیض شمار ہوگا ورنہ استحاضہ ہوگا۔[10]

مسئلہ: بچہ اگر ناف کی طرف سے پیدا ہوا مثلاً بڑے آپریشن(Caesarian) سے یا اس طرح کہ اس حاملہ کے پیٹ میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور اس طرف سے بچہ نکل آیا تو اگر پیٹ کے زخم کے رستہ سے نکلنے والا خون رحم (Uterus) سے آیا ہے تب تو نفاس ہے اور اگر رحم سے نہیں آیا تو

وہ عام زخم سے جاری ہونے والا خون ہے اور نفاس نہ سمجھا جائے گا۔لیکن ناف (یعنی پیٹ کے زخم یا Caesarian) سے بچہ نکلنے کے بعد فرج یعنی شرمگاہ کی طرف سے جو بھی خون آ جائے وہ نفاس ہوگا۔[11]

مسئلہ: اگر جڑواں (Twins) بچے پیدا ہوں جس کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم زمانہ ہو مثلاً کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے۔ایسی صورت میں پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا۔ پھر اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ ہے۔اور اگر چالیس دن کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا تو اس دوسرے بچے کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں۔مگر دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد بھی زچہ کو نہانے کا حکم ہے یعنی دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرے۔

اگر دونوں بچوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو یہ جڑواں نہ ہونگے بلکہ یہ دو علیحدہ حمل اور دو علیحدہ نفاس ہونگے۔[12]

مسئلہ: اگر تین جڑواں بچے ہوں اور پہلے اور دوسرے کی ولادت میں اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے کی ولادت میں چھ چھ مہینے سے کم وقفہ ہو اگرچہ پہلے اور تیسرے کی ولادت میں چھ مہینے سے زیادہ کا وقفہ ہو تو یہ ایک ہی حمل سمجھا جائے گا اور پہلے کی پیدائش کے بعد سے زیادہ زیادہ چالیس دن تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ ہے۔[13]

نوٹ: یاد رہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہوتی ہے۔

مسئلہ: نفاس کی کم سے کم (Minimum) مدت کچھ مقرر نہیں۔نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد بس خون آ جائے اگرچہ ایک ہی گھڑی ہو اور نفاس کی اکثر (Maximum) مدت چالیس دن ہے۔[14]

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقْتُ النِّفَاسِ أَرْبَعُوْنَ إِلَّا أَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔ (دار قطنی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفاس کی (زیادہ سے زیادہ) مدت چالیس دن ہے مگر یہ کہ عورت اس سے پہلے پاک ہو جائے (خواہ ایک دن یا اس سے بھی کم مدت

میں ہو)۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا۔ (ترمذی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نفاس والی عورتیں (زیادہ سے زیادہ) چالیس دن تک (نماز چھوڑے) بیٹھی رہتی تھیں۔

مسئلہ: اگر خون چالیس دن سے زیادہ رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور اس سے جو بھی زائد ہو وہ استحاضہ ہوگا۔[15]

یہی حکم اس عورت کا ہے جس کو یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا۔

مسئلہ: جس عورت کی نفاس کی عادت مقرر ہے یعنی اس کے ہاں پہلے بچہ ہوا ہے اور اس سے نفاس کی مدت معلوم ہے اس کے لئے گزشتہ معمول کے دنوں تک نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہوگا۔ مثلاً کسی کی عادت تیس دن کے نفاس کی ہے اور خون پچاس دن جاری رہا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی بیس دن استحاضہ ہے۔ جس عورت کے پہلے ایک سے زیادہ بچے ہو چکے ہوں اس کے آخری بچہ کے وقت جتنے دن نفاس رہا وہی اس کی موجودہ عادت کہلائے گی۔[16]

مسئلہ: چالیس دن کے اندر اگر خون کی دو مدتوں کے درمیان کچھ طہر (پاکی) کے دن گزریں اگرچہ پندرہ دن یا ان سے بھی زائد ہوں تو وہ نفاس ہی میں شمار ہوں گے۔

حیض ونفاس کے احکام

مسئلہ: حیض ونفاس کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں۔ اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا پاک ہونے کے بعد اس کی قضا کرنی پڑے گی۔[17]

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ

(بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہمیں بھی حیض آتے تھے تو ہمیں روزہ قضا رکھنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نمازیں قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

مسئلہ: فرض نماز کے دوران حیض و نفاس شروع ہو گیا تو وہ نماز بھی معاف ہو گئی۔ پاک ہونے کے بعد اس کی قضاء نہ پڑھے۔ اور اگر نفل یا سنت نماز میں حیض آ گیا تو اس کی قضا پڑھنا ہو گی۔[18]

مسئلہ: روزے کے دوران حیض یا نفاس آیا اگرچہ آدھا دن گزرنے کے بعد آیا ہو تب بھی وہ روزہ ٹوٹ گیا جب پاک ہو تو قضا رکھے۔[19]

مسئلہ: اگر نماز کے آخری وقت میں حیض یا نفاس شروع ہوا اور ابھی نماز نہیں پڑھی تب بھی معاف ہو گئی۔

مسئلہ: حیض و نفاس کے زمانے میں نہ تو جماع کرنا جائز ہے اور نہ ہی عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا جسم شوہر کے کسی عضو سے مس ہو۔[20]

مسئلہ: بچہ آدھے سے کم نکلا اس وقت خون آیا تو وہ استحاضہ ہے اگر ہوش و حواس باقی ہوں (اور نماز کا وقت ختم ہونے والا ہو) تو اس وقت بھی نماز پڑھے نہیں تو گناہگار ہو گی۔ نہ ہو سکے تو اشارہ ہی سے پڑھے قضا نہ کرے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچہ کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو پھر اس وقت نماز نہ پڑھے۔ بعد میں قضا پڑھ لے۔[21]

استحاضہ (Abnormal Uterine Bleeding)

جو خون حیض و نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں بن سکتی ہیں۔

1- جو اقل (Minimum) مدت حیض یعنی تین دن سے بھی کم ہو۔

2- جو اکثر مدت حیض یعنی دس دن سے زیادہ ہو۔

3- جو اکثر مدت نفاس یعنی چالیس دن سے زیادہ ہو۔

4- حیض و نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے۔ مثلاً کسی عورت کی حیض کی عادت چھ دن کی ہو اور ایک مہینے حیض کی اکثر مدت دس دن سے بھی بڑھ کر بارہ دن خون آئے تو پہلے چھ دن حیض کے ہوں گے اور بقیہ چھ دن استحاضہ کے ہونگے۔

5- حمل کے دوران (Ante-Partum Bleeding) چاہے جتنے دن خون آئے۔

6- نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے۔

7- آئسہ یعنی عورت پچپن برس سے زیادہ عمر کی ہو جائے تو اس کو جو خون آئے۔

8- پاکی کی کم سے کم مدت یعنی پندرہ روز سے بھی کم وقفہ ہو کر خون آنا۔

9- جو خون ولادت کے وقت بچہ ظاہر ہونے سے پہلے بلکہ آدھے بچے کے باہر آنے تک آئے وہ استحاضہ ہے۔

10- بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا بلکہ کئی مہینوں تک مسلسل آتا رہا تو جس دن پہلی دفعہ خون آیا اس وقت سے دس دن رات یعنی 240 گھنٹے حیض ہے۔ اس کے بعد بیس دن یعنی 480 گھنٹے استحاضہ ہے۔ اسی طرح مسلسل دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ کے۔

مسئلہ: اگر ایک یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہے اور اس زمانہ کے اول و آخر میں جو خون آیا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی تو اس پاکی کا کچھ اعتبار نہیں اور یوں سمجھیں گے کہ گویا یہ پوری مدت خون جاری رہا ہے اس لئے جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ کے ہوں گے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینہ کے تین دن یعنی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے۔ ایک مہینہ یہ ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی اس کے بعد پھر ایک دن خون آیا۔ تو یہ سمجھیں گے کہ سولہ دن گویا مسلسل خون آیا۔ ان میں سے پہلے تین دن حیض کے ہوں گے اور باقی تیرہ دن استحاضہ کے ہوں گے۔ اور اگر چوتھی، پانچویں اور چھٹی تاریخ میں حیض آنے کی عادت تھی تو یہ تاریخیں تو حیض کی شمار ہوں گی اور پہلے تین دن اور آخری دس دن استحاضہ کے ہیں اور اگر خون آنے کی تو یہی صورت رہی لیکن عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا تھا تو پہلے

دس دن حیض کے ہوں گے اور باقی چھ دن استحاضہ کے ہوں گے۔[22]

استحاضہ کا حکم

استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کے نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو۔ ایسی عورت نماز بھی پڑھے روزہ بھی رکھے قضاء نہ کرنا چاہئے اور اس عورت سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی جیش نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں جس کو استحاضہ کی تکلیف ہے اور (اس میں خون اتنا مسلسل آتا ہے کہ) میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں (نماز نہ چھوڑو کیونکہ) یہ تو محض خون کی رگ ہے (جس کے زخم کی وجہ سے خون بہتا ہے) حیض نہیں ہے۔

مسئلہ: مسلسل استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت میں وضو کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلًا وَاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ (ابن حبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے استحاضہ والی عورت کے بارے میں پوچھا گیا (کہ جب اس کو خون مسلسل آئے تو وہ نماز کے بارے میں کیا کرے) آپ ﷺ نے فرمایا وہ اپنے حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دے پھر (حیض کے دن گزرنے پر) ایک غسل کرے اور (آئندہ) ہر نماز کے لئے (اس کے وقت میں) وضو کرے۔

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ لَا بَأسَ أَنْ يَّاتِيَهَا زَوْجُهَا۔ (عبدالرزاق)۔

عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا استحاضہ والی عورت سے اس کا شوہر جماع کرے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تنبیہ: جن صحابیات کا استحاضہ کی تکلیف میں مبتلا ہونے کا علم ہے ان کے نام یہ ہیں۔

1- حضرت فاطمہ بن ابی حبیش رضی اللہ عنہا۔

2- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

3- حضرت حمنہ بنت جحش (زوجہ ابوطلحہ) رضی اللہ عنہا۔

4- حضرت ام حبیبہ بنت جحش (زوجہ عبدالرحمٰن بن عوف) رضی اللہ عنہا۔

5- ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

6- حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا۔

7- حضرت اسماء بنت الحارثیہ رضی اللہ عنہا۔

8- حضرت اسماء (اخت میمونہ) رضی اللہ عنہا۔

9- حضرت بادیہ بنت غیلان ثقفی رضی اللہ عنہا۔

10- حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا۔

حوالجات

(1) درمختار ص207 ج1

(2,3) ردالمختار ص:211 ج1

(4) درمختار ص208 ج1

(5) درمختار ص209 ج1

(6) ردالمختار ص208 ج1

(7,8) درمختار ص219 ج1

(9,10) درمختار ص221 ج1

(11) درمختار ص221 ج1

(12,13) ردالمختار ص221 ج1

(14) درمختار ص219 ج1

(15,16) ردالمختار ص220 ج1

(17,18,19) ردالمختار ص213 ج1

(20) ردالمختار ص215 ج1

(21) درمختار ص219 ج1

(22) ردالمختار ص212 ج1

باب:13

استنجے کا بیان

مسئلہ: اگر کسی کے دونوں ہاتھ شل ہوجائیں یا کٹ جائیں یعنی آدمی لنجا ہو اور بیوی نہ ہو جو پانی ڈالے تو استنجا چھوڑ دے۔ اور اگر رواں پانی موجود ہو اور کوئی ایک ہاتھ موجود ہو تو اپنے ہاتھ سے استنجا کرے۔

اسی طرح بیمار آدمی کی اگر بیوی نہ ہو اور اس کا بیٹا یا بھائی ہو اور وہ بیمار خود وضو و استنجا نہیں کر سکتا تو استنجا اس سے ساقط رہے گا۔

اسی طرح بیمار عورت کا اگر شوہر نہ ہو اور وہ وضو کرنے سے عاجز ہو اور اس کی بیٹی یا بہن ہو تو استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا۔[1]

مسئلہ: نجاست پھیل جانے کی وجہ سے استنجا کرانا ہو اور صفائی کرنی ہو تو دوسرا شخص اپنے ہاتھ پر کوئی موٹا کپڑا لپیٹ کر اور پردے کا خیال کرتے ہوئے صفائی کرا دے۔

مسئلہ: مردوں میں اکثر اوقات پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کی نالی میں اس کے لمبا ہونے اور اس میں خم ہونے کے باعث ایک دو قطرے رہ جاتے ہیں۔ کسی طریقے سے خواہ کھنکھارنے سے یا زمین پر پاؤں مارنے سے یا پیشاب کی نالی کو پیچھے سے انگلیوں کے ساتھ دبانے سے ان قطروں کو نکالنا واجب ہے۔ اگر ان قطروں کو نہ نکالا اور وضو کے دوران یا وضو کے بعد وہ قطرے نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر نماز کے دوران نکلے تو نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

حوالہ

(1) عمدۃ الفقہ ص270 ج1

باب:14

بیمار کی نماز کا بیان

قیام سے متعلق مسائل۔

اگر آدمی کھڑے ہونے پر قادر ہو تو فرض اور واجب نماز کو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح فجر کی سنتوں میں بھی کھڑے ہونے کا زیادہ اہتمام ہونا چاہیئے۔

مسئلہ: جو شخص بیماری یا عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھے اور رکوع و سجود کرے۔ [1]

تنبیہ: عذر کا معنی یہ ہے کہ اسکو کھڑے ہونے سے ضرر ہوتا ہو خواہ نماز شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر پیش آیا ہو۔ اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو مثلاً کھڑے ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا چکر آنے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور نا قابل برداشت درد ہوتا ہو۔ ان سب صورتوں میں قیام ترک کرے اور بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھے۔ اور اگر تھوڑا یعنی قابل برداشت درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔ [2]

تنبیہ: عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہے اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جس قدر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے لہٰذا اگر صرف اس پر قادر ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اسی قدر کھڑا ہونا فرض ہے پھر قراءت کیلئے بیٹھ جائے یا گر تکبیر کہہ کر تھوڑی سی قراءت کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اس

کیلئے حکم ہے کہ کھڑے ہوکر تکبیر کہے اور جس قدر کھڑے ہوکر پڑھ سکتا ہے اگرچہ ایک آیت ہی ہو اتنی دیر کھڑے ہوکر قراءت کرے پھر عاجز ہوتو بیٹھ جائے۔(3)

اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو سہارا لگا کر کھڑے ہوکر نماز پڑھے اس کے سوا اور کچھ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر (لاٹھی کا یا اپنے خادم یعنی کسی فرمانبردار کا سہارا لے کر کھڑا ہوسکتا ہے تو سہارے سے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی اور اسکا لوٹانا فرض ہوگا اس لئے کہ جس طرح پورے قیام پر قادر ہونے سے پورا قیام فرض ہے اسی طرح بعض قیام پر قادر ہونے سے بعض قیام فرض ہے۔(4)

عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عُمُوْدًا فِيْ مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ (ابوداؤد)

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمر رسیدہ ہوئے اور جسم بوجھل ہوگیا تو اپنے مصلے پر آپ نے ایک ستون سا بنوالیا جس سے (نماز پڑھتے ہوئے بوقت ضرورت) سہارا لیتے تھے۔

مسئلہ: اگر مریض اتنا کمزور ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کرسکتا ہے اور مسجد میں جماعت کیلئے جانے کے بعد قیام پر قادر نہ ہوگا تو وہ مسجد میں نہ جائے بلکہ اپنے گھر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ لے۔(5)

مسئلہ: اگر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے رمضان المبارک کے روزے سے عاجز ہوجائے گا بیٹھ کر نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے بھی رکھے۔(6)

بیٹھ کر نماز پڑھنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا۔ ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کیلئے گئے تو نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

مسئلہ: قیام پر قادر نہ ہونے پر مریض و معذور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کسی خاص طریقے سے بیٹھنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرح اس کو آسان ہو اسی طرح بیٹھے۔ لیکن اگر دوزانو بیٹھنا (یعنی جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) آسان ہو یا کسی دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دو زانو بیٹھنا بہتر ہے ورنہ گھٹنوں کے بل یا چارزانو یا اور جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور تشہد کے وقت اگر ہو سکے تو دوزانو ہو جائے ورنہ اس میں بھی جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے[7]

عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَنَساً يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعَاً عَلٰى فِرَاشِهٖ (بخاری)

حمید رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو عذر کی وجہ سے اپنے بستر پر چوکڑی مار کر بیٹھے نماز پڑھتے دیکھا۔

مسئلہ: اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار کا یا کسی فرمانبردار شخص کا یا تکیہ وغیرہ کا سہارا لے کر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔[8]

عَنْ أُهْبَانَ بْنِ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتَهٗ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهٖ وِسَادَةً (بخاری)

حضرت اہبان بن اوس رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تکلیف ہوئی تو وہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

مسئلہ: اگر قیام اور رکوع و سجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ نیچے تک کرنا ضروری ہے۔ اگر رکوع و سجود کے اشارے برابر مقدار کے کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔[9]

مسئلہ: اگر رکوع و سجود سے عاجز ہے یا صرف سجدہ نہیں کرسکتا اور قیام پر قادر ہے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے۔[10]

مسئلہ: اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت بھی اشارہ سے کرے۔[11]

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ أَوْمَأَ بِرَاسِهٖ إِيْمَاءً وَلَمْ يَرْفَعْ إِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئًا (مالك)

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب مریض کو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنے سر سے اشارہ کرے (اور سر کو کچھ جھکا دے) اور (سجدہ کی خاطر) اپنے ماتھے تک کوئی چیز نہ اٹھائے۔

مسئلہ: اگر پیشانی پر زخم ہو جس کی وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اس کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں اور اس کو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ اگر ناک پر سجدہ نہ کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی[12] اگر پیشانی اور ناک دونوں میں عذر مثلاً زخم ہے تو سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کر لینا کافی ہے سجدہ نہ کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کبڑے یا بوڑھے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہو تو وہ رکوع کیلئے اپنے سر سے اشارہ کرے یعنی سر کو ذرا جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔[13]

مسئلہ: اگر کوئی مریض زمین پر ماتھا نہیں ٹکا سکتا لیکن اگر اس کے سامنے ایک بالشت (9انچ) اونچی تپائی رکھی ہو یا اتنا اونچا پتھر رکھا ہو اور وہ سر کو اس پر ٹکا سکتا ہو تو اس شخص پر لازم ہے کہ سجدہ کے لئے وہ کمر کو جھکا کر اس پتھر یا تپائی پر ماتھے کو ٹکائے۔

مسئلہ: اگر زمین پر بیٹھ سکتا ہے تو زمین پر بیٹھنا کرسی پر بیٹھنے سے افضل ہے۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع اور سجدہ دونوں اشارہ سے کرے کرسی کے آگے میز پر ماتھا نہ ٹکائے۔

مسئلہ: جو مریض نہ تو زمین پر سجدہ کر سکتا ہے اور نہ ہی زمین پر بیٹھ سکتا ہے وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن رکوع و سجود کے لئے صرف سر کا اشارہ کرے سامنے کوئی لکڑی رکھ کر اس پر ماتھا ٹکانا ضروری نہیں بلکہ اگر وہ لکڑی چھاتی کے برابر ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

لیٹ کر نماز پڑھنا

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ (بخاری)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے بواسیر کا مرض تھا میں نے (اس بیماری میں) نماز پڑھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا (اول تو یہ کوشش کرو کہ) کھڑے ہو کر نماز پڑھو (اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو) اور اگر (بیٹھنے کی) طاقت نہ ہو تو

پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھو۔

عَنُ نَافِعٍ عَنِ ابُنِ عُمَرَ قَالَ یُصَلِّیُ الُمَرِیُضُ مُسُتَلُقِیًا عَلٰی قَفَاہُ تَلِیُ قَدَمَاہُ الُقِبُلَةَ (دار قطنی)

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مریض (اگر بیٹھ نہ سکے تو) اپنی گدی پر چت لیٹ کر نماز پڑھے (اور) اس کے قدم قبلہ رخ ہوں۔

مسئلہ: اگر بیٹھ نہ سکتا ہو یا کسی وجہ سے بیٹھنا نقصان کرتا ہو مثلاً کسی کو عرق النساء (Sciatica) کی سخت تکلیف ہو یا کسی نے پرانے طریقے سے آنکھ بنوائی ہو اور مسلمان طبیب حاذق نے چت لیٹے رہنے کا حکم کیا اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھتا رہے کیونکہ جیسے جان بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضاء کا بچانا بھی فرض ہے۔(14)

مسئلہ: لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت یعنی کمر پر لیٹے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کو پھیلائے (ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے لہذا مریض کا سر مشرق کی طرف ہو اور اس کے پاؤں مغرب کی طرف ہوں اور اشارہ سے رکوع وسجود کرے۔ اگر کچھ طاقت ہو تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرلے اور پاؤں قبلہ کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلا مجبوری کے یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔

چاہیے کہ سر کے نیچے ایک تکیہ رکھ دیں تا کہ لیٹا ہوا مریض بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور منہ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور رکوع وسجود کیلئے اشارہ بھی اچھی طرح کر سکے۔(15)

مسئلہ: اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلہ کی طرف کو کر کے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن چت لیٹنا اولی وافضل ہے اور دائیں کروٹ کو بائیں کروٹ پر فضیلت ہے اور جائز دونوں طرح ہیں۔(16)

مسئلہ: اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر دوران نماز اس کو کوئی ایسی تکلیف پیش آگئی کہ قیام نہیں کر سکتا مثلاً کوئی رگ چڑھ گئی تو بیٹھ کر باقی نماز پڑھے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اور ہو سکے تو رکوع وسجود کرے۔ اور اگر رکوع وسجود پر بھی قادر نہ ہو تو بیٹھ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو تو بیٹھ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے اور اگر

بیٹھے پر بھی قادر نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے [17]

مسئلہ: جو شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھتا تھا پھر نماز کے اندر تندرست ہو گیا یعنی قیام پر قادر ہو گیا تو اپنی باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھے [18]

مسئلہ: اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشارہ سے پڑھی پھر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے پر قادر ہو گیا تو اس میں یہ تفصیل ہے:

ایک دفعہ اشارہ سے رکوع وسجود کر لینے کے بعد رکوع وسجود کی قدرت حاصل ہوئی ہو تو نئے سرے سے نماز پڑھے لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع وسجود کرنے سے پہلے ہی یہ قدرت حاصل ہوئی تو اسی نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ پورا کر لے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔[19]

اگر چت یا کروٹ پر لیٹ کر اشارہ سے نماز شروع کی پھر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے پر قادر ہو گیا خواہ رکوع وسجود کے اشارے کرنے سے پہلے یا ان کے بعد میں قادر ہوا ہر حال میں نئے سرے سے نماز پڑھے۔[20]

مسئلہ: عذر کے ساتھ اشارہ سے جو نمازیں پڑھیں صحت کے بعد ان کا اعادہ نہیں ہے۔

مسئلہ: جب مریض سر سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ آنکھ یا ابرو یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے کیونکہ ان کے اشارہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے مریض کو جب صحت ہو جائے تو اس پر ایسی نمازوں کی قضا کے لازم ہونے یا نہ ہونے میں چار صورتیں ہیں۔

i مرض ایک دن ایک رات یعنی پانچ نمازوں سے زیادہ رہا اور اس کی عقل قائم نہ رہی اس صورت میں حالت مرض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

ii دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل قائم رہی۔

iii مرض بے ہوشی کے ساتھ ایک دن ایک رات یا اس سے کم رہا مگر عقل قائم رہی۔

iv مرض دن رات سے کم رہا اور عقل قائم نہ رہی۔

ii, iii اور iv تینوں صورتوں میں قضاء لازم ہے۔[21]

مریض اگر قبلہ رخ ہونے پر قادر نہ ہو

مسئلہ: مریض قبلہ کو پہچانتا ہو لیکن قبلہ کی طرف منہ پھیرنا نقصان دے یا مریض خود سے قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں اور ایسا کوئی شخص موجود نہیں جو اس کا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو جس طرف رخ ہے اسی طرف کو نماز پڑھ لے بعد میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔[22]

مسئلہ: اور اگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس کو کہے کہ میرا منہ قبلہ کی طرف پھیر دو۔ اگر اس کو حکم نہ کیا اور قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہ ہو گی۔[23]

مریض کے بستر کا نجس ہونا

مسئلہ: اگر مریض نجس بستر پر ہو تو اگر پاک بستر نہیں ملتا یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بستر بدل دے (اور مریض خود اٹھنے کے قابل نہ ہو) تو نجس بستر پر نماز پڑھ لے اور اس کا اعادہ نہ کرے۔ اور اگر ایسا شخص مل جائے جو اس کا بستر بدل دے تو چاہیے کہ اس کو کہے اور اگر نہ کہا اور نجس بستر پر نماز پڑھ لی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔[24]

مسئلہ: کسی مریض کے نیچے نجس بستر ہے اور یہ حال ہے کہ بستر بدلنے میں حرکت کی وجہ سے اس کو بہت تکلیف ہوگی یا مرض میں زیادتی ہوگی تو اس کا بستر نہ بدلیں اور وہ اسی پر نماز پڑھے اور کسی قسم کا شک نہ کرے کیونکہ اس کے حق میں وہ پاک ہے۔[25]

اگر مریض کے کپڑوں پر خون یا پیپ لگ جائے

مسئلہ: اگر کسی کا زخم بہتا ہو۔ اس پر کپڑا باندھ لیا۔ کپڑے پر ہتھیلی کے پھیلاؤ سے زیادہ جگہ پر خون لگ گیا یا مریض کے پہنے ہوئے کپڑوں پر لگ گیا تو اگر زخم بہنے کی یہ حالت ہو کہ کپڑے دھونے یا بدلنے کے بعد نماز پڑھنے کے دوران ہی دوبارہ اتنے پھیلاؤ پر خون لگ جائے گا تو اس کو دھوئے بغیر یا تبدیل کئے بغیر ویسے ہی نماز پڑھ لے اور اگر زخم کی ایسی حالت نہ ہو تو پھر نماز سے پہلے کپڑے کو دھونا یا تبدیل کرنا فرض ہے۔ اور اگر کپڑے پر 2.75 سم کے قطر کے پھیلاؤ کے برابر خون لگا ہو تو دوبارہ نجس نہ ہونے کی صورت میں کپڑے کو دھونا یا تبدیل کرنا واجب ہے۔ اور

اگر کپڑے پر 2.75 سم کے قطر کے پھیلاؤ سے کم خون لگا ہو تو دوبارہ نجس نہ ہونے کی صورت میں اس کو دھونا سنت ہے۔(26)

جنون، بے ہوشی اور نشہ کی حالت میں نماز کے مسائل

عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى عَمَّارٍ أَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَأَفَاقَ نِصْفَ اللَّيْلِ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ (دار قطنی)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام یزید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمارؓ کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے وقت میں بے ہوشی رہی اور آدھی رات کو ہوش آیا تو انہوں نے (اس وقت) ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُغْمٰى عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً قَالَ يَقْضِيْ (کتاب الآثار لمحمد)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص پورے ایک دن رات (یعنی کل پانچ نمازوں تک) بے ہوش رہے تو وہ (ہوش آنے پر) ان نمازوں کو قضا کرے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمَيْنِ فَلَمْ يَقْضِ (دار قطنی)

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دو دن سے زیادہ بے ہوش رہے تو (ہوش آنے پر) انہوں نے فوت شدہ نمازیں قضا نہیں پڑھیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے وقت تک بے ہوش رہے تو ان نمازوں کو قضا کرے۔

مسئلہ: اور اگر بے ہوشی پانچ نمازوں سے بڑھ جائے یعنی چھ نمازیں ہو جائیں تو اب ان نمازوں کو قضا نہ کرے لیکن یہ (یعنی ترک قضا کا) حکم اس وقت ہے جب اس بے ہوشی برابر (Continuous) رہے اور اس مدت کے دوران کبھی افاقہ نہ ہو۔

لیکن اگر افاقہ ہوتا ہے اور افاقہ کا ایک وقت مقرر ہے مثلاً روزانہ صبح کے وقت میں مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے اور کچھ ہوش آجاتا ہے اور تھوڑی دیر افاقہ رہتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس افاقہ سے پہلے اگر بے ہوشی ایک دن رات سے کم تھی تو ان نمازوں کی قضا واجب

ہوگی۔اوراگرافاقہ کاوقت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی یکا یک افاقہ ہوجاتا ہےاورتندرستوں کی سی باتیں کرتا ہے پھر بے ہوش ہوجاتا ہےتواس افاقہ کااعتبار نہیں ہوگااور یہ بے ہوشی متصل اورلگاتار سمجھی جائے گی (27)

مسئلہ: جنون کابھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگرکسی درندے یا آدمی کے خوف یاسخت بیماری سے ایک دن رات سے زیادہ بے ہوش رہاتواس سے قضا ساقط ہوجائے گی۔(28)

مسئلہ: اگرشراب پی اوراس کے نشے کی وجہ سےایک دن رات سے زیادہ عقل جاتی رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی خواہ بے عقلی کتنے ہی زیادہ زمانے تک رہےاورخواہ شراب دوا سمجھ کر پی ہو یاکسی نے مجبورکرکے پلادی ہوتب بھی قضاواجب ہے کیونکہ بندوں کے فعل سے اللہ تعالی کا حق ساقط نہیں ہوتا۔(29)

مسئلہ: یہی حکم اپریشن کیلئے بے ہوش کرنے میں بھی ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگراجوائن خراسانی یا کوئی اوردوااستعمال کی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل درست نہ رہی تواس سے نماز ساقط نہیں ہوگی۔ان سب وقتوں کی قضا نماز پڑھے۔(30)

مسئلہ: اگرایک دن رات سے زیادہ سوتا رہاتو یہ سب نمازیں قضا کرے کیونکہ عام طور سے ایک دن رات سے زیادہ کوئی نہیں سوتا(31)

مسئلہ: اگرکوئی مریض ایسی حالت کوپہنچ گیا کہ غنودگی وغیرہ کی وجہ سےاس کورکعتوں کا شمار اوررکوع وسجودوغیرہ یادنہیں رہتاتواس پراس وقت کی نمازوں کااداکرناضروری نہیں بلکہ صحت کے بعدان کی قضا پڑھ لےلیکن اگرکوئی شخص اس کو بتاتا جائے اور وہ اس کے مطابق نماز پڑھ لےتو جائز ہے۔(32)

تنبیہ: یہ بتلاناتعلیم نہیں بلکہ یاددہانی اورخبردارکرناہےاس لئے یہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مسئلہ: یہی حکم اس شخص کا ہے جس کوزیادہ بڑھاپے کے وجہ سے فتورآ گیا ہواوروہ رکعتوں اوررکوع وسجودوغیرہ یادنہ رکھ سکتا ہوتو دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہوجائے گی۔(33)

متفرق مسائل

مریض اپنی نماز میں قراءت وتسبیح اور تشہد ودرود ودعا اسی طرح پڑھے جیسے تندرست پڑھتا ہے۔[34]

اگر ان سب یا کچھ سے عاجز ہو تو چھوڑ دے۔ تندرست اور مریض میں صرف ان چیزوں میں فرق ہے جن میں مریض عاجز ہے۔ اور جن پر مریض قادر ہے ان کا حکم اس پر تندرست کی مانند ہے۔[35]

مسئلہ: اگر کسی کی بیوی ایسی بیمار ہو کہ خود وضو نہ کر سکے تو خاوند پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر خاوند ایسا بیمار ہو تو بیوی پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر بیوی خاوند سے یا خاوند بیوی سے امداد طلب کرے اور وہ مدد کرے تو وضو کرنا فرض ہے اور تیمّم جائز نہیں۔[36]

مسئلہ: اگر کسی کے دانتوں میں درد ہو اور منہ میں سرد پانی یا کوئی دوا ڈالے بغیر سکون نہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اگر کوئی شخص امامت کے لائق مل جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے ورنہ اسی حالت میں یعنی منہ میں دوائی رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھ لے اور قراءت وغیرہ نہ کرے۔[37]

مسئلہ: وہ مریض جو جمعہ کے لئے مسجد نہیں جا سکتا اس کے واسطے مستحب ہے کہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ جمعہ کی نماز سے امام فارغ ہو جائے اور اگر اتنی تاخیر نہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔[38]

مسئلہ: مریض کی جو نمازیں حالت مرض میں قضا ہو گئیں ان کو جب صحت ہونے پر قضا کرے تو اس طرح نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اور اگر اس حالت کی طرح پڑھی جس حالت کی نماز فوت ہو گئی تھی مثلاً بیٹھ کر یا اشارہ سے تو نماز جائز نہ ہو گی۔ اور اگر صحت کی حالت میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں اور ان کو بیماری کی حالت میں قضا کرتا ہے تو اس طرح پڑھے جس پر اب قادر ہے یعنی بیٹھ کر یا اشارہ سے۔ اس سے نماز ہو جائے گی۔ اس وقت صحت کی طرح پڑھنا واجب نہیں ہے لہٰذا یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی طاقت آ جائے گی تب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع وسجود کرنے لگوں گا تب پڑھوں گا)۔[39]

مسئلہ: اگر آپریشن طویل ہو تو اس کی ایسی منصوبہ بندی کرنی چاہیے کہ کوئی نماز قضا نہ ہو اور اگر اتفاق سے آپریشن طویل ہو جائے یا ایسے وقت میں ایمرجنسی آ جائے کہ نماز کا وقت نکلتا ہو تو اگر

اتنی گنجائش ہو کہ جلدی سے مختصر وضو کر کے مختصر طور پر فرض ادا کر سکتا ہو تو نماز قضا نہ کرے سنتیں چھوڑ دے اور اگر اتنے وقفہ کی بھی گنجائش نہ ہو اور مریض کی جان یا اس کے کسی عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز قضا کر کے پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر اکھڑے ہوئے دانت کو دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ لیا اور نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی۔

حوالجات

(1) درمختار ص:559 ج:1
(2,3,4) درمختار ص560 ج1
(5,6) ردالمختار ص559 ج1
(7) ردمختار ص560 ج1
(8) ردالمختار ص560 ج4
(9,10) درمختار ص561 ج:1
(11) عمدۃ الفقہ
(12) عالمگیری ص136 ج1
(13) عالمگیری ص70 ج:1
(14) درمختار ص564 ج1
(15,16,17) درمختار ص562 ج1
(18) درمختار ص563 ج1
(19,20) درمختار ص563 ج:1
(21) ردالمختار ص562 ج1
(22) عالمگیری ص:63 ج:1
(23,24,25) عمدۃ الفقہ ص63 ج2
(26) عمدۃ الفقہ ص 407 ج2
(27,28) عالمگیری ص137 ج1
(29,30,31) عالمگیری ص138 ج1
(32) درمختار ص562 ج1
(33) عمدۃ الفقہ ص409 ج2
(34,35,36) عالمگیری ص138 ج1
(37) عمدۃ الفقہ ص409 ج2
(38) عمدۃ الفقہ ص455 ج2
(39) عالمگیری ص138 ج1

باب:15

امامت واقتداء کے چند مسائل

مسئلہ: معذور اپنے جیسے عذر والے کی یا اپنے جیسے عذر والے کی جس میں کوئی زائد عذر بھی ہو امامت کرسکتا ہے۔البتہ دو عذر والا ایک عذر والے کی امامت نہیں کرسکتا کیونکہ ایک تو امام کے حال کا مقتدی کے حال سے قوی یا اس کے مساوی ہونا شرط ہے اور دوسرے معذور امام اور مقتدی دونوں کے عذر کا ایک ہونا ضروری ہے مثلا دونوں کو سلس بول ہو یا دونوں کو ریح کا مرض ہو وغیرہ۔ اگر دونوں کو الگ الگ قسم کے عذر ہوں مثلاً ایک کو ریح کا مرض ہے اور دوسرے کو سلس بول کا مرض ہے یا اس کے خون جاری ہے تو وہ ایک دوسرے کی امامت نہیں کرسکتے بلکہ الگ الگ نماز پڑھیں۔(1)

مسئلہ: معذور نے اپنے مثل معذور اور صحیح کی امامت کی تو صحیح (تندرست) کی نماز درست نہیں ہوگی۔معذور کی درست ہوجائے گی۔(2)

البتہ اگر معذور نے عذر کے رکے ہوئے ہونے کی حالت میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھائی تو صحیح کی نماز بھی درست ہوجائے گی۔(3)

مسئلہ: اشارہ سے باجماعت نماز پڑھنے میں مقتدی کے امام سے آگے ہونے نہ ہونے میں سر کا اعتبار ہے۔اگر مقتدی کا سر امام کے سر کے برابر یا اس سے پیچھے ہے اگرچہ اس کے قدم امام کے قدم سے آگے ہوں تو اقتدا صحیح ہوجائے گی اور اس کے برعکس اگر اس کا سر امام کے سر سے آگے اور پاؤں امام سے پیچھے ہیں تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوگی۔ یہ حکم اشارہ سے اس نماز پڑھنے والے کا ہے جو کسی صحیح کا یا اپنے مثل اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا مقتدی ہو اور امام و مقتدی دونوں میں سے ہر ایک جو معذور ہونے کی وجہ سے بیٹھے ہوئے ہوں یا چت لیٹے ہوئے ہوں اور ان کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔لیکن اگر دونوں کروٹ پر لیٹے ہوں تو مقتدی کو اپنے امام کی پیٹھ

کے پیچھے کروٹ سے لیٹا ہوا ہونا شرط ہے اور اس صورت میں سر کے آگے پیچھے ہونے کا اعتبار نہ ہو گا۔[4]

مسئلہ: امام لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو تو مقتدی کی نماز صحیح نہ ہو گی۔[5]

مسئلہ: امام نے زخم پر پٹی باندھی ہو اور اس پر مسح کیا ہو تو اس کے پیچھے ایسے شخص کی نماز صحیح ہو گی جس نے تمام اعضاء وضو کو دھویا ہو۔[6]

مسئلہ: مریض امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور تندرست مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوں تو نماز درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی جبکہ صحابہ ؓ کھڑے ہو کر اقتداء کرتے رہے۔[7]

مسئلہ: جنون کی حالت میں مبتلا شخص کی اور نشے میں مدہوش کی اور معتوہ کی امامت صحیح نہیں ہوتی۔[8]

مسئلہ: جس کے منہ سے بدبو آتی ہو یا جس کے زخم ہوں اور اس کے زخموں سے بدبو آتی ہو اس شخص کو چاہیے کہ وہ نماز باجماعت کیلئے مسجد میں نہ جائے بلکہ گھر میں نماز پڑھے[9]

مسئلہ: مجنون و پاگل کو مسجد سے دور رکھنا چاہیے۔[10]

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَ مَجَانِيْنَكُمْ۔

(ابن ماجه)

حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اپنی مسجدوں سے اپنے (ناسمجھ) بچوں اور دیوانوں کو دور رکھو (کہ کہیں وہ مسجد میں شور کریں یا اس کو پیشاب کر کے ناپاک کر دیں)۔

حوالجات

(3,2,1) درمختار ص428 ج1
(4,5) درمختار ص436 ج1
(6,7) درمختار ص435 ج1
(8) درمختار ص428 ج1
(9) ردالمحتار ص489 ج1
(10) درمختار ص:489 ج1

باب:16

مفسدات نماز

مسئلہ: بلاضرورت ایک بار بھی کھجلانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ بغیر کھجلائے نماز میں یکسوئی نہ ہو تو ایک یا دو بار کھجلانا بلا کراہت جائز ہے۔ اور تین بار اس طرح کھجلانا کہ صرف تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مدت میں تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر کھجائے اور رکھے تو اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو چھینک آئی اور نمازی نے اس کو یَرْحَمُكَ اللّٰه کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر خود نمازی کو چھینک آئی اور اس نے خود ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہا تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔[1]

مسئلہ: اگر درد یا مصیبت سے نماز میں آہ یا اوہ یا اف یا ہائے کہے یا آواز سے روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ البتہ اگر مریض مرض سے بے قابو ہو جائے اور اس سے بے اختیار آہ یا ہائے نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ اور اگر نماز میں ایسے رویا کہ صرف آنسو بہے اور آہ نہ نکلی تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔[2]

مسئلہ: بلاضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے اور کھانسی کرنے میں اگر دو حرف بھی پیدا ہو جائیں۔ مثلاً اح نکل جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ لاچاری اور مجبوری کے وقت کھنکھارنا اور گلا صاف کرنا درست ہے۔ اسی طرح کھانسی بلا اختیار آئے اور حرف پیدا ہو جائیں تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

اور اگر کھنکھارنے یا کھانسنے سے حروف نہیں نکلے تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔[3]

مسئلہ: چھینک یا ڈکار یا جمائی لینے کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حروف بلا اختیار نکلے ہوں تو نماز

فاسد نہیں ہوگی لیکن اگر مجبوری کے بغیر طبیعت کے تقاضہ سے زائد تکلف کر کے حروف ادا کرے مثلاً جمائی لینے والا ہاہ ہاہ دو دفعہ کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر حروف نہیں نکلے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔(4)

مسئلہ: اگر جسم کے اندر موجود نجاست اپنی اصلی جگہ سے الگ ہو تو خواہ کسی چیز میں بند ہو نماز سے مانع ہوگی لہٰذا اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی جیب میں ایسی شیشی ہو جس میں خون یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہیں اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو اور خواہ وہ پوری پوری ہو یا کم بھری ہو۔

یہی حکم اس وقت ہے جب نماز پڑھتے ہوئے جیب میں رومال ہو جس میں 2.75 سم قطر کے پھیلاؤ کے برابر نجاست لگی ہو۔(5)

حوالجات

(1) عمدۃ الفقہ ص246 ج2
(2) عمدۃ الفقہ ص252 ج2
(3,4) عالمگیری ص101 ج1
(5) عالمگیری ص62 ج1

باب:17

مرنے والے کے احکام

1- اس کو کلمہ کی تلقین کی جائے

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا إلــه الا الله کی تلقین کرو۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جس نے دنیا میں جہنم کی سخت وعید کے کام نہ کئے ہوں یا ان سے سچی توبہ کر لی ہو اور) جس کا (دنیا سے جاتے ہوئے) آخری کلام لا إلا الله ہو وہ سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ (جہنم میں نہیں جائے گا اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اپنی بداعمالیوں کی سزا کے طور پر قبر کی یا قیامت کے دن کی بعض سختیوں کو برداشت کرنا پڑے۔)

2-اس کے پاس سورہ یٰسین کی تلاوت کی جائے

عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَءُوْا يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ۔ (ابوداؤد)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کے پاس سورہ یٰسین پڑھو کہ اس کی برکت سے موت کے شدائد میں کمی ہوگی۔

3-مرنے والے کو قبلہ رخ کیا جائے

عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ سَأَلَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالُوْا

تُوُفِّیَ وَ أَوُصٰی أَنُ یُّوَجَّهَ إِلَی الُقِبُلَةِ فَقَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ أَصَابَ الُفِطُرَةَ (حاکم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ شریف لائے تو حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔لوگوں نے بتایا کہ ان کی وفات ہوگئی ہے اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ مرتے وقت ان کو قبلہ رخ کر دیا جائے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے فطرت اسلام کی بات پائی۔

4-مرنے پر آنکھیں بند کردی جائیں

عَنُ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتُ دَخَلَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی أَبِی سَلَمَةَ وَقَدُ شَقَّ بَصَرُهٗ فَأَغُمَضَهٗ۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (ان کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی) رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔

5-میت کو چادر سے ڈھانپ دیا جائے

عَنُ عَائِشَةَ قَالَتُ إِنَّ رَسُوُلَ اللّٰهِ ﷺ حِیُنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرُدٍ حِبُرَةٍ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کو ایک دھاریدار یمنی چادر سے ڈھانپا گیا۔

پیدائش سے پہلے یا فوراً بعد بچے کے مرنے پر احکام

ا- اگر بچے کے پورے اعضاء بن چکے ہوں:

مسئلہ: پیدائش کے وقت اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد جس بچے کی کوئی آواز یا سانس یا کسی عضو یا آنکھ جھپکنے کی حرکت وغیرہ ایسی پائی جائے جس سے اس کی زندگی معلوم ہو تو اس کا نام رکھیں اور اس کو غسل وکفن دیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔[1]

مسئلہ: اور اگر اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد زندگی کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو اس کو غسل

دیں اوراس کا نام رکھیں اوراس کوایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں اوراس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔[2]

اکثر حصہ بدن کے نکلنے کا معیار

اگر سیدھا یعنی سر کی طرف سے پیدا(Cephalic Presentation) ہوتو سینہ تک نکلنے سے کریں گے اور اگر الٹا یعنی پاؤں کی طرف سے پیدا(Breech Presentation) ہوتو ناف تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھا جائے گا۔[3]

اگر جنانے والی (یعنی Delivery کرانے والی) ڈاکٹر یا دائی یا خود بچہ کی ماں اس کی زندگی کی علامت یعنی رونے یا حرکت کرنے وغیرہ کی گواہی دیں تو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ان کا قول مقبول ہوگا اوراس پر غسل ونماز کا حکم عائد ہوگا۔

مسئلہ: اگر بچہ پیدا ہوتے وقت اس کا سر نکلا اس کے بعد وہ رویا یعنی اس سے زندگی کا کوئی اثر ظاہر ہوا پھر نصف سے زیادہ بدن نکلنے سے قبل ہی مر گیا تو اس پر مردہ پیدا ہونے کا حکم لگے گا اور اس کو مسنون طریقے پر غسل نہیں دیا جائے گا اوراس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کو معمولی طریق پر غسل دے کر یعنی اس پر سے پانی بہا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔[4]

II اگر پورے اعضاء نہ بنے ہوں

مسئلہ: اگر حمل گر جائے تو اگر بچہ (Foetus) کے ہاتھ پاؤں منہ ناک وغیرہ عضو کچھ نہ بنے ہوں تو نہ نہلائیں اور نہ کفن دیں کچھ بھی نہ کریں بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر دبادیں۔[5]

مسئلہ: اوراگر اس بچہ کے کچھ عضو بن گئے ہوں تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے یعنی نام رکھا جائے اور یونہی نہلا دیا جائے اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔[6]

مسئلہ: ناف کاٹنے سے پہلے بچہ مر جائے تو اب اس کی ناف (آنول) کاٹنا فضول ہے کیونکہ وہ اس لئے کاٹی جاتی ہے کہ وہ ایک زائد چیز ہے جس کے لگے رہنے سے زندہ کو تکلیف ہو

گی۔لہٰذا بچے کوناف اور Placenta سمیت دفن کریں گے۔

مسئلہ: بعض اوقات جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس میں حیات کے ظاہری آثار نہیں ہوتے یعنی بچے کا رونا یا ہاتھ پیر ہلانا یا کسی اور عضو کو حرکت دینا نہیں پایا جاتا البتہ کچھ دیر کے لئے مشین پر دل کی حرکت محسوس کی جاتی ہے یا زیادہ سے زیادہ اتنا نظر آتا ہے کہ بچہ نے اپنا ہاتھ سکیڑا ہے اور پھیلایا ایسی صورت میں بچے کو زندہ نہیں سمجھا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے۔ حوالہ یہ ہے:

(قوله ای وجد منه ما یدل علی حیاته) ای من بکاء او تحریك عضو او طرف و نحو ذلك بدائع و هذا معناه فی الشرع کما فی البحر وقال فی الشر نبلالیة یعنی الحیاة المستقرة ولا عبرة لانقباض وبسط الید و قبضها لان هذه الاشیاء حرکة المذبوح ولا عبرة بها حتی لو ذبح رجل فمات ابوه وهو یتحرك لم یرثه المذبوح لان لـه فی هذه الحالة حکم المیت کما فی الجوهره الخ اقول و ما نقلناه عن البدائع مشی علیه فی الفتح والبحر والزیلعی و یمکن حمله علی ما فی الشرنبلالیة (رد المحتار ص **654** ج **1**)

حوالجات

(2,1) عمدۃ الفقہ ص491ج2 (3,4) ردالمحتار ص654ج1

(5,6) ردالمحتار ص654ج1

باب:18

مرض موت میں مبتلا مریض کے تصرفات

مرض وفات میں مبتلا مریض کی تعریف

وہ مریض ہے جو اپنی حاجتوں کے لئے گھر سے باہر نہ نکل سکتا ہو۔ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ وہ مریض ہے جو ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے خواہ مریض صاحب فراش ہو یا نہیں۔

مسائل

مرض موت میں مبتلا مریض کے وہ تصرفات جن کے ساتھ قرض خواہوں یا وارثوں کے حق کا تعلق ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔

1- جن سے قرض خواہوں اور وارثوں کا حق باطل نہیں ہوتا بلکہ ان کا حق ایک شے سے دوسری شے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو مالیت میں پہلی شے کی مثل ہو مثلاً مریض نے اپنا زیور روپوں کے عوض پوری قیمت پر فروخت کیا تو اب قرضخواہوں اور وارثوں کا حق زیور کے بجائے روپوں کے ساتھ متعلق ہو گیا۔مریض کے یہ تصرفات صحیح ہوتے ہیں۔

2- جن سے قرض خواہوں اور وارثوں کا حق باطل ہوتا ہے مثلاً مریض اپنی کوئی شے ہبہ یا صدقہ کر دے۔ یہ کر کے مریض کو کچھ نہیں ملا تو قرضخواہوں اور وارثوں کا تعلق جس شے سے تھا وہ اب جاتی رہی۔اس طرح سے ان کا حق بھی جاتا رہا۔مریض کے یہ تصرفات جائز نہیں۔

پھر قرض خواہوں اور وارثوں کے حق کا تعلق صرف اس مال میں ہوتا ہے جس میں میراث جاری ہوتی ہے مثلاً ترکہ میں چھوڑی ہوئی اشیاء۔جن اشیاء میں میراث جاری نہیں ہوتی مثلاً اشیاء کے منافع ان کے ساتھ قرض خواہوں اور وارثوں کے حق کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔

وہ حقوق جن میں میراث تو جاری ہوتی ہے لیکن نہ تو وہ مال ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں مال ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے مثلاً قصاص لینے یا معاف کرنے کا حق ان میں بھی قرض خواہوں اور وارثوں کے حق کا تعلق نہیں ہوتا۔

مرض موت میں مبتلا مریض کے ہبہ کرنے سے متعلق مسائل[1]

1- مریض کا ہبہ اور صدقہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک اس پر موہوب لہ (یعنی جس کو ہبہ کیا ہے اس) کا قبضہ نہ ہو جائے۔ اور جب قبضہ ہو جائے تو یہ ہبہ ایک تہائی ترکہ میں سے صحیح ہوگا اس لئے کہ اس حالت میں اس کی حیثیت وصیت کی ہے اور اگر قبضہ ہونے سے پیشتر واہب (یعنی ہبہ کرنے والا) مر جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔

اگر ہبہ میں مکان دیا اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر لیا پھر واہب کچھ اور مال چھوڑے بغیر مر گیا تو ہبہ اس مکان کی تہائی میں صحیح ہوگا اور دو تہائی وارثوں کو واپس ملے گا۔ یہی معاملہ تمام قابل تقسیم اور نا قابل تقسیم اشیاء کا ہے۔

اگر مریض نے ایسی شے ہبہ کی جو ایک تہائی مال سے نہ نکلتی ہو بلکہ اس کی مالیت ایک تہائی ترکہ سے زیادہ کی ہے تو موہوب لہ پر واجب ہوگا کہ وہ وارثوں کے مطالبہ کرنے پر ایک تہائی سے زائد وارثوں کو واپس کر دے۔

مسئلہ: مریض نے ایک من عمدہ چھوارے جن کی قیمت تین سو روپے ہو ایک تندرست کو ہبہ کئے ایک من گھٹیا چھواروں کے عوض میں جن کی قیمت صرف سو روپے ہے۔ اور دونوں نے قبضہ کر لیا۔ پھر مریض مر گیا اور وارثوں نے اس تصرف کی اجازت نہ دی تو تندرست آدمی پر واجب ہوگا کہ یا تو وہ مریض کے چھوارے واپس کر دے اور اپنے چھوارے لے یا مریض کے چھواروں کا نصف من واپس کرے اور اپنے چھواروں کا نصف من واپس لے لے۔ اور اگر مذکورہ بالا صورت میں مریض کا ہبہ عوض کے ساتھ مشروط نہ تھا تو تندرست کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو ہبہ واپس کر دے اور اپنے عوض واپس لے لے اور چاہے تو مریض کے ہبہ کے دو تہائی واپس کر دے۔

مسئلہ: واہب نے اپنا ہبہ موہوب لہ سے اس وقت واپس لیا جب وہ مریض ہے اور یہ ہبہ موہوب لہ کی صحت میں ہوا تھا۔ اگر یہ واپسی عدالتی فیصلے کے تحت ہوئی تو واپسی صحیح ہوئی اور

موہوب لہ کی موت کے بعد اس کے قرض خواہوں اور وارثوں کا واہب پر کچھ حق نہ ہوگا۔ اور اگر یہ واپسی عدالتی فیصلے کے بغیر ہوئی تو مریض کا واہب کو اس کے مطالبہ پر ہبہ واپس کرنا اس کی جانب سے ایک نیا ہبہ شمار ہوگا لہٰذا اس کا حساب اس کے ایک تہائی ترکہ میں سے کیا جائے گا جب کہ میت پر کچھ قرض نہ ہو اور اگر میت کے ذمے اس کے کل ترکہ کے برابر قرض ہو تو واپسی کو کالعدم اور باطل کر دیا جائے گا اور واہب سے لے کر وارثوں کو ہبہ دلوایا جائے گا۔

مسئلہ: مریض عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کر دیا۔ پھر اگر وہ تندرست ہو جائے تو ہبہ صحیح ہو جائے گا اور اگر مرض میں مر جائے تو اگر مرض موت سے مختلف مرض کی وجہ سے مرے تب بھی ہبہ صحیح ہوگا اور اگر مرض موت والے ہی مرض ہی سے مرے تو وارثوں کی اجازت کے بغیر ہبہ صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ: عورت نے مرض موت میں اپنے شوہر کو مہر معاف کر دیا اور عورت سے پہلے ہی اس کا شوہر مر گیا تو عورت کو مہر کا دعویٰ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ البتہ جب عورت مر جائے گی تو اس کے وارثوں کو دعویٰ کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ جب تک عورت کو موت نہ آئے اس کا مہر معاف کرنا صحیح سمجھا جائے گا۔ ہاں مرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ وہ صحیح نہیں ہوا تھا۔

مسئلہ: مرض وفات میں مبتلا مریض نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ پھر اس کے ہاتھ اپنا مکان فروخت کیا اور اس کی قیمت بھی اس کو ہبہ کر دی اور مزید مثلاً دس ہزار روپے کی وصیت کی۔ پھر بیوی کی عدت کے دوران شوہر مر گیا تو وصیت اور قیمت کا ہبہ باطل ہوگا۔

مسئلہ: اپاہج اور فالج زدہ اور شل ہاتھ پاؤں والوں کے یہ عوارض طویل ہو جائیں اور ان سے موت کا خوف نہ ہو تو ان بیماروں کا ہبہ تندرست لوگوں کی طرح کل مال میں شمار ہوگا۔

مرض موت میں مبتلا مریض کے اقرار(2)

مسئلہ: جب مریض پر صحت کے زمانے کا قرض نہ ہو تو مریض کا اجنبی کے لئے کل مال کا اقرار جائز ہے۔

مسئلہ: صحت کے زمانے کا قرض مرض کے زمانے کے اس قرض پر مقدم ہوگا جو مریض کے اقرار سے ثابت ہو۔ لہٰذا ترکہ میں سے پہلے زمانہ صحت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر اگر ترکے میں

کچھ بچا تو اس سے زمانہ مرض کا قرض ادا کیا جائے گا۔

مسئلہ: زمانہ مرض کا جو قرض گواہوں کے ذریعے یا خود قاضی و جج کے مشاہدے سے ثابت ہوا ہو تو وہ اور زمانہ صحت کا قرض دونوں کا حکم یکساں ہے۔

مسئلہ: زمانہ صحت کا قرض اس ودیعت پر بھی مقدم ہوتا ہے جس کا مریض نے مرض میں اقرار کیا ہو۔

مسئلہ: مرض موت میں جو ادائیگیاں کسی معروف سبب سے لازم ہوئی ہوں وہ اس قرض اور ودیعت پر مقدم ہوتی ہیں جن کا مریض نے اپنے مرض موت میں اقرار کیا ہو۔

معروف سبب میں یہ باتیں شامل ہیں: مشاہدہ میں آئی ہوئی بیع، دوسرے کے مال کا اتلاف اور مہر مثل پر نکاح۔ اگر مہر مثل سے زائد مہر مقرر کیا گیا ہو تو زائد باطل ہوگا اگرچہ نکاح جائز ہوگا۔

مسئلہ: مریض نے اپنے قبضے میں موجود کسی شے کا غیر وارث کے لئے اقرار کیا تو یہ اقرار اس کے کل مال میں سے صحیح ہوگا جب کہ معلوم ہو کہ مریض نے حالت مرض میں اس غیر وارث کو اس شے کا مالک نہیں بنایا ہے اور اگر حالت مرض میں اس کا مالک بنانا معلوم ہو تو پھر یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اور کل مال کے ایک تہائی میں سے اس شے کو نکالا جائے گا۔

مسئلہ: مریض کو یہ جائز نہیں کہ وہ بعض قرض خواہوں کو تو قرض واپس کردے اور بعض کو نہ کرے اگرچہ وہ قرض بیوی کا مہر اور کام کی اجرت ہی کیوں نہ ہو سوائے دو صورتوں کی۔

i- مرض میں جو قرض لیا اس کو ادا کیا ہو۔

ii- مرض میں قیمت مثل پر خریدی ہوئی اشیاء کی قیمت ادا کی ہو۔

لیکن ان دونوں صورتوں میں شرط یہ ہے کہ قرض اور خرید کا ثبوت گواہی سے ہو محض اقرار سے نہیں۔

مسئلہ: وارث کے ذمے مریض کا قرض تھا۔ مریض نے اقرار کیا کہ اس نے اپنا قرض وصول کر لیا ہے تو یہ اقرار جائز نہ ہوگا خواہ قرض زمانہ صحت کا ہو یا زمانہ مرض کا اور خواہ مریض کے ذمے قرض ہو یا نہیں۔

مسئلہ: مریض عورت نے اپنا مہر وصول کر لینے کا اقرار کیا۔ پھر اگر شوہر کی زوجیت یا عدت

میں اس کا انتقال ہوا تو اس کا اقرار صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ: زوجہ نے اپنے مرض موت میں اپنے شوہر کو مہر معاف کیا اور پھر مرگئی تو دیگر وارثوں کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

مسئلہ: مریض نے مرض موت میں بیوی کو اس کے طلاق کے مطالبہ پر تین طلاقیں یا ایک طلاق بائن دی اور پھر اس کے لئے عدت کے دوران کسی قرض کا اقرار کیا تو عورت کو حصہ میراث اور قرضے میں سے جو بھی کمتر ہو وہ ملے گا۔ اور اگر عدت گزرنے کے بعد اقرار کیا تھا تو عورت کو قرض ملے گا اور اگر شوہر نے بیوی کی طرف سے مطالبہ طلاق کے بغیر طلاق دی تو بیوی کو میراث میں سے حصہ ملے گا خواہ وہ کتنا ہی ہو اور اس کے لئے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کی وارث ہے۔

مسئلہ: مریض نے تنہا اپنے وارث کے لئے یا اس کو کسی غیر وارث کے ساتھ شریک کر کے کسی شے یا کسی قرض کا اقرار کیا تو یہ اقرار باطل ہوگا الا یہ کہ اس کی موت کے بعد بقیہ وارث اس کی تصدیق کر دیں۔ اور اگر مریض کا کوئی اور وارث نہ ہو تو یہ اقرار صحیح ہوگا۔

حوالجات

(1) مذکورہ مسائل عالمگیری ج 4 باب فی ہبۃ المریض سے ماخوذ ہیں۔

(2) مذکورہ مسائل درمختار باب اقرار المریض سے ماخوذ ہیں۔

باب:19

شہید کا بیان

شہید کی تین اقسام ہیں

1- شہید کامل۔اس کو دنیا و آخرت کا شہید بھی کہتے ہیں۔

اس سے مراد وہ مکلّف مسلمان ہے جو بے گناہ اور مظلومانہ کسی آلہ جارحہ مثلاً تلوار، چھری، تیر، بندوق وغیرہ سے قتل کیا گیا ہو اور نفس قتل سے مال دیت واجب نہ ہوا ہو بلکہ قصاص واجب ہو۔ یا کسی کافر حربی یا باغی ڈاکو نے آلہ جارحہ کے علاوہ کسی چیز سے قتل کیا ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں اور اس مقتول نے زخمی ہونے کے بعد راحت دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔[1]

2- شہید ناقص۔اس کو شہید آخرت یا شہید ثواب بھی کہتے ہیں۔

اس کے کفن و دفن کے احکام عام مردوں کی طرح ہوتے ہیں البتہ وہ آخرت میں شہید کا ثواب پائے گا۔

3- شہید دنیا یعنی جو صرف کسی دنیاوی غرض کے لئے لڑائی کرے اور اس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ بالکل نہ ہو بلکہ حصول مال یا حصول جاہ وغیرہ ہو اور اس میں قتل ہو جائے۔

دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری ہونگے کیونکہ دل میں مخفی نیت کو انسان نہیں جان سکتا لہٰذا ظاہری حال پر عمل کرتے ہوئے اس کو غسل نہ دیں گے لیکن آخرت میں وہ عند اللہ شہید نہیں ہو گا اور وہ ثواب جو شہداء کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے نہیں پائے گا۔

شہید کامل کے احکام

1- شہید کامل کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے صاف نہ کیا جائے بلکہ اس

طرح خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔[2]

2- جو کپڑے پہنے ہوئے ہوان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیں۔ اگر اس کے کپڑے عدد مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون پورا کرنے کے لئے اور کپڑے بڑھا کر کفن پورا کیا جائے اور اگر کپڑے عدد مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کو اتار کر عدد مسنون کے مطابق کر دیئے جائیں اور جو چیزیں جنس کفن سے نہیں ہیں وہ اس کے بدن سے اتار لی جائیں جیسے ہتھیار، ذرہ، جوتا، موزے وغیرہ۔[3]

شہید کامل کی شرائط

1- مسلمان ہو

2- مکلّف ہو

مکلّف یعنی عاقل و بالغ ہو۔ پس جو شخص حالت جنون میں مارا جائے یا نابالغ مارا جائے تو اس کے لئے شہید کامل کے احکام ثابت نہیں ہوں گے اور اس کو عام مردوں کی طرح غسل و کفن دیا جائے گا خواہ وہ کسی طرح بھی قتل کیا گیا ہو۔[4]

3- پاک ہونا

یعنی حدث اکبر سے پاک ہو۔ پس جنبی اور حیض یا نفاس والی عورت شہید کامل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اگر کوئی شخص حالت جنابت میں یا کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں شہید ہو جائے تو اس کو بھی غسل و کفن دیا جائے گا۔ جنبی ہونا اس طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ قتل سے پہلے اس نے خود بیان کیا ہو یا اس کی عورت نے بتایا ہو۔[5]

ایک صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اس لئے وہ غسیل ملائکہ کہلاتے ہیں۔

اگر حیض یا نفاس والی عورت طاہر ہو چکی ہو اور خون بند ہو چکا ہو لیکن ابھی اس نے غسل نہ کیا ہو کہ قتل ہو جائے تب بھی اس کو غسل دیں گے۔

اگر حیض شروع ہوئے ابھی پورے تین دن نہیں ہوئے تھے مثلاً ایک یا دو دن خون دیکھا تھا

کہ قتل کی گئی تو بالاتفاق اسے غسل نہ دیں گے کیونکہ ابھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حائضہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خون استحاضہ کا ہو۔(6)

4- بے گناہ مقتول ہو

جو کسی شرعی جرم کی سزا میں مارا گیا ہو وہ بے گناہ مقتول نہیں ہوتا اور اس کے لئے بھی شہید کامل کے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ بے گناہ مقتول ہونے کی مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کوئی بھی ہو۔(7)

(i) حربیوں یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے اس کو قتل کیا ہو

حربیوں سے مراد حربی کافر ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو خواہ آلہ جارحہ تلوار بندوق وغیرہ سے مارا جائے یا غیر جارحہ مثلاً پتھر لکڑی وغیرہ سے مار جائے اور خواہ وہ لوگ خود اس کے قتل کے مرتکب ہوئے ہوں یعنی براہ راست ان کے ہاتھ سے مارا جائے یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں مثلاً حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے کسی مسلمان کے گھر میں آگ لگا دی جس سے کوئی مسلمان جل گیا ہو یا جن جانوروں پر وہ سوار ہوں انہوں نے کسی مسلمان کو روند کر مار دیا ہو۔(8)

(ii) یا مظلومانہ قتل کیا گیا ہو

حربی و باغی و رہزن کے علاوہ کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھوں کسی آلہ جارحہ سے مظلومانہ مارا گیا ہو جس میں شریعت کی طرف سے اس قتل کی سزا میں ابتداء کوئی مالی عوض یعنی دیت مقرر نہ ہو بلکہ قصاص ہو۔(9)

(iii) یا میدان جنگ میں پایا جائے

میدان جنگ میں مقتول پایا جائے جب کہ اس پر زخم کے نشانات ہوں۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان میدان جنگ میں مقتول پایا جائے اور اس پر ظاہری یا اندرونی ضرب یا زخم کے نشانات ہوں مثلاً آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یا گلا گھونٹنے یا ہڈی ٹوٹنے کا نشان ہو تو اس پر بھی شہید کامل کے احکام جاری ہوں گے۔

اور اگر میدان جنگ میں کوئی مردہ ملا اور اس پر قتل کا کوئی نشان نہیں ملا مثلاً زخم یا گلا گھونٹنے یا ضرب یا خون کا نشان نہ تھا یا اگر خون تھا تو وہ ایسی طرف سے نکلا کہ کسی اندرونی ضرب کے بغیر بھی کسی بیماری کے سبب سے وہاں سے نکلتا ہے جیسے کہ اس کی ناک سے یا پیشاب یا پاخانہ کے مقام سے خون نکلا تو وہ شہید نہیں کیونکہ بعض وقت ناک سے نکسیر کا خون اور پیشاب اور پاخانہ کے مقام سے بھی کسی بیماری سے بغیر زخم کے خون نکلتا ہے۔ لہٰذا ایسے آدمی کے شہید کامل ہونے میں شک واقع ہو گیا اور شک کی وجہ سے غسل ساقط نہیں ہوگا۔(10)

5- زخمی نے دنیا کا کچھ فائدہ نہ اٹھایا ہو

یعنی زخمی ہونے کے بعد دنیا سے فائدہ نہ اٹھایا ہو مثلاً کھانا پینا، سونا، علاج کرانا وغیرہ ان میں سے کوئی بات نہ پائی گئی ہو۔ پس اگر کسی شخص نے زخمی ہونے کے بعد کچھ دیر زندہ رہنے کی وجہ سے کچھ کھایا یا پیا یا وہ سویا یا اس نے علاج کرایا اگرچہ یہ چیزیں بہت قلیل ہوں تو یہ شخص شہید کامل نہیں ہے۔ اسی طرح کسی خیمہ یا سائبان میں ٹھہرا مثلاً جہاں زخمی ہوا تھا وہاں خیمہ لگا کر اس کو ٹھہرایا یا اتنی دیر تک زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گزر گیا اور اس کے ہوش وحواس درست تھے اور وہ نماز ادا کرنے پر قادر تھا یا کچھ خریدے یا فروخت کرے یا بہت سی باتیں کرے یا کسی دنیاوی کام کی وصیت کرے یا وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ کو چلا جائے یا لوگ اسے زندہ کو حالت ہوش وحواس میں میدان جنگ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جائیں خواہ وہ وہاں زندہ پہنچا ہو یا راستہ میں ہی مر گیا ہو تو ان سب صورتوں میں اس نے دنیوی فائدہ اٹھایا ہے اور وہ شہید کامل کے حکم میں نہیں ہے اس لئے اس کو غسل دیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ باتیں لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پائی جائیں۔ اور اگر لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے یہ باتیں پائی جائیں تو وہ دنیوی فائدہ اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا اس لئے اس وقت یہ باتیں شہید کامل ہونے میں مانع نہیں ہوں گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

اگر میدان جنگ سے اس کو محض اس لئے اٹھا لائے کہ گھوڑے یا گاڑیاں وغیرہ اس کو نہ روندیں تو وہ شہید کامل ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے آخرت کے متعلق وصیت کی ہو یا دنیاوی امور کے متعلق ایک دو بات کی ہو اگرچہ لڑائی کے بعد ہو یا نماز ادا کرنے کی مقدار زندہ رہا مگر ہوش و

حواس درست نہ تھے اگر چہ ایک دن رات سے زیادہ زندہ رہا تو ان صورتوں میں بھی وہ شہید ہے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔(11)

شہید ناقص یعنی شہید آخرت کی تفصیل

وہ صورتیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے چالیس سے اوپر ہیں۔ یہاں موضوع سے متعلق صورتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

1- وہ بے گناہ مقتول جو شہید کامل میں اس لئے داخل نہ ہو کہ جو شرطیں اس کے لئے بیان کی گئی ہیں ان میں سے کوئی شرط اس میں مفقود تھی۔

2- طاعون سے مرنے والا۔ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو طاعون زدہ بستی میں طاعون کے بغیر وفات پا جائے بشرطیکہ اس بستی میں ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے، راہ فرار اختیار نہ کرے۔

3- پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال) میں وفات پانے والا۔

4- ذات الجنب (Pleurisy) کے مرض میں وفات پانے والا۔

5- سل (ٹی بی) کے مرض میں وفات پانے والا۔

6- مرگی کے مرض سے یا کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔

7- بخار میں مرنے والا۔

8- جس کی موت سمندر میں الٹیاں لگنے (Sea Sickness) سے واقع ہوئی ہو۔

9- جو شخص اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ کہے اور اسی بیماری میں وفات پا جائے۔

10- جس کی موت اچھو لگنے سے ہوئی ہو۔

11- جس کی موت زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہو۔

12- جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو۔

13- آگ میں جل کر مرنے والا۔

14- پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

15- جس عورت کی موت حالت حمل میں ہو جائے۔

16- نفاس والی عورت جس کی موت ولادت کے وقت ہوئی ہو یا ولادت کے بعد مدت نفاس ختم ہونے سے پہلے ہوئی ہو۔[12]

زندگی میں جسم سے علیحدہ ہو جانے والے اعضاء کا حکم

کسی زندہ شخص کا کوئی عضو اس کے بدن سے کٹ جائے یا آپریشن کے ذریعے علیحدہ کر دیا جائے تو اس کا غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں۔ یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔[13]

حوالجات

(1) درمختار ص671-669 ج1
(2,3) درمختار ص671 ج2
(4,5,6) درالمختار ص669 ج1
(7,8,9) ردالمختار ص670 ج1
(10) ردالمختار ص671 ج1
(11) ردالمختار ص670 ج1
(12) درمختار ص672,673 ج1
(13) عمدۃ الفقہ ص492 ج2

باب:20

روزے کے احکام

روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا ضابطہ

چند مقدمات

-1 شریعت کے احکام کا مدار ان امور پر نہیں جن کو معلوم کرنے کیلئے بہت کچھ تحقیقات و تدقیقات کی ضرورت ہو۔ نماز روزے کے لئے اوقات اور مہینے معلوم کرنے کی خاطر علم فلکیات کی باریکیوں کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ روزوں کیلئے چاند کی رویت کو مدار بنایا اور نمازوں کیلئے سورج کے طلوع وغروب اور اشیاء کے سایہ کو مدار بنایا اور یہ ایسے امور ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر معاشرہ ومقام کے لوگوں کی ان تک رسائی ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَ أَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔

-2 حدیث میں ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ...... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا الْإِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ وَلَیْسَ مِمَّا خَرَجَ۔ (مسند ابی یعلی)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ تو اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس سے نہیں جو جسم سے باہر نکلے۔

-3 حدیث میں ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِکْتَحَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا۔

-4 ایک اور حدیث میں ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَلَیْسَ

مِمَّا دَخَلَ وَالْفِطْرُ فِی الصَّوْمِ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ۔ (عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا وضو اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم سے باہر آئے اس سے نہیں جو جسم میں داخل ہو جب کہ روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس سے نہیں جو جسم سے باہر آئے۔

اس حدیث میں مذکور تقابل کا تقاضا ہے کہ جن قدرتی راستوں سے کوئی چیز جسم سے باہر آتی ہے انہی راستوں سے کوئی چیز اگر جسم کے اندر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ قدرتی راستوں سے باہر آنے سے پہلے وہ چیز کسی جوف (Cavity) میں ہوتی ہے خواہ وہ آنتوں کا جوف Canal Alimentary ہو یا مثانہ کا ہو یا رحم کا ہو یا کان کا ہو۔ داخل ہونے پر بھی شے کسی جوف میں ہی داخل ہوگی۔

ان مقدمات کا حاصل یہ ضابطہ ہے

اگر کوئی شے جسم کے کسی جوف (Cavity) میں قدرتی یا مصنوعی راستہ (Opening) سے جان بوجھ کر یا غلطی سے داخل کی جائے مسام سے نہیں اور وہ جوف میں ٹھہر جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے الا یہ کہ کہیں ضرورت اور مجبوری کا تقاضا ہو کہ روزے کے ٹوٹنے کا حکم نہ لگایا جائے۔

اس ضابطہ سے صرف خود قصداً کی جانے والی منہ بھر قے کا استثناء ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔ اس سے بھی روز ٹوٹ جاتا ہے۔

کن باتوں سے روزہ ٹوٹتا ہے

جان بوجھ کر قصداً قے کرنے سے

روزہ یاد ہوتے ہوئے خود اپنے ارادہ واختیار سے منہ بھر کر قے لانے اور کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ معالج نے کسی غرض سے قے کرائی ہو (غرض قے Induced ہو اور منہ بھر کر ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے) چاہے قے میں کھانا پانی، پت (Bile)، جما ہوا خون نکلا ہو یا نرا بلغم نکلا ہو۔ اس صورت میں روزے کی صرف قضا آتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔[1]

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ...... اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے (روزہ کی حالت میں) اپنے اختیار سے (منہ بھر کر) قے کی تو (چونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے) وہ روزے کی قضا کرے۔

مسئلہ: اگر ایک ہی مجلس میں کئی بار قصداً قے کی اور وہ سب مل کر منہ بھر ہونے کی مقدار تھی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر کئی مجالس میں تھوڑی تھوڑی قے کی ہو یا ایک دفعہ صبح کو پھر دوپہر کو پھر شام کو قے کی ہو کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[2]

2- جسم کے کسی جوف میں کسی چیز کے داخل ہونے سے

بلا ارادہ خود بخود منہ بھر کر قے آئی جس میں کچھ ہی ہو پھر روزہ ہوتے ہوئے قصداً اس کو منہ کے اندر سے ہی واپس نگل لیا خواہ تمام کو نگلے یا اس میں سے بعض حصہ کو نگلے جب کہ نگلی ہوئی مقدار چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زائد ہو۔[3]

تنبیہ: خود بخود قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ منہ بھر کے ہو یا تھوڑی ہو۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَىْءُ وَ هُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ۔ (ابو دائود)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو روزے کی حالت میں منہ بھر کر قے ہو جائے اس پر قضا نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر کسی کو بلا قصد خود بخود قے ہوئی اور اس نے گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے پھر اس نے قصداً کھایا پیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔[4]

مسئلہ: خون اگر دانتوں سے نکل کر حلق میں داخل ہو جائے اور تھوک غالب ہو اور خون کا مزا حلق میں نہیں پایا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اگر تھوک کے غالب ہونے کے باوجود خون کا مزہ حلق میں پایا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی۔[5]

مسئلہ: عنبر وعود کا دھواں قصداً اپنے منہ کے اندر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کسی دوا مثلاً Tinct Benzoin Co کی بھاپ لینے اور تنگی تنفس میں Inhaler کے استعمال کا بھی

یہی حکم ہے۔اسی طرح Menthol وغیرہ سونگھنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے ذرات اصل سے جدا ہو کر ہوا میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔(6)

مسئلہ: سانس کے ذریعہ آکسیجن لینے (Oxygen inhalation) سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے حقنہ (Enema) کرایا یعنی اس کے ذریعہ کوئی دوا یا پانی یا تیل وغیرہ کو مقعد میں چڑھایا اور وہ حقنہ کے مقام تک جو مقعد سے چار انگل اوپر ہے پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(7)

مسئلہ: ناک میں جو قطرے ڈالے جاتے ہیں چونکہ وہ اکثر حلق تک پہنچ جاتے ہیں لہذا روزہ میں یہ ڈالنا مکروہ ہے اور اگر دوا حلق میں چلی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(8)

البتہ اگر ناک کے نتھنوں میں مرہم مثلاً Vicks لگائی اور اس کو اوپر نہیں کھینچا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس میں شامل ویزلین Menthol کے ذرات کو بظاہر روکے رکھتی ہے۔

مسئلہ: کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اسی طرح قاضی خان کے فتوے کے مطابق کان میں خود پانی ڈالنے سے اگرچہ کان کی صفائی کی غرض سے ہو روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر غسل کرتے ہوئے یا بارش میں کھڑے ہوئے بلا اختیار خود بخود کان میں پانی چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔(9)

مسئلہ: آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ Nasolacrimal duct کا سوراخ قدرتی حالت میں محض مسام کی طرح ہوتا ہے۔(10)

مسئلہ: آنکھ کی دھلائی کے لئے Nasolacrimal duct کو کھول کر دھونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: منہ میں دوا لگوانا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔اگر دوا حلق کے اندر چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(11)

مسئلہ: نکسیر کا خون حلق میں سے پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(12)

مسئلہ: مرد نے اگر پیشاب کی نالی میں کوئی دوا ٹپکائی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔(13)

مسئلہ: بواسیری مسے (Piles) حقنہ کے مقام جو مقعد سے چار انگل اوپر ہے اس سے

بہت نیچے ہوتے ہیں اور مقعد کے راستہ سے داخل ہونے والی چیز جب تک مقام حقنہ کو نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لہٰذا مسوں کو پانی سے تر کر کے چڑھانے سے اور مسوں پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[14]

مسئلہ: اگر روزہ دار مرد یا عورت نے اپنی خشک انگلی اپنے پاخانہ کے مقام میں داخل کی یا عورت نے فرج (Vagina) میں داخل کی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن اگر انگلی پانی یا تیل سے تر ہو تو اب پانی یا تیل وغیرہ کے اندر پہنچنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔[15]

انگلی کے ذریعہ پاخانے کی جگہ کی Per-Rectum اور عورت کی شرمگاہ کی Per-Vagina تفتیش کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر خشک انگلی داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر تیل یا ویزلین یا گلیسرین لگانے کے بعد داخل کی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: پہلے خشک انگلی داخل کی اور اس کو باہر نکالا تو اس پر اندر کی رطوبت لگ گئی تھی پھر جب دوبارہ وہ اندر داخل کیا تو یہ رطوبت جو خارج ہو چکی تھی اس کو خارج سے اندر داخل کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[16]

مسئلہ: مثانہ خواہ کسی مرد کا ہو یا عورت کا اس میں کسی دوا وغیرہ کو داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[17]

مسئلہ: مثانہ سے باہر کی طرف پیشاب کی نالی Urethra خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اس میں کچھ داخل ہو کر چھپ جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[18]

مسئلہ: اگر کسی روزہ دار مرد یا عورت نے اپنے پاخانے کے مقام میں روئی یا لکڑی یا کپڑا یا پتھر کا ٹکڑا وغیرہ داخل کیا یا عورت نے اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کیا۔ اگر وہ سب اندر چلا گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس کا ایک سرا باہر نکلا رہا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا یہاں تک کہ اگر عورت نے کوئی شے اپنی اندرونی شرمگاہ (Vagina) میں داخل کی لیکن اس کا باہر والا سرا عورت کی شرمگاہ کے خارجی حصہ (Vulva) میں ہی باقی رہا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[19]

مسئلہ: مانع حمل چھلا (I.U.D.C) رحم میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: رحم کی صفائی کیلئے فم رحم کشادہ کرنے کی خاطر جو آلات (Dilators) استعمال کیے جاتے ہیں اور اندرون رحم کھرچنے کا آلہ (Curette) اگر ان پر کوئی تیل وغیرہ لگا کر انکو داخل کیا

جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ان کو خشک داخل کیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر خشک داخل کر کے ایک مرتبہ باہر نکال کر دوبارہ صاف کیے بغیر اگر ان کو پھر اندر داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی لکڑی کو نگل لیا اور اس کا سرا ہاتھ میں ہے اور اس کو باہر نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا کیونکہ وہ لکڑی اندر ٹھہری نہیں رہی۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب اس پر کچھ پانی یا تیل نہ لگا ہوا ہو۔[20]

Ryle`s Tube اور اندرونی معائنہ کے مختلف آلات مثلاً Sigmoidoscope, Bronchoscope, Gastroscope, وغیرہ پر چونکہ کچھ تیل وغیرہ (Lubricant) استعمال کے لیے لگایا جاتا ہے لہٰذا ان کو اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی روزہ دار کی کانچ (Rectal Prolapse) باہر نکل آئی اور اس نے اس کو دھویا۔ اگر وہ خشک کرنے سے پہلے کھڑا ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ کانچ اندر جانے سے پانی بھی اندر چلا جائے گا اور اگر کانچ کو خشک کر لیا تو اب اس کے مقعد میں واپس جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ لہٰذا جب کسی روزہ دار کی کانچ باہر نکل آئے تو اس کو چاہیے کہ استنجے کے بعد جب تک اس کو کپڑے سے نہ پونچھ لے اپنی جگہ سے نہ اٹھے تاکہ پانی کے اندر داخل ہونے سے روزہ نہ ٹوٹے۔[21]

مسئلہ: رحم کا کچھ حصہ باہر نکل آنے (Uterine Prolapse) میں بھی اگر کچھ دوا لگا کر یا پانی وغیرہ لگا کر اس کو اندر کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔[22]

مسئلہ: اگر کسی نے روزہ دار کے نیزہ یا تیر چبھویا جو پیٹ تک پہنچ گیا تو اگر اس کو نوک (انی) سمیت باہر نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور اگر نیزہ یا تیر کی انی (نوک) ٹوٹ کر اندر پیٹ میں رہ گئی تب بھی روزہ نہ ٹوٹے گا۔[23]

مسئلہ: کسی بھی قسم کا ٹیکہ خواہ وہ عضلاتی ہو یا وریدی ہو لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی طبی ضرورت سے گلوکوز کی بوتل بھی چڑھائی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح خون چڑھانے (Blood Transfusion) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ (i) دوا جسم کے اندر کسی منفذ (Opening) سے داخل نہیں ہوئی۔ (ii) دوا کسی جوف

(Cavity) میں داخل نہیں ہوئی۔

مسئلہ: محض روزہ کی مشقت کم کرنے کیلئے (Drip) لگوانا مکروہ ہے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: انجائنا (Angina Pectoris) کے مریض اگر روزہ کی حالت میں Angised گولی زبان کے نیچے رکھ لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ لعاب حلق کے نیچے اترنے نہ پائے تو منہ کی اندرونی تہہ سے اس کے جذب ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر لعاب حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا لہٰذا احتیاط بہتر ہے۔ یہی حکم بعض اور دواؤں کو زبان کے نیچے رکھنے کا ہے۔

مسئلہ: روزہ دار نے دوا چکھی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں پایا لیکن دوا حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[24]

مسئلہ: روزہ دار کے پاخانہ کے مقام میں تفتیش کے لئے سوکھی انگلی ڈالی گئی۔ روزہ دار نے یہ خیال کر کے کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا عمداً کچھ کھا پی لیا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونگے۔ اور اگر انگلی تر تھی تو کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں روزہ دار نے تری داخل ہونے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جانے کے بعد کھایا ہے۔[25]

مسئلہ: مرد نے اپنے ہاتھ سے یا اپنی بیوی یا کسی اور کے ہاتھ سے اپنے آلہ تناسل (Penis) کو ہلا کر منی خارج کی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا خواہ اس نے ایسا اپنی شہوت کی تسکین کیلئے کیا ہو یا مادہ منویہ کا تجزیہ (Semen Analysis) کرانے کیلئے کیا ہو۔[26]

مسئلہ: نشے والا آدمی اگر نیت کا وقت گزرنے سے پہلے ہوشیار ہو گیا اور اس وقت اس نے روزہ کی نیت کر لی تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا کیونکہ رمضان کے روزے کیلئے رات کو نیت کرنا شرط نہیں ہے اور اگر ہوشیار ہونے سے پہلے روزہ کی نیت کا وقت گزر گیا تو اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔[27]

مسئلہ: پچھنے لگوانے (Cupping) اور اسی طرح فصد کھلوانے (Venesection) اور کسی مریض کیلئے خون دینے (Blood Donation) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اس سے ہونے والے ضعف کی بنا پر بہتر ہے کہ روزہ کی حالت میں ایسا نہ کرے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پچھنے لگوائے (اور خون نکلوایا) جبکہ آپ روزہ سے تھے۔

عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضُّعْفِ (بخاری)

ثابت بنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں روزہ دار کیلئے پچھنے لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کہا کہ نہیں مگر جبکہ اس کی کمزوری کا خوف ہو(کیونکہ اس صورت میں ڈر ہوتا ہے کہ روزہ دار اپنی کمزوری کی وجہ سے کہیں روزہ نہ توڑ دے)۔

فائدہ: جب ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ پچھنے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو ذیل کی حدیث میں مجازی معنی مراد ہونا متعین ہے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتٰی رَجُلًا بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِیْ لِثَمَانِیَ عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ (ابوداؤد)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں ایک شخص کے پاس آئے جو کہ پچھنے لگوا رہا تھا۔ وہ رمضان کی اٹھارویں تاریخ تھی اور آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا پچھنے لگانے والے اور پچھنے لگوانے والے (دونوں) کا روزہ (تو گویا) ٹوٹ گیا۔

اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ محض پچھنے لگانے سے ان کا روزہ ٹوٹ گیا تھا بلکہ یہ مجازی معنی مراد ہے کہ ان کا روزہ خطرہ میں پڑ گیا اور اس کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو گیا کیونکہ پچھنے لگوانے والا کمزور تھا اور لگانے والا اپنے منہ سے خون کھینچنے میں پوری احتیاط نہیں کر رہا تھا۔

مسئلہ: روزہ دار نے پچھنے لگوائے یا خون دیا پھر یہ خیال کر کے کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہے اس نے عمداً کچھ کھا لیا۔ اگر اس نے کسی اچھے عالم سے فتویٰ نہیں لیا اور نہ ہی اس کو حدیث أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُوْمُ کا علم تھا (جس کا دیگر احادیث کی روشنی میں اصل مطلب یہ ہے کہ پچھنے لگانے والے کا اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹنے کے قریب ہو گیا اگرچہ بظاہر یہ ترجمہ ہے کہ پچھنے لگانے والے کا اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا) تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم

ہونگے۔اور اگراس نے کسی فقیہ عالم سے فتوی لیا تھا اوراس نے فتوی دیا تھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے تو اس پر صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں ہوگا۔(28)

مسئلہ: کسی کو بلا قصد خود بخود قے ہوئی اوراس نے یہ خیال کر کے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے عمداً کچھ کھا پی لیا تو اس پر صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں ہوگا۔البتہ اگر وہ جانتا تھا کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا پھر بھی عمداً کچھ کھا پی لیا تو کفارہ لازم ہوگا۔(29)

روزہ ٹوٹنے کی جن صورتوں میں کفارہ لازم ہوتا ہے ان میں کفارے کی ترتیب یوں ہے کہ اولا دو مہینے کے متواتر روزے رکھے اور اگر ایسا بیمار ہو کہ روزہ نہ رکھ سکے یا مشقت کا عارضہ ہو مثلاً شدت شہوت ہو یا بھوک کی برداشت نہ ہو یا روزمرہ کا کام گرم اور تپش والے ماحو میں کرنا پڑتا ہو یا سگریٹ نوشی یا تمباکو نوشی کی طلب بہت زیادہ ہو تو روزے رکھنے کے بجائے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلا دے یا ان میں فی کس پونے دوکلو گندم یا اس کی قیمت دے دے۔

مالی کفارہ دینے کے بعد اگر مریض اتفاق سے تندرست ہوجائے تو اب اس کو روزے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

كما ان المعتبر العجز الحالى فيما ذكرنا فكذلك هو المعتبر فى جميع الكفارات فى نقل الحكم عن واجب الى ما بعده مثل كفارة الظهار و الصوم و القتل فيعتبر فى جميعها العجز الحالى فى نقل الحكم عن الرقبة الى الصوم و كذلك فى النقل عن الصوم الى الاطعام فى كفارة الظهار والصوم حتى لو مرض اياما فكفر بالا طعام جاز و ان قدر على الصوم بعد (كشف الاسرار على البزدوى ص: **206** ج **1**)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب فقہ اسلامی

وہ عذر جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا یا توڑنا جائز ہے

تنبیہ: جب عذر دور ہوجائے تو چھوڑے یا توڑے ہوئے روزے کی قضا رکھنا ضروری ہے۔

1-مرض

مسئلہ: اگر مریض کو اپنی جان ضائع ہونے یا کسی عضو کے بیکار ہوجانے یا بگڑ جانے یا کسی اور نئے مرض کے پیدا ہوجانے یا موجودہ مرض کے بڑھ جانے یا دیر میں صحت ہونے کا خوف ہو تو

اس کو روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہے۔ اور یہ حکم اس شخص کیلئے بھی ہے جس کو طلوع فجر سے پہلے مرض لاحق ہوا اور اس کیلئے بھی جس کو روزہ رکھنے اور طلوع فجر کے بعد مرض لاحق ہوا ہو۔[30]

تنبیہ: اوپر مذکور خوف کے ثابت ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ مریض کو کسی علامت یا اپنے تجربہ سے یا کسی ایسے دوسرے شخص کے تجربہ سے جس کو ایسا مرض لاحق ہو چکا ہو یا کسی ایسے مسلمان حاذق طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلا ہوا فاسق نہ ہو گمان غالب حاصل ہو جائے۔ پس غیر حاذق طبیب کی رائے پر عمل کرنا جائز نہیں اور کافر طبیب کی بات پر تو عبادات میں اعتماد ہی نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ: اگر تندرست آدمی کو روزہ سے مرض لاحق ہو جانے کا ڈر ہو تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے اور ڈر سے مراد یہ ہے کہ کسی علامت یا تجربہ سے یا کسی مسلمان حاذق طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلا فاسق نہ ہو گمان غالب حاصل ہو جائے۔[31]

مسئلہ: جو شخص مریضوں کی تیمارداری کرتا ہے اور اس کو خوف ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو کمزوری ہو جانے کی وجہ سے وہ بیمار کی تیمارداری نہیں کر سکے گا اور بیمار ہلاک ہو جائیں گے تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے اور اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔[32]

مسئلہ: دودھ پیتا بچہ جس کو پیٹ کی بیماری ہو اور اس بیماری سے اس کی موت کا خوف غالب ہو اور طبیبوں کا گمان غالب ہو کہ اگر اس کی دائی یعنی دودھ پلانے والی عورت فلاں دوا پیئے گی تو وہ بچہ صحت یاب یا قریب الصحت ہو جائے گا اور اس دودھ پلانے والی عورت کو رمضان المبارک میں دن کے وقت اس دوا کا پینا ضروری ہے تو اس دائی کو روزہ نہ رکھنے یا رکھا ہو تو توڑنے کی اجازت ہے جبکہ یہ بات حاذق اور مسلمان اطباء نے کہی ہو۔[33]

مسئلہ: اگر کسی پیشہ ور کو اپنا خرچہ کمانے کیلئے روزہ کے ساتھ اپنے پیشے میں مشغول ہونے سے ایسی بیماری وضرر کا خوف ہو جس سے روزہ توڑ دینا مباح ہو جائے تو اس کو بیمار ہونے سے پہلے روزہ توڑنا حرام ہے۔[34]

2- حمل اور دودھ پلانا

اگر حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی اپنی یا بچے کی جان پر نقصان یا ہلاکت کا خوف کرے تو

اس کو روزہ توڑ دینا جائز ہے۔[35]

3- بے ہوشی

مسئلہ: ایام بے ہوشی کے تمام روزوں کی قضا کرے اگرچہ پورے ماہ رمضان میں بے ہوش رہا ہو۔[36]

مسئلہ: جس شخص کو ماہ رمضان میں بے ہوشی ہوگئی اور وہ روزہ سے ہو تو جس دن بے ہوشی شروع ہوئی اس دن کے روزہ کی قضا نہ کرے کیونکہ اس دن کا روزہ پایا گیا جبکہ وہ ایسا بدعمل نہ ہو کہ سرے سے رمضان کا روزہ رکھتا ہی نہ ہو۔[37]

اور اگر کسی کو رمضان کی پہلی رات میں بے ہوشی طاری ہوگئی تو چونکہ عام طور سے مسلمان کی روزہ رکھنے کی نیت شروع وقت سے ہوتی ہے اس لئے وہ سوائے پہلے دن کے تمام روزوں کی قضا کرے جبکہ مریض کا تمام روزے رکھنے کا معمول ہو۔ یہ اس وقت ہے جبکہ پہلے دن میں روزہ کے اوقات میں کسی ذریعہ سے معدہ وغیرہ میں کوئی غذا یا دوا داخل نہ کی گئی ہو۔ ورنہ اس دن کی بھی قضا کرے۔[38]

مسئلہ: اگر شعبان کے آخری دن میں بے ہوشی ہوئی اور تمام رمضان بے ہوشی رہی تو وہ پورے ماہ رمضان کے روزہ قضا کرے کیونکہ رمضان شروع ہونے سے پہلے روزے کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے۔[39]

مسئلہ: اگر کسی شخص کے رمضان کے روزے مرض کی وجہ سے فوت ہو گئے اور مرض کا عذر ابھی باقی تھا کہ وہ مر گیا تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ عذر کی حالت میں مر جانے کی وجہ سے اس نے وہ دن ہی نہیں پائے جن میں اس پر فوت شدہ روزوں کی قضا واجب ہوتی اور اس پر فدیہ کے لیے وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہے، کیونکہ فدیہ کی وصیت کا واجب ہونا قضا لازم آنے کی فرع ہے...... یہ حکم اس وقت ہے جب وہ مریض یہ امید رکھتا ہو کہ اس کا مرض جاتا رہے گا۔(عمدۃ الفقہ ص 344 ج 3)

فدیہ کا بیان

مسئلہ: جسکو اتنا بڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھے

ہونے کی امید نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر یعنی پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

مسئلہ: اگر ایک فدیہ دو یا زائد مسکینوں میں تقسیم کیا تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: ایک مسکین کو ایک دن میں ایک سے زیادہ فدیہ نہ دیا جائے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی اس بارے میں دو دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہاں مذکور ہے۔ دوسری روایت کے مطابق ایک مسکین کو دو دن کے روزوں کے فدیہ میں ایک صاع گندم دے دیے تو جائز ہے بخلاف کفارہ یمین وغیرہ کے کیونکہ اس میں مسکینوں کی تعداد نص سے ثابت ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص343 ج3)

مسئلہ: پورے مہینہ کا فدیہ شروع رمضان میں بھی دیا جا سکتا ہے اور آخر رمضان میں بھی۔

مسئلہ: پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے اچھا ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔[40]

مسئلہ: اگر فقر و تنگ دستی کی وجہ سے فدیہ دینے پر قدرت نہیں ہے تو بس اللہ تعالی سے استغفار کرے۔[41]

حوالجات

(1) عالمگیری ص204 ج1
(2) ردالمختار ص121 ج2
(3) درمختار ص120 ج2
(4) عمدۃ الفقہ ص320 ج3
(5) ردالمختار ص107 ج2
(6) درمختار ص:106 ج2
(7) درمختار ص107 ج2
(8) عمدۃ الفقہ ص:305 ج3
(9) درمختار ص:107 ج2
(10) عمدۃ الفقہ ص:305 ج3
(11) احسن الفتاوی ص:426 ج4
(12) عمدۃ الفقہ ص:303 ج3
(13) درمختار ص:109 ج2
(14) حسن الفتاوی ص430 ج4
(15,16) درمختار ص:107 ج:2
(17) درمختار ص:109 ج:2
(18) درمختار ص:108 ج2
(19,20) عمدۃ الفقہ ص:307 ج3
(21) عمدۃ الفقہ ص308 ج3
(22,23) امداد الفتاوی ص:149 ج3

(24) عالمگیری ص204 ج1

(25) عمدۃ الفقہ ص:307 ج3

(26) عمدۃ الفقہ ص312 ج3

(27) درمختار ص:92 ج2

(28) عالمگیری ص:205 ج1

(29) عمدۃ الفقہ ص320 ج3

(30,31) عالمگیری ص207 ج1

(32,33) عمدۃ الفقہ ص329 ج3

(34,35) عالمگیری ص207 ج1

(36,37) عالمگیری ص208 ج1

(38) عمدۃ الفقہ ص:349 ج3

(39) ردالمحتار ص134 ج2

(40) درمختار ص:130 ج3

(41) عمدۃ الفقہ ص343 ,342 ج3

باب:21

فساد وعدم فساد صوم کا معیار

ایک تفصیلی مطالعہ

علم تشریح البدن کی جدید تحقیقات کی روشنی میں روزے کے فساد وعدم فساد کے چند منقولہ مسائل میں اشکال ہوتا ہے اور اشکال ہونے کا مبنیٰ یہ ہے کہ فقہاء نے ان مسائل کی جو توجیہ کی ہے وہ موجودہ تحقیقات سے مطابقت نہیں رکھتی مثلاً

(1) روزہ دار کے کان میں کسی مائع وسیال شے کے داخل ہونے پر فساد وعدم فساد صوم اور اس کی توجیہ کے بارے میں یہ تفصیل ہے۔

ومن......اقطر فی اذنه افطر لقوله علیه السلام الفطر مما دخل لوجود معنی الـفطر وهو وصول ما فیه صلاح البدن الی الجوف ولا کفارة علیه لانعدامه صورة ولو اقطر فی اذنه الماء او دخله لا یفسد صومه لانعدام المعنی والصورة بخلاف ما اذا دخله الدهن(هدایه)

جو کان میں قطرے ٹپکائے اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جسم میں کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ روزہ توڑنے کا معنی پایا گیا ہے جو جوف میں ایسی چیز کا پہنچنا ہے جو بدن کے لئے مفید ہے اگرچہ اس سے کفارہ واجب نہیں ہوتا کیونکہ ظاہر صورت میں کھانا پینا نہیں پایا گیا۔ اور اگر اپنے کان میں پانی کے قطرے ٹپکائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ روزہ توڑنے کا معنی بھی مفقود ہے اور اس کی ظاہری صورت بھی مفقود ہے برخلاف کان میں تیل ٹپکانے کے۔

وبسطه فی الکافی فقال: لان الماء یفسد بمخالطه خلط داخل الاذن فلم یصل

الی الدماغ شئ یصلح له فلا یحصل معنی الافطار فلا یفسد(فتح القدیر)

کافی میں اس کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔اس میں یہ وجہ مذکور ہے کہ کان میں موجود میل کی وجہ سے پانی خراب ہو جاتا ہے لہٰذا جوف دماغ میں وہ شے نہیں پہنچی جو دماغ کے لئے مفید ہو بلکہ خراب ہونے کی وجہ سے پانی مضر ہو گیا اور نتیجہ میں روزہ توڑنے کا معنیٰ نہیں پایا گیا۔اس وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ کان میں جو تیل ڈالا جائے وہ دماغ یعنی اس کے جوف تک پہنچتا ہے۔جبکہ موجودہ تحقیق کے مطابق کان اور دماغ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے جس کے ذریعے سے دوا دماغ تک پہنچ سکے۔

(2) وفی التحقیق ان بین الجوفین منفذا اصلیا فما وصل الی جوف الراس یصل الی جوف البطن۔[2]

(تحقیق یہ ہے کہ جوف بطن اور جوف دماغ کے درمیان منفذ اصلی (Natural opening) ہے۔تو جو شے جوف دماغ میں پہنچتی ہے وہ جوف بطن میں بھی جا پہنچتی ہے۔)۔

یعنی جوف دماغ اور جوف بطن کے درمیان منفذ اصلی ہے لیکن موجودہ تحقیق اس کے خلاف ہے۔

اشکال یہ ہے کہ فقہاء نے مسائل کی بنیاد جن تحقیقات پر رکھی تھی مشاہدہ اور جدید طرق تحقیق سے وہ معلومات اور تحقیقات ثابت نہ رہیں اور ان کے خلاف ثابت ہوا ہے تو کیا احکام بھی ان تحقیقات کے بدلنے سے بدل جائیں گے۔

مضمون کی ترتیب

ہماری اس تحریر کی ترتیب یوں ہوگی کہ اولاً جوف دماغ اور جوف بطن اور ان کے درمیان کسی منفذ اصلی کے ہونے کے بارے میں بحث کی جائے گی۔ثانیاً فساد و عدم فساد صوم کیلئے چند اصول ذکر کئے جائیں گے اور ثالثاً مختلف احکام کے بارے میں علیحدہ علیحدہ تحقیق کی جائے گی۔

بحث اول: جوف بطن سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد معدے اور آنتوں کا جوف (Alimentary Canal) ہے اور اگرچہ بطن کا

اطلاق اس جوف پر بھی ہوتا ہے جو سینے سے نیچے ہوتا ہے اور جس میں اعضائے رئیسہ مثلاً معدہ، آنتیں، مثانہ، رحم گردے وغیرہ قائم ہوتے ہیں یعنی وہ جوف جس کو (Abdominal Cavity) کہتے ہیں لیکن یہاں وہ مراد نہیں ہے۔اس پر اگرچہ کوئی تصریح تو نظر سے نہیں گزری لیکن اول معنی مراد لینے کی تائید مندرجہ ذیل عبارات سے ہوتی ہے۔

(1) اما الحقنة والوجور فلانه وصل الى الجوف ما فيه صلاح البدن(قاضی خان)

حقنہ کرنے اور منہ میں قطرے ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جوف میں ایسی چیز پہنچی ہے جو مفید بدن ہے۔

(2) وهـذا وما وصل الى الجوف او الدماغ من المخارق الاصلية كالانف والاذن والدبر(بدائع الصنائع)

جوف بطن یا جوف دماغ میں ناک، کان اور مقعد جیسے قدرتی سوراخوں سے کوئی چیز پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ان عبارتوں میں جوف کا جو قریبی معنی ہے وہ معدہ اور آنتوں کا جوف ہی ہے اور صلاح بدن کا تعلق بھی اسی جوف سے ہوتا ہے۔

ولو اقطر فی احليله لم يفطر عند ابی حنيفة رحمه الله و قال ابو يوسف يفطر فكانه وقع عند ابی يوسف رحمه الله ان بينه و بين الجوف منفذا ولهذا يخرج منه البول و وقع عند ابی حنيفة رحمه الله ان المثانة بينهما حائل والبول يترشح منه (هدايه)

اگر مرد نے اپنی پیشاب کی نالی میں قطرے ٹپکائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔گویا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مثانہ اور جوف بطن کے درمیان منفذ (Opening) ہے اس لئے جوف بطن سے پیشاب مثانہ میں اس منفذ کے ذریعہ جاتا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جوف بطن اور پیشاب کی نالی کے درمیان مثانہ حائل ہوتا ہے اور پیشاب اس سے قطرے بن کر ٹپکتا ہے۔

اگر جوف سے دوسرا معنی یعنی Abdominal Cavity مراد ہوتا تو پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف نہ ہوتا کیونکہ مثانہ تو بلاشک وشبہ اس میں

واقع ہی ہے اوراس میں کسی شے کا داخلہ جوف بطن ہی میں داخلہ شمار ہوتا لیکن جب اختلاف واقع ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ جوف بطن سے فقہاء کی مراد معدہ اورآنتوں کا جوف ہے۔

(4) اس کوامداد الفتاوی ص:146 ج:2 میں جوف معدہ بھی کہا گیا ہے جوکہ جوف بطن کی گویا تفسیر ہے۔

(5) وهو مبنى على انه هل بين المثانة والجوف منفذ ام لا وهو ليس باختلاف فيه على التحقيق فقالا و وصول البول من المعدة الى المثانة بالترشح

یہ اختلاف اس پرمبنی ہے کہ آیا جوف بطن اور مثانہ کے درمیان منفذ ہے یا نہیں ورنہ فی ذاتہ اختلاف نہیں ہے۔امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ پیشاب معدہ سے مثانہ میں ترشح کے ذریعے پہنچتا ہے یعنی قطرے بن کرٹپکتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ فقہاء کے کلام میں جوف یا جوف بطن سے مراد معدہ اورآنتوں کا جوف ہے تو اب یہ بات مزید جاننے کی ضرورت ہے کہ اس جوف بطن یا جوف معدہ کے درمیان اور مثانہ خواہ وہ مرد کا ہو یا عورت کا اور رحم اور دماغ کے درمیان جدید تشریح البدن کی رو سے کوئی منفذ نہیں پایا جاتا اگرچہ فقہاء ذکر کرتے ہیں کہ بعض صورتوں میں منفذ پایا جاتا ہے مثلاً جوف دماغ اور جوف بطن کے درمیان منفذ ہونے کو بحرائق میں یوں ذکر کیا ہے

وفى التحقيق ان بين الجوفين منفذا اصليا

تحقیق یہ ہے کہ جوف بطن اور جوف دماغ کے درمیان اصلی منفذ ہوتا ہے۔

مثانہ اور جوف بطن کے درمیان منفذ کے بارے میں یوں ذکر ہے

(قوله ان اقطر فى احليله لا) اى لا يفطر .اطلقه فشمل الماء والدهن وهذا عند هما خلافاً لابى يوسف(رحمه الله)وهو مبنى على انه هل بين المثانة والجوف منفذ ام لا وهو ليس باختلاف فيه على التحقيق فقالا لا و وصول البول من المعدة الى المثانة بالترشح۔ (البحرالرائق)

اگر مرد اپنی پیشاب کی نالی میں قطرے ٹپکائے خواہ پانی کے یا تیل کے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہے جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ اختلاف اس پرمبنی ہے کہ کیا مثانہ اور جوف بطن کے درمیان منفذ

ہے یا نہیں۔ یہ اختلاف فی ذاتہ نہیں ہے۔امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جوف بطن اور مثانہ کے درمیان منفذ نہیں ہے اور پیشاب معدہ سے قطرے بن کر مثانہ میں ٹپکتا ہے۔

واما الاقطار فی قبل المراۃ فقد قال مشائخنا انه یفسد صومها بالاجماع لان لمثانتها منفذا فیصل الی الجوف کالاقطار فی الاذن (بدائع الصنائع)

رہا عورت کی پیشاب کی جگہ میں دوا کے قطرے ٹپکانا تو ہمارے مشائخ کا کہنا ہے کہ اس سے بالاتفاق اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کے مثانہ کا منفذ ہے جس کے ذریعہ سے دوا جوف معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔

البتہ فرج ورحم اور جوف معدہ کے درمیان کسی منفذ کے وجود کا ذکر اپنے پاس موجود فقہ کی کتابوں میں نہیں ملا۔

2۔ جوف دماغ سے کیا مراد ہے؟

فقہ کی کتابوں میں تو اس کی تفصیل نہیں ملتی البتہ قدیم تشریح البدن کے مطابق مسیحی کی کتاب المائه میں یہ تفصیل مذکور ہے۔

وبطون الدماغ ثلاثة ثنتان فی مقدمه و واحد فی مؤخره و بالبطنین المقدمین یکون استنشاق الدماغ التنفس واخراجه ایاه۔ وهما یعدان و ینضجان الروح النفسانی و یصیران آلة للشم بطرفیهما المنحدرین نحو المنخرین من سفل و یصیران مع ذٰلك شَبِیُهَیْنِ بالمجری الذی یصلح ان یخرج منه الفضول۔ والبطن المؤخر یقبل الروح النفسانی بعد ان ینضج فی البطنین المقدمین وهناك مجری ینفذ فیه هذا الروح من البطنین المقدمین الی البطن المؤخر وشکل هذه البطون مستدیر۔

ویوجد فی المجری الذی فیما بین البطنین المقدمین و بین البطن المؤخر جسم علی شکل الصنوبرة من جوهر الغدد یملا الفضاء والخلل الذی فیما بین اقسام العرق العظیم الذی منه ینتسج اکثر الشباك المشیمیة التی فی البطنین المقدمین من الدماغ

وکل واحد من المنخرین والثقبین النافذین فی طول المنخرین الذین بهما یکون التنفس واشتمام الروایح اذا هو بلغ الراس انتهی الی عظم سخیف الجرم۔ وفی هذا

العظم الذی عنده ینتهی اطراف البطنین المقدمین من بطون الدماغ۔ هو العظم ثقب مختلفة المجاری شبیهة بالاسفنجة یستفرغ فیها الفضول المنحدرة من الدماغ وهی المخاط ...... الخ (ص:56-57)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دماغ کے اجواف وبطون(Cavities) تین ہیں۔ دو دماغ کے اگلے حصے میں اور ایک پچھلے حصے میں۔ اگلے دو اجواف سے دماغ سانس کو اندر اور باہر کرتا ہے اور ان ہی میں روح نفسانی پختہ ہوتی ہے۔ یہی اجواف نتھنوں کی طرف اترنے والے اپنے اطراف کے ذریعہ سے سونگھنے کا کام کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ فضلہ باہر نکالنے کا رستہ بھی مہیا کرتے ہیں۔ روح نفسانی پختگی کے بعد یہاں سے ایک نالی کے ذریعے پچھلے جوف میں منتقل ہو جاتی ہے۔ مذکورہ نالی میں غدود کے مادہ سے بنا ہوا صنوبری شکل کا جسم ہوتا ہے۔ یہ جسم اس نالی نما رستہ کے پورے خلا کو اور اس بڑی رگ کی شاخوں کے درمیان کے خلل کو بھرتا ہے جس سے دماغ کے اگلے دو جوفوں میں موجود مشیمہ کے جال کا اکثر حصہ بنا ہوتا ہے۔ نتھنوں کے طول میں سوراخ اور اگلے دو اجواف کے اطراف کے درمیان ایک کمزور سی کئی سوراخوں پر مشتمل ہڈی ہوتی ہے۔ ان سوراخوں میں دماغ سے اترنے والا فضلہ یعنی بلغم جمع ہوتا ہے۔

لیکن جدید معلومات اس تفصیل کی تائید نہیں کرتیں۔ جیسا کہ ذیل میں ہے

Olfactory nerves serving the sense of smell, have their cells of origin in the olfactory mucosa in the nasal cavity. This olfactory region comprises the mucosa of the superior nasal concha and the opposite post of the nasal septum. The nerve fibres originate as the central or deep processes of the olfactory cells and collect into bundles which cross in various directions, forming a plexiform net work in the mucosa, finally forming about 20 branches which traverse the cribriform plate in lateral and medial groups and end in the glomeruli of the olfactory bulb. the former continuing into the nasal periosteum, the latter into the perineural sheaths of the nerve bundles. Tissue spaces in these sheaths connect with those in the nasal mucous membrane and with the

subarachnoid space.

مندرجہ بالا انگریزی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ناک کے اوپری حصے پر پائی جانے والی جھلی سے بہت سی حاسہ شم کی اعصابی تاریں شروع ہوتی ہیں۔ان کے پھر تقریباً بیس مجموعے بن جاتے ہیں جو کہ چھلنی نما ہڈی Cribriform Plate کے سوراخوں سے گزرتے ہیں ہر مجموعے کے اوپر Duramater اور Pia-arachnoid کے نام کی تہیں ہوتی ہیں ان میں سے اول الذکر ناک کی ہڈی کے اوپر کی جھلی (Nasal Periosteum) کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے جبکہ مئوخرالذکر کا اتصال اس مجموعہ کا احاطہ کی ہوئی جھلی کے ساتھ ہوتا ہے۔

غرض قدیم تشریح کے مطابق چھلنی دار ہڈی کے سوراخوں میں سے دماغ سے اترنے والا بلغم ناک وحلق میں آ کر گرتا ہے جبکہ جدید تشریح کے مطابق ان سوراخوں سے حس شامہ کو دماغ تک لے جانے والی اعصابی تاروں پر مشتمل بیس مجموعے گزرتے ہیں اوراس کے بعد ان سوراخوں میں مزید کوئی جگہ نہیں ہوتی کہ ان سے بلغم (اگرچہ وہ ہوتا بھی نہیں ہے) نیچے اتر سکے کیونکہ ناک اور حلق پر چڑھی ہوئی تہیں اس کیلئے حاجب ہوتی ہیں بلکہ درحقیقت جو کچھ بلغم تیار ہوتا ہے وہ ان ہی تہوں میں تیار ہوتا ہے۔

جہاں تک کتاب المأة میں مذکور دماغ کے تین بطون کا ذکر ہے تو ان کے مقابلے میں جدید تحقیقات کی رو سے دماغ میں جو بطون واجواف پائے جاتے ہیں وہ Ventricles کہلاتے ہیں۔ یہ تعداد میں کل چار ہوتے ہیں جن میں سے دو Lateral Ventricles کہلاتے ہیں ان دو میں سے ایک ایک دماغ کے ہر نصفیے میں ہوتا ہے اس کا بڑا حصہ نصفیے کے وسط میں ہوتا ہے جس سے تین شاخیں نکلتی ہیں ایک آگے کو ایک پیچھے کو اور ایک نیچے۔ ہر ایک Lateral Ventrcle ایک منفذ کے ذریعے سے ایک اور جوف جس کو Third Ventricle کہتے ہیں اس میں کھلتا ہے جو پھر آگے ایک اور جوف یعنی Ventricle Fourth میں جا کر کھلتا ہے۔ان بطون یعنی Ventricles کے چھت کی جانب باریک شریانوں کا جال سا ہوتا ہے جس کو ChoroidPlexus کہتے ہیں۔ یہ جال اورانکو محیط خلیاتی تہہ دماغ کی جھلیوں کے مابین پائی جانے والی رطوبت (Cerebro-spinal fluid) کا منبع ہیں۔اس رطوبت سے یہ تمام بطون (Ventricles) اور حرام مغز کے اندر پائی جانے والی

وسطی نالی اوراسی طرح حرام مغز کے اردگرد جھلیوں کے درمیان پائے جانے والے خلا بھرے رہتے ہیں۔

حوالے کے طور پر مندرجہ ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

Ventricles of the Brain

The ventricles of the brain develop as expansions of the lumen of the embryonic neural tube from a continuous fluid-filled system in the brain. The roof of each ventricle is thin and does not contain neurons. Each ventricle does, however, have network of capillaries called a choroid plexus associated with its roof. These plexuses, together with the ependymal cells that cover them, are the sites of production of cerebrospinal fluid. The fluid fills the ventricles of the brain, the central canal of the spinal cord, and the subarachnoid space

If air is injected into the ventricles, they become distinguishable on an X ray. This procedure is used to detect the presence of tumors or brain damage that distort the normal outlines of the ventricles.

Lateral Ventricles

Within each cerebral hemisphere is a lateral ventricle that has its major portion located in the parietal lobe (anterior horn), the occipital lobe (posterior horn), and the temporal lobe (inferior horn). The lateral ventricles are separated from each other medially by a thin vertical partition called the septum pellucidum. Each lateral ventricle communicates with the third ventricle by a small opening called the foramen of Monro (interventricular foramen).

Third Ventricle

The third ventricle is a narrow middle chamber in the

diencephalon. The right and left masses of the thalamus form most of its lateral walls. The massa intermedia (intermediate mass) passes through the ventricle by means of the cerebral aqueduct (aqueduct of Sylvius) of the mesencephalon.

Fourth Ventricle

The fourth ventricle is a pyramidal cavity located in the hindbrain just ventral to the cerebellum. There are two openings in the lateral walls of the fourth ventricle called the foramina of Luschka. In the roof is a single opening, the foramen of Magendie. The ventricles communicate through these three openings with a space surrounding the brain and spinal cord (subarachnoid space). The fourth ventricle is continuous with the narrow central canal that extends the length of the spinal cord.

بحث ثانی: فساد وعدم فساد صوم کیلئے چند اصول وضابطے۔

(1) شریعت کا مدار ان امور پرنہیں ہے جن کو معلوم کرنے کیلئے بہت کچھ تحقیقات وتدقیقات کی احتیاج ہو خصوصاً تشریحی طبی Anatomical تحقیقات کی کہ جن کیلئے عام طور پر انسان کے مردہ جسم کی چیر پھاڑ کرنی پڑتی ہے جو کہ از روئے شرع خود ممنوع ہے۔ نماز روزے کیلئے شریعت نے اوقات اور مہینے معلوم کرنے کیلئے علم فلکیات کی تحقیقات وتدقیقات کا مکلّف نہیں کیا بلکہ یہ کہہ کر کہ ہم تو امی امت ہیں روزوں کیلئے چاند کی رویت کو مدار بنایا اور نمازوں کیلئے سورج کے طلوع وغروب اور اشیاء کے سایہ کو مدار بنایا اور یہ ایسے امور ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر معاشرہ ومقام کے لوگوں کی ان تک بآسانی رسائی ہوسکتی ہے۔

اسی طرح روزے کے فساد وعدم فساد کے بارے میں طرز شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا معیار ہونا چاہیے جو تشریحی طبی تحقیقات وتدقیقات کا محتاج نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پچھلی تحقیقات باطل ہوجائیں جیسا کہ اس دور میں ہوا ہے تو پھر ان پر مبنی احکام بھی بدلیں گے اور اس سے بڑا حرف آتا ہے۔

(2) حدیث پر نظر کرنے سے ہمیں وہ سادہ سا معیار مل جاتا ہے جس پر ہم فساد وعدم فساد صوم کے

احکام کی بنا کر سکتے ہیں بلکہ فقہاء کے نزدیک بھی اصل معیار یہی ہے جیسا کہ کتب فقہ سے واضح ہے وہ حدیث یہ ہے۔

إِنَّمَا الْإِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ (روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس چیز سے نہیں جو جسم سے باہر آئے) اور اس عموم سے جن صورتوں کی تخصیص کی گئی ہے شریعت نے ان کو بھی خود ہی بیان کر دیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ هَلْ مِنْ كَسْرَةٍ فَأَتَيْتُهُ بِقُرْصٍ فَوَضَعَهُ عَلٰى فِيْهِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ هَلْ دَخَلَ بَطْنِيْ مِنْهُ شَيْءٌ ؟ كَذٰلِكَ قُبْلَةُ الصَّائِمِ إِنَّمَا الْإِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ (مسند ابی یعلی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور پوچھا اے عائشہ کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے۔ میں آپ کے پاس ایک ٹکیہ لے آئی۔ آپ نے اس کو اپنے منہ پر رکھا اور پوچھا اے عائشہ کیا (اتنی بات سے) اس کا کچھ حصہ میرے پیٹ میں گیا (ظاہر ہے کہ نہیں) تو روزہ دار کے بوسہ لینے کا بھی یہی حال ہے (کہ چونکہ اس کے پیٹ میں کچھ نہیں جاتا لہٰذا اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا) روزہ تو اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس سے نہیں جو جسم سے باہر نکلے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَلْفِطْرُ فِى الصَّوْمِ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں روزہ تو ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہوں ان چیزوں سے نہیں جو جسم سے خارج ہوں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ وَالْفِطْرُ فِى الصَّوْمِ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ (عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وضو تو محض ان چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے جو جسم سے خارج ہوں جب کہ روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہوں ان سے نہیں جو جسم سے خارج ہوں۔ ان حدیثوں سے بظاہر معلوم ہوا کہ جسم میں کوئی چیز بھی داخل ہو خواہ کسی قدرتی یا مصنوعی مخرق (Opening) سے داخل ہو یا مسام کے ذریعہ سے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مذکورہ بالا ضابطہ سے جن صورتوں کی تخصیص کی گئی ہے وہ یہ ہیں۔

1- عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْیَقْضِ۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عمداً قے کرے وہ روزے کی قضا کرے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِشْتَکَتْ عَیْنِیَّ أَفَأَکْتَحِلُ وَ أَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میری آنکھیں دکھنے آ گئی ہیں تو کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (لگا سکتے ہو)۔

(ii) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّہٗ کَانَ یَکْتَحِلُ وَ ھُوَ صَائِمٌ۔ (ابو داؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔

ظاہر ہے کہ سرمہ کا اثر حلق تک جا پہنچتا ہے لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ مسام کی طرح کے رستے سے گزرتا ہے۔ اسی طرح روزہ دار کو غسل کرنے اور جسم پر تیل کی مالش کرنے کی اجازت ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسام کے ذریعے سے جو چیز جسم میں داخل ہو وہ مفطر صوم نہیں ہوتی لہٰذا یہ بھی مذکورہ عموم سے مخصوص ہوا۔

تخصیص کی رعایت کے بعد اب مفطر صوم یعنی روزے کو توڑنے والی بات جسم میں کسی شے کا وہ داخلہ ہوا جو معمول کے یا خلاف معمول کے راستوں (Natural and artificial openings) سے مشہور و معلوم اجواف میں ہو۔ حاصل یہ ہے کہ فساد و عدم فساد صوم کیلئے جو سادہ سا معیار ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ مخارق سے، اگر کوئی شے جسم کے جوف کے اندر داخل ہو تو وہ مفطر صوم ہے الا یہ کہ کسی موقع پر مجبوری کا تقاضا ہو جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

حدیث و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہونے والا یہ معیار شریعت کے منشا و اصول کے عین مطابق ہے اور اس کیلئے ہمیں طبی تحقیقات کی پیچیدگیوں میں الجھنا نہیں پڑتا۔ البتہ اگر طبی تحقیقات و تدقیقات اس کے موافق ہوں تو یہ بات مزید اطمینان کا باعث ہوگی۔

نوٹ: اس موقع پر ہم ایک ممکنہ اعتراض کا جواب بھی دیتے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مفطر یعنی روزہ توڑنے والی

بات تو کسی شے کا جوف معدہ میں یا جوف دماغ میں داخل ہونا ہے۔

i قال فی البحر والتحقیق ان بین جوف الراس و جوف البطن منفذا اصلیا فما وصل الی جوف الراس وصل الی جوف البطن۔

بحر میں ہے تحقیق یہ ہے کہ جوف دماغ اور جوف بطن کے درمیان اصلی منفذ اور راستہ (Opening) ہے لہذا جو چیز جوف دماغ میں پہنچتی ہے وہ جوف بطن میں پہنچ جاتی ہے۔

ii۔ اما الحقنة والوجور فلانه وصل الی الجوف ما فیه صلاح البدن و فی القطور و السعوط لانه وصل الی الراس ما فیه صلاح البدن(قاضی خان)

منہ میں اور مقعد میں قطرے ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جوف بطن میں مفید بدن چیز پہنچی ہے اور ناک میں دوا ٹپکانے سے روزہ اس وجہ سے ٹوٹتا ہے کہ جوف دماغ میں مفید بدن چیز پہنچی ہے۔

III یفید انه لا خلاف لو اتفقوا علی تشریح هذا العضو فان قول ابی یوسف (رحمه الله) بالا فساد انما هو بناء علی قیام المنفذ بین المثانة و الجوف فیصل الی الجوف ما یقطر فیها و قوله بعدمه بناء علی عدمه والبول یترشح من الجوف الی المثانة۔ فیجتمع فیها(فتح القدیر)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر اس عضو کی تشریح پر اتفاق ہوتا تو متعلقہ شرعی حکم میں اختلاف نہ ہوتا کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا جو روزہ ٹوٹنے کا قول ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک مثانہ اور جوف بطن کے درمیان منفذ ہے لہذا جو دوا پیشاب کی نالی میں ٹپکائی جاتی ہے وہ جوف بطن میں پہنچ جاتی ہے اور جو کہتے ہیں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا وہ اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک منفذ نہیں ہے۔

لہذا اس مفطر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کیوں نہیں کہتے کہ جن اعضاء مثلاً مثانہ ورحم اور جوف بطن کے درمیان منفذ نہیں ہے چونکہ ان اعضاء کے واسطے سے کوئی شے جوف بطن تک نہیں پہنچتی لہذا ان اعضاء میں کسی شے کے داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مثانہ میں کسی شے کے داخل ہونے پر روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم لگاتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ کان سے جوف دماغ تک کچھ نہیں پہنچتا لہذا اس کے جوف بطن میں داخل ہونے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ لہذا

روزہ توڑنے والی تو بس یہ بات رہ گئی کہ کوئی شے جوف معدہ میں حلق یا دبر کے ذریعے سے داخل ہو یا جائفہ (معدہ کے زخم) کے ذریعے سے اور بس۔ بلاشبہ اس میں روزے دار کیلئے بڑی آسانی ہے جو کہ شریعت کا منشاء بھی ہے۔

پھر ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَدْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم فَقَالَ یَا عَائِشَةُ هَلْ مِنْ کِسْرَةٍ فَأَتَیْتُهٗ بِقُرْصٍ فَوَضَعَهٗ عَلٰی فِیْهِ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ هَلْ دَخَلَ بَطْنِیْ مِنْهُ شَیْءٌ کَذٰلِكِ قُبْلَةَ الصَّائِمِ إِنَّمَا الْإِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ وَ لَیْسَ مِمَّا خَرَجَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور پوچھا اے عائشہ کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے۔ میں نے ایک ٹکیہ پیش کی۔ آپ نے اس کو اپنے منہ پر رکھا اور پوچھا اے عائشہ کیا اس طرح کرنے سے میرے پیٹ میں کچھ چیز گئی۔ (ظاہر ہے کہ نہیں) تو اسی طرح روزہ دار کے بوسہ کا معاملہ ہے۔ روزہ تو محض اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس سے نہیں جو جسم سے باہر نکلے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ روزہ توڑنے والی اصل چیز جوف معدہ میں کسی شے کا داخل ہونا ہے۔

جواب

خود اسی حدیث میں اور دیگر روایات میں جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں قانون قاعدے میں ابہام ہے کیونکہ یہ واضح نہیں ہے کہ اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ میں مدخول فیہ سے کیا مراد ہے۔ آیا صرف جوف معدہ ہے جیسا کہ عام طور پر فقہی عبارات سے مفہوم ہوتا ہے یا جسم کے تمام اجواف ہیں مثلاً جوف معدہ، جوف مثانہ، جوف قبل ورحم، جوف مجری النفس وغیرہ کہ جن کیلئے ظاہر جسم پر مخارق (openings) ہیں۔

اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث کا اول حصہ پہلے معنی پر کسی درجے میں قرینہ بن سکتا ہے لیکن دیگر قرائن اور خود احتیاط کا پہلو دوسرے معنی کا تقاضا کرتے ہیں مثلاً

(1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے

إِنَّمَاالْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ وَالْفِطْرُ فِي الصَّوْمِ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ۔

وضواس چیز سے ٹوٹتا ہے جوجسم سے باہر نکلے اس سے نہیں جوجسم میں داخل ہو جب کہ روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جوجسم میں داخل ہواس سے نہیں جوجسم سے باہر نکلے۔

اس تقابل کا تقاضا یہ ہے کہ مدخل Way of entrance ومخرج Way of exit وضواور روزے میں یکساں ہوں اور وضو میں مخرج تنہا جوف معدہ نہیں ہے بلکہ مثانہ بھی ہے اور فرج داخل اور رحم بھی ہے وغیرہ۔

(2) ممکن ہے کہ فقہی توجیہات بعد کے فقہاء کی ہوں اور مجتہدین نے مسائل کی بناء صرف تشریحی تحقیقات پر نہیں بلکہ اور امور پر کی ہو۔

(3) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں یہ ملتا ہے۔

و بعضهم جعل المثانة نفسها جوفا عند ابی یوسف رحمه الله

بعض حضرات نے کہا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک خود مثانہ مستقل جوف ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہاء کے نزدیک مثانہ بھی ایسے ہی بنیادی طور پر جوف ہے جیسا کہ جوف معدہ۔

حاصل یہ ہے کہ صرف جوف معدہ میں کسی شے کا داخل ہونا مفطر صوم نہیں ہے بلکہ کسی بھی جوف میں داخلہ واستقرار مفسد صوم ہے۔

رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث تو اس کے اول حصہ کا یہ جواب ہے کہ محض جوف معدہ کے ذکر سے دیگر اجواف کا غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔

بحث ثالث۔ علیحدہ علیحدہ اعضاء کے احکام۔

(1) آنکھ کے بارے میں

آنکھ اور ناک کے درمیان ایک باریک سا منفذ ہوتا ہے جس کو Naso-Lacrimal Duct کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے جب ہم آنکھ میں دوا کے قطرے ٹپکائیں تو وہ اس باریک سی نالی سے گزرتی ہوئی حلق میں آجاتی ہے اور دوا کا مزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ

جب دوا حلق تک پہنچتی ہے تو اس کے بعد لا محالہ معدہ تک بھی پہنچتی ہوگی لہٰذا روزہ ٹوٹ جانا چاہیے۔اس کا جواب یہ ہے۔

(1) شریعت نے اس کو قاعدہ "إِنَّمَا الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَ لَيْسَ مِمَّا خَرَجَ" سے مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ (رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے) اور ظاہر ہے کہ سرمہ کا اثر بھی حلق میں محسوس ہوتا ہے اور تھوک و بلغم میں سرمہ کی سیاہی نظر آتی ہے۔

(2) مذکورہ بالا منفذ اتنا باریک ہوتا ہے کہ عام نظر سے اس کا ادراک بھی نہیں ہوسکتا لہذا یہ مثل مسام کے ہے اور مسام سے گزرنے والی چیز مفطر صوم نہیں ہوتی۔علامہ زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولئن كان عينه فهو من قبيل المسام فلا يفطره۔ (تبيين الحقائق)۔

اگر وہ بعینہ سرمہ ہے تو چونکہ وہ مسام کے ذریعہ سے پہنچا ہے لہٰذا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

نوٹ: بعض اوقات اس باریک سی نالی میں ایک نلکی داخل کر کے پانی گزارا جاتا ہے تاکہ صفائی ہوجائے اس صورت میں چونکہ وہ نالی اب مسام کی صورت میں نہیں رہی لہٰذا اب جو پانی حلق میں گر کر معدہ میں جائے گا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

کان کے بارے میں

کان کے تین حصے ہوتے ہیں بیرونی، وسطی اور اندرونی۔بیرونی اور وسطی کے درمیان ایک پردہ ہوتا ہے اور اسی طرح وسطی اور اندرونی کے درمیان بھی۔باہر کے پردے سے کوئی تیل وغیرہ دماغ تک پہنچ جائے ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کان اور جوف راس کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہوتا۔وسطی حصے اور حلق کے درمیان ایک نالی نما منفذ یعنی Eustachian tube ہوتی ہے جو عام حالتوں میں تو کھلی ہوتی ہے لیکن کان کے بیرونی پردے کے پھٹنے کی صورت میں بند ہوجاتی ہے اور اس سے بالفرض اگر کچھ دوا نفوذ بھی کرے گی تو وہ مسام میں سے نفوذ کرنے کے مثل ہوگی۔

لہٰذا کان میں ڈالا گیا کوئی تیل وغیرہ نہ تو جوف راس میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے واسطے سے جوف بطن میں جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے۔اس طرح فقہاء کی اپنی تعلیل کے

مطابق تو روزہ نہیں ٹوٹنا چاہیے۔

ہم نے جو معیار ذکر کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ کان میں کسی بھی شے کے داخل ہونے سے رزہ ٹوٹ جانا چاہیے خواہ وہ تیل ہو یا پانی ہو اور خواہ پانی خود بخود داخل ہوا ہو یا عمداً داخل کیا گیا ہو اور خواہ وہ جامد کی ایسی شکل ہو کہ جس کو جوف کان میں استقرار بھی حاصل ہو جاتا ہے مثلاً سفوف وغیرہ۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بطن کا لفظ ہے جو سینے کے نیچے کے نرم حصے (Abdomen) پر بھی بولا جاتا ہے لہذا ہم محض ان اجواف میں کسی شے کے داخلہ اور استقرار کو کیوں نہ مفطر ٹھہرائیں جو بطن میں واقع ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بطن میں موجود اجواف کے علاوہ باقی بدن میں صرف دو جوف رہ جاتے ہیں یعنی مجری النفس (Respiratory tract) اور کان کے اجواف۔ حدیث میں موجود لفظ بطن میں احتمال ہے کہ اس سے مراد جوف معدہ ہو جیسا کہ سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ اس احتمال کے ہوتے ہوئے پھر پیٹ و بطن کے دیگر اجواف اور کان کے جوف کے درمیان کچھ فرق نہیں رہتا۔ نیز احتیاط بھی اسی کی مقتضی ہے کہ ان کے مابین فرق نہ کیا جائے کیونکہ ائمہ حنفیہ کان میں تیل پڑنے پر روزے کے ٹوٹنے کے بالاتفاق قائل ہیں۔

ہمارے نزدیک کان میں تیل ڈالنے یا پانی ڈالنے سے روزہ کے فاسد ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ علت دونوں میں یکساں ہے البتہ خود بخود پانی داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ پانی کے بارے میں قاضی خان بھی تفصیل کے قائل ہیں اگرچہ علت میں فرق ہے۔

قال(القاضی خان) اذا خاض الماء فدخل اذنه لا یفسد صومه و ان صب الماء فیها اختلفوا فیها والصحیح الفساد لانه موصل الی الجوف بفعله فلا یعتبر فیه صلاح البدن کما لو ادخل خشبة و غیبها الی آخر کلامه وبه تندفع الاشکالات ویظهر ان الاصح فی الماء التفصیل الذی اختاره القاضی رحمه الله(فتح القدیر)

قاضی خان رحمہ اللہ نے فرمایا جب آدمی پانی میں اتر جائے اور پانی خود بخود اس کے کان میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر کوئی اپنے کان میں خود پانی ٹپکائے تو اس بارے میں اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس نے اپنے فعل سے پانی پہنچایا ہے

لہٰذا اس وقت اس کے مفید بدن نہ ہونے کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ اس صورت میں نہیں ہوتا جب کوئی شخص اپنے پاخانے کی راہ میں لکڑی داخل کرے اور اس کو اس کے اندر غائب کردے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں وہ تفصیل جو قاضی خان نے اختیار کی ہے وہی زیادہ ظاہر اور راجح ہے۔

کان میں خود بخود پانی کے داخل ہونے کی صورت میں عدم فساد کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ ایسا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہوتا ہے اور روزے میں نہانے کی ضرورت ہوسکتی ہے فرض بھی اور سنت بھی۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے بھی اباحت ہے۔ پس غیر اختیاری ہونے کے باعث فساد کا حکم نہیں لگائیں گے جیسا کہ مکھی اگر خود بخود روزہ دار کے پیٹ میں چلی جائے تو از روئے استحسان اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

جامد چیزوں کو کان میں داخل کرنے کی صورت میں حکم یہ ہوگا کہ اگر وہ کان میں جا کر چھپ جائیں اور باہر سے نظر نہ آئیں اور خود بخود باہر بھی نہ نکلیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر کوئی چھوٹا کنکر یا اس جیسی کوئی شے داخل ہونے کے بعد خود بخود یعنی آلات واوزار کی مدد کے بغیر باہر نکل آئے تو عدم استقرار کے باعث فساد صوم کا حکم نہ لگائیں گے۔

مثانہ کے بارے میں

گردوں تک جو خون جاتا ہے اس میں سے پیشاب چھن کر دائیں بائیں کی نالیوں (Ureters) کے ذریعے مثانہ میں جمع ہوتا ہے اور وہاں سے بوقت ضرورت خارج ہوتا ہے۔ مثانہ اور جوف معدہ کے درمیان قطعی طور پر کوئی منفذ نہیں ہوتا اور اس میں قدیم خیال کے برعکس مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

لہٰذا ہمارے پیش کردہ معیار کے مطابق کسی دوا وغیرہ کے مثانہ میں خواہ وہ مرد کا ہو یا عورت کا داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ البتہ توافق علت نہیں ہے لیکن مضر نہیں۔ مزید براں بعض حضرات کا یہ قول بھی موجود ہے کہ ''وبعضهم جعل المثانة نفسها جوفا عند ابی یوسف رحمه الله (بعض حضرات نے بتایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مثانہ خود مستقل جوف ہے)۔

آلہ تناسل (Penis) کے بارے میں

مرد میں مثانہ سے لے کر پیشاب کی نالی کے سوراخ تک ایک لمبی سی نالی (Urethra) ہوتی ہے جس کا کچھ حصہ قصبۃ الذکر میں ہوتا ہے یعنی Penile)(Urethra اور کچھ حصہ پیٹ کے اندر ہوتا ہے یعنی Prostatic and Membranous urethra عورت میں یہ نالی نسبتاً چھوٹی ہوتی ہے اور جتنی بھی ہوتی ہے یعنی 4 سم۔ وہ سب پیٹ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

نوٹ: یہ بات معلوم رہے کہ عورت میں فرج خارج کے اندر جیسے فرج داخل کا سوراخ ہوتا ہے اسی طرح اس کے ذرا اوپر پیشاب کی نالی کا علیحدہ سوراخ ہوتا ہے۔

پیشاب کی نالی بھی چونکہ ایک مستقل جوف ہے لہٰذا وہ خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اس میں کچھ داخل ہو کر چھپ جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کی تائید اس تصریح سے بھی ہوتی ہے۔

وما نقل عن خزانة الاكمل فيما اذا حشا ذكره بقطنة فغيبها انه يفسد كاحتشائها مما يقضى ببطلان حكاية الاتفاق على عدم الفساد فى الاقطار ما دام فى قصبة الذكر و لا شك فى ذلك۔ (فتح القدير)

خزانہ اکمل میں مذکور یہ مسئلہ کہ کوئی مرد اپنے آلہ تناسل میں روئی بھر دے اور روئی کو اس کے اندر چھپا دے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ مثانہ کے اندر چھپانے سے ٹوٹتا ہے اس بارے میں یہ بات فیصلہ کن ہے کہ یہ کہنا کہ پیشاب کی نالی میں ٹپکایا ہوا قطرہ جب تک اسی میں رہے اس سے بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا غلط بات ہے۔

خزانہ الاکمل کی اس جزئی کے علاوہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ یا کم از کم امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا یہی قول ہے کہ آلہ تناسل میں قطرے ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اس کے موافق ایک روایت موجود ہے۔ بدائع میں علامہ کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

واما الاقطار فى الاحليل فلا يفسد فى قول ابى حنيفة و عندهما يفسد وروى الحسن عن ابى حنيفة مثل قولهما وعلى هذه الرواية اعتمد استاذى رحمه الله۔ وذكر القاضى فى شرحه مختصر الطحاوى و قول محمد مع ابى حنيفة (ص:93 ج:2)

پیشاب کی نالی میں قطرے ٹپکانے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا

جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حسن رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صاحبین کے قول کی مثل روایت کیا اور اسی روایت پر میرے استاد رحمہ اللہ کا اعتماد تھا۔

بعد کے فقہاء نے ان اقوال کی جو بھی توجیہ و تعلیل کی ہو ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ ہمیں ہمارا مطلوبہ حکم ائمہ احناف ہی سے حاصل ہے کہ آلہ تناسل میں قطرے ٹپکانا مفسد صوم ہے اور ایسا ہر حال میں ہے مثانے میں داخل ہونے کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے البتہ ابن عابدین رحمہ اللہ کا یہ کہنا

وافاد انه لو بقی فی قصبة الذکر لا یفسد اتفاقاً ولا شك فی ذلك و به بطل ما نقل عن خزانة الاکمل لو حشا ذکره بقطنه فغیبها انه یفسد لان العلة من الجانبین الوصول الی الجوف و عدمه بناء علی وجود المنفذ و عدمه لکن هذا یقتضی عدم الفساد فی حشو الدبر و فرجها الداخل ولا مخلص الا باثبات ان المدخل فیها تجذبه الطبیعة فلا یعود الا مع الخارج المعتاد و تمامه فی الفتح۔ قلت الاقرب التخلص بان الدبر والفرج الداخل من الجوف بینهما و بین الجوف حاجزا الا ان الشارع اعتبرهما فی الصوم من الخارج وهذا بخلاف قصبة الذکر فان المثانة لا منفذ لها علی قولهما وعلی قول ابی یوسف وان کان لها منفذ الی الجوف الا ان المنفذ الآخر لمتصل بالقصبة منطبق لا ینفتح الا عند خروج البول فلم یعط للقصبة حکم الجوف (ص:109 ج:2 ردالمحتار)

''جب تک دوا وغیرہ پیشاب کی نالی میں رہے اس سے بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خزانہ اکمل والی بات درست نہیں کیونکہ دونوں جانبوں کی علت جوف میں پہنچنا نہ پہنچنا ہے جو خود اس پر مبنی ہے کہ مثانہ اور جوف بطن کے درمیان منفذ ہے یا نہیں۔ لیکن اس کا تو یہ مطلب ہوگا کہ مقعد یا اندرونی شرمگاہ میں کچھ ڈالنے سے روزہ نہ ٹوٹنا چاہئے اور اس سے خلاصی کی صرف یہی صورت ہے کہ ان میں داخل ہونے والی شے کو طبیعت جذب کرتی ہے اور یہ عادۃً باہر آنے والی شے کے ساتھ واپس نکلتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض سے خلاصی کی زیادہ قریب صورت یہ ہے کہ مقعد اور اندرونی

شرمگاہ ان کے اور جوف بطن کے درمیان حائل موجود ہے البتہ شارع نے روزے کے لئے ان دونوں کوجسم سے خارج شمار کیا ہے۔ یہ حکم پیشاب کی نالی سے مختلف ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مثانے کا منفذ نہیں ہے جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر منفذ ہے لیکن دوسرا منفذ جو پیشاب کی نالی کے ساتھ متصل ہے وہ صرف پیشاب کے نکلنے کے وقت کھلتا ہے لہٰذا پیشاب کی نالی کومثانہ والا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

اگرچہ تشریح البدن کے اعتبار سے توانکا یہ کہنا صحیح ہے کہ

الا ان المنفذ الآخر المتصل بالقصبة منطبق لا ينفتح الا عند خروج البول۔

مثانہ کا منفذ جو پیشاب کی نالی کے ساتھ متصل ہے وہ بند رہتا ہے اور صرف پیشاب باہر نکلنے کے وقت کھلتا ہے۔

لیکن جو مسئلہ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ائمہ کے قول سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ اس صورت میں آلہ تناسل میں قطرے ٹپکانے میں اختلاف کا ذکر ہی بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے بلکہ اختلاف صرف اسی صورت میں رہ جاتا ہے کہ شے مثانہ میں داخل ہوا اور اس کا علم بھی ہوجائے کہ وہ مثانہ میں داخل ہوگئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی ہر ہر ٹپکائے ہوئے قطرے میں انتہائی دشوار ہے بلکہ ابن عابدین رحمہ اللہ کے مطابق آلہ تناسل کے راستے مثانے میں کوئی شے داخل ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔

الا ان المنفذ الآخر المتصل بالقصبة لا ينفتح الا عند خروج البول۔۔

مثانہ کا منفذ جو پیشاب کی نالی کے ساتھ متصل ہے وہ بند رہتا ہے اور صرف پیشاب باہر نکلنے کے وقت کھلتا ہے۔

اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک آلہ تناسل میں قطرے ٹپکانے کے ذکر کا بے فائدہ ہونا اظہر ہے۔ اور جب یہ بات باطل ہے تو اس کا موجب بھی باطل ہوگا یعنی اللازم باطل فالملزوم مثله۔ لہٰذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک آلہ تناسل میں قطرے ٹپکانے کو ہر حال میں مفسد صوم سمجھنا ناگزیر ہے۔

فرج داخل اور رحم کے بارے میں

اگرچہ اپنے پاس موجود فقہ کی کتابوں میں یہ تصریح تو نہیں ملی کہ فرج داخل اور رحم اور جوف معدہ کے درمیان منفذ ہے لیکن فرج داخل اور رحم میں سے کسی شے کے داخل ومستقر ہونے سے فساد صوم کا قول ضرور ملتا ہے۔

وكذا (اى لم يفسد صومه) لو ادخل اصبعه فى استه او ادخلت المراة فى فرجها هو المختار الا اذا كانت الاصبع مبتلة بالماء او الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء او الدهن وقيل ان المراة اذا حشت الفرج الداخل فسد صومها (البحر الرائق)

اگر اپنی خشک انگلی اپنے پاخانے کے مقام میں داخل کی یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں داخل کی تو مختار بات یہ ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر پانی یا تیل لگی انگلی داخل کی تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی یا تیل اندر پہنچ گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورت اگر اپنی اندرونی شرمگاہ میں کوئی چیز بھر دے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح امداد الفتاوی میں یہ مسئلہ لکھا ہے

''خود روزہ کی حالت میں (رحم میں) یہ چھلا چڑھانا مفسد صوم ہے''۔

جدید تحقیقات کی رو سے اگرچہ ان کے اور جوف معدہ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے لیکن چونکہ یہ بھی ایک جوف ہے لہذا اس میں کسی شے کے دخول واستقرار سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

2- آمہّ وجائفہ کے بارے میں

جائفہ یعنی پیٹ کا وہ زخم جو معدہ یا آنت میں کھلتا ہو اس میں دوا ڈالی جائے اور وہ جوف معدہ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ کے ٹوٹنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

آمہ سر کے اس زخم کو کہتے ہیں جو ہڈی کو توڑ کر دماغ کے گرد جھلیوں (Meninges) تک پہنچ جائے۔ یہ جھلیاں دماغ کا ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہیں اور نیچے حرام مغز پر محیط جھلیوں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں جوف دماغ کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔

موجودہ دور میں کھوپڑی کے اندر دماغ کی جگہ کو کھوپڑی کا جوف (Cranial cavity) کہتے ہیں لیکن چونکہ یہ دماغ سے بھری ہوتی ہے اور اس کو جوف سمجھنا یا کہنا محض ایک طبی اصطلاح ہے لہذا احکام شرعیہ میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ آمہ میں دوا لگانے سے چونکہ دوا کسی معہود و معروف جوف میں داخل نہیں ہوتی لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ بھی یہی حکم لگاتے ہیں اگرچہ انکے قول کی جو توجیہ کی گئی ہے وہ مختلف ہے یعنی

لعدم التيقن بالوصول لانضمام المنفذ مرة و اتساعه اخریٰ۔

کیونکہ جوف تک پہنچنا یقینی نہیں ہے اس لئے کہ منفذ کبھی کھلتا ہے اور کبھی بند رہتا ہے۔

اسی طرح اگر زخم کی وجہ سے پیٹ کی کھال کٹ جائے لیکن زخم معدہ یا آنت تک نہ اترا اور اس زخم میں دوا لگائی ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ دوا کسی معہود و معروف جوف میں داخل نہیں ہوئی ہے اگرچہ موجودہ دور میں علم تشریح والے اس کو بھی جوف پیٹ یعنی (Abdominal cavity) کہتے ہیں۔ یہ اصطلاحی جوف بھی معدہ اور آنتوں وغیرہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

7- مجری النفس (سانس کی نالی) کے بارے میں

مجری نفس یعنی سانس کی نالی سینے میں داخل ہو کر مرحلہ وار کئی شاخوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ یہ خود ایک مستقل جوف ہے۔ اس کے برعکس مُری (کھانے کی نالی) سینے میں سے گزر کر پیٹ میں داخل ہو کر معدہ میں کھلتی ہے مجری نفس کا مُری یا جوف معدہ کے ساتھ کچھ اتصال نہیں ہوتا۔

مجری نفس میں کسی شے کو داخل کرنے سے فساد صوم کا قول فقہاء کرتے ہیں۔

ومفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنه (ردالمحتار)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر روزہ دار نے اپنے حلق میں کوئی سا بھی دھواں داخل کیا خواہ وہ عود کا ہو یا عنبر کا ہو تو روزہ یاد ہوتے ہوئے اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے۔

ای بای صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فاواه الی نفسه واشتمه ذاکرا لصومه افطر لامکان التحرز عنه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس ولا تتوهم انه کشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بین هواء تطیب بریح المسك وشبهه و بین جوهر دخان وصل الی جوفه بفعله امداد وبه علم حکم شرب الدخان و نظمه الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانية بقوله ویمنع من بیع الدخان وشربه وشاربه فی الصوم لا شك یفطر

(ردالمحتار)

(دھواں کسی صورت میں بھی داخل ہو) حتیٰ کہ اگر دھونی سلگائی اور اس کو اپنے قریب کیا اور سونگھا تو روزہ یاد ہوتے ہوئے ایسا کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن تھا۔ یہ ایسی بات ہے جس سے بہت سے لوگ غفلت کرتے ہیں۔ یہ خیال نہ ہو کہ یہ تو گلاب کا پھول یا عرق گلاب یا مشک سونگھنے کی طرح ہے کیونکہ مشک سے معطر ہونے والی ہوا سونگھنے میں اور دھوئیں کے جوہر کو اپنے فعل سے جوف میں لے جانے میں واضح فرق ہے۔ اسی سے حقہ، بیڑی اور سگریٹ پینے کا حکم بھی معلوم ہوا۔

اور ظاہر ہے کہ دھواں یا دھونی یا بھاپ عام طور سے پیٹ میں نہیں داخل کی جاتی بلکہ مجری نفس کے ذریعے پھیپھڑوں میں داخل کی جاتی ہے اور قاعدہ ہے کہ سانس لینے کے دوران کھانے کی نالی بند ہوتی ہے اور جس وقت کچھ چیز نگل رہے ہوں تو سانس کی نالی کا مدخل بند ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی ہمارے ذکر کئے ہوئے معیار کی تائید کرتا ہے۔

یہ قاعدہ جو ابھی ہم نے ذکر کیا اس کیلئے حوالہ ملاحظہ ہو۔

The upper end of the oesophagus is normally shut off from the pharynx, and there is resistance to the passage of a gastroscope. Normally this sphincter opens 0.2-0.3 seconds after beginning of a swallow, remain open for 0.5-1.0 seconds, and then closes. (Applied Physiology by Samson Wright).

8-پاخانے کا مقام (Anus)

دبر یعنی پاخانے کے مقام کے اندر کوئی چیز داخل ہونے کے بارے میں بظاہر متعارض (Contradictory) احکام ملتے ہیں۔

(الف) ادخل اصبعه مبلولة بماء اودهن فى دبره اواستنجى فوصل الماء الى داخل دبره (يفسد الصوم) ---والحد الفاصل الذى يتعلق بالوصول اليه الفساد قدر المحقنة وقلما يكون ذلك۔

پانی یا تیل لگی انگلی کو اپنے دبر میں داخل کیا یا استنجا کیا اور پانی دبر میں داخل ہوا تو روزہ ٹوٹ

جائے گا۔ وہ حد فاصل جس تک پہنچنے سے روزہ ٹوٹتا ہے وہ آلہ حقنہ کی مقدار ہے اور وہاں تک کم ہی پہنچنا ہوتا ہے۔

(ب) ادخل قطنة او خرقة او خشبا او حجرا فی دبره و غیبها(یفسد الصوم) لانه تم الدخول(مراقی الفلاح)

کسی نے اپنے دبر میں روئی یا کپڑے کا ٹکڑا یا لکڑی یا پتھر داخل کیا اور اس میں اس کو چھپا دیا تو اندر داخلہ ممکن ہونے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بظاہر تعارض کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مسئلے میں آلہ حقنہ کی مقدار چوڑائی میں (جو پانچ سے چھ انگلیوں کی چوڑائی ہے اس کی) کی قید لگائی ہے جبکہ دوسرے مسئلے میں ایسا نہیں ہے۔ مزید بریں جب آلہ حقنہ کی مقدار کے برابر پاخانے کے مقام کو شارع کی جانب سے منہ کی طرح خارج کا حکم حاصل نہیں ہے اور وہ جوف کے ساتھ متصل و متعلق بھی ہے تو اس مقدار کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

البتہ ان مسائل کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ روزہ میں بھی پانی سے استنجا کرنے کا شرعی حکم موجود ہے اور دبر میں استنجے کے کچھ پانی کے داخل ہونے سے مکمل احتراز ناممکن ہے۔ کبھی اجابت کے بعد دبر کے سوراخ کے زیادہ کشادہ ہونے کی بنا پر بھی پانی داخل ہوجاتا ہے۔ اس مجبوری و ضرورت کیلئے حد فاصل آلہ حقنہ کی مقدار کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی ضرورت کے تحت اگر بواسیری مسے لٹک گئے ہوں اور استنجا کے بعد خشک کئے بغیر ان کو اوپر چڑھا لیا گیا ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس ضرورت کے علاوہ اور صورتوں میں یعنی دوا یا تیل لگانے یا دبر کے اندر نلی کے ذریعے سے بواسیری یا کوئی اور مرہم لگانے یا روئی، پتھر، لکڑی کا ٹکڑا داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

باب:22

اعتکاف کے مسائل

مسئلہ: حالت اعتکاف میں بیمار ہوگیا اور دوا لا کر دینے والا کوئی نہ ہو یا ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو دوا کیلئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اس دن کے اعتکاف کی قضا لازم ہوگی۔ البتہ اگر یہ نکلنا سخت مجبوری سے ہوا ہو تو نکلنے سے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف بہر حال ٹوٹ جائے گا۔[1]

مسئلہ: اسی طرح کسی مریض کی عیادت کیلئے یا کسی ڈوبتے کو بچانے کیلئے یا آگ بجھانے کو یا مسجد کے گرنے کے خوف سے نکلا تو گو ان صورتوں میں مسجد سے نکل جانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ جان بچانے کی غرض سے نکلنا تو ضروری ہوتا ہے مگر اعتکاف باقی نہیں رہے گا اور نکلنے والے دن کے اعتکاف کی قضا لازم ہوگی۔[2]

مسئلہ: اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت مثلاً پیشاب پاخانے یا جمعہ کی نماز کیلئے (جبکہ اعتکاف والی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو) مسجد سے نکلا اور ضرورت پوری ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس سے اعتکاف ٹوٹتا نہیں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ معتکف اپنے رستے سے نہ ہٹے اور چلتے چلتے عیادت کرلے۔[3]

مسئلہ: اگر اعتکاف کرنے کی نذر مانی اور اس میں زبان سے یہ استثناء کیا کہ اعتکاف کے دوران فلاں مریض کی عیادت کیلئے نکلے گا تو نذر کے اعتکاف میں ایسا استثناء جائز ہے۔ رمضان کے مسنون اعتکاف میں صحیح نہیں۔[4]

مسئلہ: وقتی بے ہوشی یا جنون سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا البتہ اگر بے ہوشی یا جنون دو دن یا زیادہ رہے تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ پہلے دن کے بعد باقی دنوں میں نیت نہ ہونے کی وجہ سے روزہ نہیں ہوتا۔ جبکہ اعتکاف کیلئے روزہ شرط ہے پہلے دن کا اعتکاف بھی اس وقت باقی رہے گا

جبکہ بے ہوش اور مجنون کے پیٹ وغیرہ میں روزہ کے وقت میں کچھ نہ گیا ہو۔[5]

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا یا رکھ کر توڑ دیا تو اعتکاف بھی باقی نہیں رہے گا۔[6]

مسئلہ: خنثی مشکل کا اعتکاف اس کے گھر کی مسجد میں صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اس میں مذکر (Male) ہونے کا احتمال ہے اور مرد کا اعتکاف گھر میں نہیں ہوتا جبکہ عورت کا اعتکاف اس کے محلّہ کی مسجد میں کراہت کے ساتھ درست ہوتا ہے لہذا خنثی مشکل کیلئے اعتکاف کی جگہ مسجد ہے۔[7]

مسنون اعتکاف کے قضا کی تفصیل

جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہو صرف اسی دن کی قضا واجب ہوگی پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن دن کی قضا واجب ہوگی۔ صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو، روزہ رکھے اور اسی دن شام کو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے۔

اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہو تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے، روزہ رکھے اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔[8]

حوالجات

(1) احسن الفتاوی ص508 ج4

(2) بہشتی زیور

(3,4) درمختار ص146 ج2

(5) عمدۃ الفقہ ص411 ج3

(6) ردالمختار ص161 ج2

(7) عمدۃ الفقہ ص395 ج3

(8) احسن الفتاوی ص501 ج4

باب:23

حج کے احکام

مسئلہ: کسی پر حج فرض ہو گیا اور وہ اس میں دیر کرتا رہا۔ اسی دوران وہ کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کی وجہ سے سفر کے قابل نہ رہا تو اس کو چاہئے اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کرا دے۔ (1)

مسئلہ: حج فرض ہو گیا مگر تھوڑا سا چلنے سے سانس غیر ہو جاتا ہے اور آرام لینے کی ضرورت پڑتی ہے پھر تھوڑا سا چلتا ہے تو ویسی ہی کیفیت ہو جاتی ہے حتیٰ کہ سواری پر سفر کرنے کی بھی قدرت نہیں تو ایسی مجبوری کی حالت میں جائز ہے کہ وہ حج پر نہ جائے اور صحیح ہونے کا انتظار کرے لیکن مرنے سے پہلے ورثاء کو حج بدل کرانے کی وصیت کر دے۔ اور اگر تندرست ہونے کی امید نہ ہو تو خود اپنی طرف سے حج بدل کرا دے۔ (2)

شرائط وجوب حج

وجوب حج کی شرائط میں سے ایک عقل ہے۔ (3)

مسئلہ: لہٰذا مجنون (پاگل) پر حج فرض نہیں ہے اور معتوہ (نیم پاگل و ناقص العقل) کے بارے میں کتب اصول میں اختلاف ہے۔ امام فخر الاسلام نے معتوہ پر عبادات کے واجب نہ ہونے کو اختیار کیا ہے اور نابالغ سمجھدار کی مانند معتوہ بھی تمام احکام میں غیر مکلّف ہے لیکن اگر وہ حج ادا کرے گا تو اس کی ادائیگی درست ہو گی مگر وہ حج فرض واقع نہیں ہو گا بلکہ نفل ہو گا اور امام دبوسی نے احتیاط کو اختیار کیا ہے اور ان کے نزدیک معتوہ پر حج سمیت تمام عبادات واجب ہیں۔ (4)

مسئلہ: کسی مجنون کے ولی نے اس کی طرف سے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفات سے پہلے مجنون ہوش میں آ گیا۔ اگر اس نے افاقہ کے بعد نئے سرے سے فرض حج یا مطلق حج کی نیت سے احرام باندھ لیا تو فرض حج ادا ہو جائے گا اور اگر دوبارہ نئے سرے سے احرام نہیں باندھا تو

فرض حج ادا نہیں ہوگا۔(5)

اگر مجنون کو افاقہ نہیں ہوا یا وقوف عرفات کے بعد افاقہ ہوا یا وقوف عرفہ سے پہلے افاقہ ہونے کے بعد اسی احرام کو باقی رکھا جو جنون کی حالت میں باندھا تھا تو ان تینوں صورتوں میں اس کا حج فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ نفلی ہوگا اور اس کو افاقہ کے بعد جب استطاعت حاصل ہو فرض حج ادا کرنا ضروری ہے۔(6)

مسئلہ: اگر کسی نے عقل و ہوش کی حالت میں حج کیا پھر اس کو جنون لاحق ہو گیا تو اگر اس نے حج میں فرض کی نیت کی تھی یا مطلق حج کی نیت کی تھی تو حالت عقل میں کیا ہوا اس کا حج جو فرض کی جگہ ادا ہوا تھا باقی رہے گا لہٰذا جنون سے افاقہ کے بعد اس کو دوبارہ حج نہ کرنا ہوگا۔(7)

مسئلہ: اگر کسی عقل و ہوش والے نے احرام باندھا یعنی احرام باندھنے کے وقت اس میں جنون کا مرض نہیں تھا بعد میں اس کو جنون لاحق ہو گیا یا احرام باندھنے کے وقت افاقہ تھا اور نیت و تلبیہ کو سمجھتا تھا اور اس نے نیت و تلبیہ کو ہوش کی حالت میں ادا کیا اس کے بعد اس نے مناسک اس طرح ادا کئے کہ اس کی طرف سے نیابتاً کسی دوسرے شخص نے وہ مناسک ادا کئے اور اسے بھی ساتھ رکھا اور اس کی طرف سے طواف زیارت کی نیت کی۔ حج کرنے کے بعد کسی وقت اس مجنون کو افاقہ ہوا تو وہ فرض حج ہی ادا ہوا مجنون کی طرف سے طواف زیارت کی نیت کرنے میں مجبوری کی وجہ سے نیابت جائز ہے لیکن نفس طواف میں نیابت جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو اٹھا کر طواف کرانا ممکن ہے لہٰذا اگر دوسرے اس مجنون کو اٹھا کر طواف کرائیں لیکن اس کی طرف سے نیت نہ کریں گے تو اس کو افاقہ کے بعد خواہ وہ جب بھی ہو خود طواف کرنا لازم ہوگا۔

اور اگر اس نے افاقہ کی حالت میں احرام باندھا اور خود نیت کر کے جب کہ وہ نیت و تلبیہ کو سمجھتا بھی تھا تلبیہ پڑھا پھر اس پر جنون طاری ہوا اور اس نے خود بغیر کسی نائب کے حج ادا کیا تو اس کا نفلی حج ادا ہوگا فرض کی جگہ نہیں ہوگا اور اگر وہ نیت و تلبیہ کو تو نہیں سمجھتا تھا لیکن اس نے خود ہی نیت کی اور تلبیہ کہا اور حج کے باقی مناسک خود پورے کئے تو اس کا حج ادا کرنا ایسا ہے جیسا کہ بغیر طہارت کے نماز ادا کرنا یعنی اس کا حج نہ فرض کی جگہ صحیح ہوگا نہ نفل ہوگا۔(8)

حج کے وجوب ادا کی شرائط

ان میں سے ایک تندرست ہونا ہے

اس میں علما کا اختلاف ہے کہ جو شخص تندرست نہ ہو مریض ہو یا اندھا ہو یا مفلوج ہو یا لنگڑا غیرہ ہو اور خود سفر نہ کرسکتا ہو۔ اور اس کے علاوہ حج کی ساری شرائط پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں۔ اکثر علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ اس شخص پر حج فرض ہے اور اس قول کے مطابق ایسا شخص اگر حج نہ کرسکے تو اس پر حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہے اور اگر یہ شخص خود حج کرلے گا تو حج ہو جائے گا۔

یہ اس صورت میں ہے کہ اس کو معذور ہونے کی حالت میں حج کی استطاعت حاصل ہوئی ہو۔ اگر صحت کی حالت میں حج فرض ہو چکا تھا پھر بعد میں بیمار اور معذور ہوا تو بالاتفاق اس پر حج واجب ہے اور اس کو حج کرانا یا وصیت کرنا واجب ہے۔ [9]

سعی کی صحت کی شرط

مسئلہ: صفا و مروہ کے درمیان سعی کے صحیح ہونے کی چھ شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ سعی خود اپنے فعل سے کی جائے اگرچہ کسی کے کندھے پر یا کسی جانور وغیرہ پر سوار ہو کر کرے۔ یا پہیوں والی کرسی (Wheel-chair) پر بیٹھ کر کرے پس سعی میں نیابت جائز نہیں ہے۔ لیکن پانچ شخصوں کے لئے نیابت جائز ہے۔

(1) بیہوش کیلئے (2) سوئے ہوئے مریض کے لئے

(3) مجنون کیلئے کہ جس کو احرام باندھنے سے پہلے جنون لاحق ہوا ہو اور سعی کی ادائیگی تک باقی ہو۔ (4) سوئے ہوئے مریض کیلئے

(5) بالغ مجنون کیلئے یعنی جو شخص جنون کی حالت میں بالغ ہوا ہو۔ جب کہ اس مجنون کی طرف سے اس کے ولی نے احرام باندھا ہو۔ [10]

مسئلہ: اگر کسی عذر کی وجہ سے سعی ترک کی مثلاً لنجا، اپاہج یا بہت پرانا مریض ہو اور اس کو اٹھا کر سعی کرانے والا کوئی بھی نہ ہو تو اس سے سعی معاف ہو جائے گی اور اس پر کچھ فدیہ واجب نہیں ہو گا۔ یہ حکم عمرہ اور حج دونوں کی سعی کا ہے۔ [11]

وقوف عرفات

وقوف عرفات کا وقت ذوالحجہ کی نویں تاریخ کے زوال سے دسویں تاریخ کی فجر صادق کے طلوع ہونے تک ہوتا ہے۔اس وقت میں حج کا احرام باندھے ہوئے کوئی شخص عرفات میں سے ہوکر گزر بھی جائے تو اس کا وقوف ہو جاتا ہے خواہ اس کو علم ہو کہ یہ عرفات ہے اور یہ وقوف کا وقت ہے یا اس کو ان باتوں کا علم نہ ہو اور خواہ وہ ہوش میں ہو یا بے ہوش ہو اور خواہ مجنون ہو یا عقل کی حالت میں ہو۔(12)

عرفات سے واپسی

مسئلہ: اگر کسی شخص نے عرفہ کے دن میدان عرفات میں زوال آفتاب کے بعد وقوف کیا اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گیا تو اگر وہ عرفات کی حدود سے غروب آفتاب کے بعد نکلا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہو گا اس لئے کہ اس نے واجب ترک نہیں کیا اور اگر غروب آفتاب سے قبل حدود عرفات سے باہر نکل گیا تو ترک واجب کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو گا لیکن اگر وہ وقت کے اندر عرفات کی حدود میں واپس لوٹ آئے تو دم ساقط ہو جائے گا۔ یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ وہ عاجز یا مریض ہی ہو۔(13)

وقوف مزدلفہ

مسئلہ: وقوف مزدلفہ جو کہ واجب ہے وہ یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو طلوع فجر کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرے خواہ خود وقوف کرے یا کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے کرے جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر اور خواہ یہ سویا ہوا ہو یا بے ہوشی کی حالت میں ہو اور خواہ اس نے وقوف مزدلفہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ اس کو مزدلفہ کا علم ہو یا نہ ہو کوئی دوسرا شخص اس کو اپنے کندھے پر اٹھا لے یا سٹریچر پر لٹا کر لے جائے تو ہر حال میں اس کا وقوف صحیح ہو جائے گا۔(14)

مسئلہ: اگر کوئی تندرست آدمی مزدلفہ کا وقوف ترک کر دے یعنی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے رات میں ہی مزدلفہ کی حدود سے باہر چلا جائے تو اس پر ترک واجب کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی معذور یا مریض عذر مثلاً ضعف کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے اس وقوف کو ترک کر دے تو اس پر دم وغیرہ کچھ واجب نہیں ہوتا۔(15)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَدِّمُ ضُعَفَاءَ أَهْلِهِ بِغَلَسٍ وَ يَامُرُهُمْ يَعْنِىْ

لَا یَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے کمزوروں کو (مزدلفہ سے) منہ اندھیرے (منیٰ کی طرف) بھیج دیتے تھے اوران کو حکم دیتے تھے کہ وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی نہ کریں۔

رمی کی شرط

مسئلہ: رمی کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی رمی خود کرے۔ قادر ہونے کے باوجود بلا عذر نیابت یعنی کسی دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے۔ البتہ عذر کی صورت میں نیابت جائز ہے۔ (16)

مسئلہ: ایسے مریض کی طرف سے جو کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا اس کے حکم سے یا بے ہوش کی طرف سے اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر یا نیم پاگل یا مجنون کی طرف سے کوئی دوسرا شخص رمی کرے تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ مریض اگر ہوش میں ہو تو کنکری اس مریض وغیرہ کے ہاتھ پر رکھی جائے اور وہ خود اس کو جمرہ پر پھینک دے یا اس کا ساتھی اس کے ہاتھ کو پکڑ کر پھنکوادے اور اگر اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص کنکریاں ماردے تب بھی جائز ہے۔ (17)

مسئلہ: اگر رمی کرنے کے بعد وقت کے اندر معذور کا عذر زائل ہو جائے تو وہ رمی کا اعادہ نہ کرے۔ (18)

مسئلہ: بے ہوش یا نیم پاگل یا مجنون کی طرف سے اگر کسی دوسرے نے بھی رمی نہ کی تو کچھ جزا لازم نہ ہوگی لیکن اگر مریض جو ہوش میں ہو اگر اس نے نہ خود رمی کی اور نہ ہی کسی سے کہہ کر کروائی تو اس پر جزا لازم ہوگی۔

غرض اگر مریض کو شعور حاصل ہو اور وہ اس قابل ہو کہ اس کو آگاہ کیا جائے اور اس سے اجازت لی جائے تو مریض کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ برخلاف بے ہوش کے کہ اس کو شعور ہی نہیں ہوتا۔ (19)

مسئلہ: اگر مریض کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے اور ایسا ہے کہ اس کو سوار ہوکر یا وہیل چیئر پر بیٹھ کر یا کسی دوسرے آدمی کے اٹھا لینے سے رمی کے لئے حاضر ہونے کی قدرت ہے اور وہ اس طرح شدید ضرر لاحق ہوئے بغیر رمی کرنے پر قادر ہے اور اس کو مرض کی زیادتی یا دیر میں صحت

ہونے کا خوف بھی نہ ہو تو ایسے شخص کی طرف سے رمی کے لئے نیابت جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی سواری یا اٹھانے والا شخص نہ ملے تو اس کیلئے نیابت جائز ہے۔

اوپر کے مسائل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو یا کھڑے ہو کر پڑھ تو سکتا ہے لیکن جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہو یا مرض میں زیادتی یا دیر میں صحت ہونے کا خوف ہو یا سواری نہ ملے یا اٹھانے والا شخص نہ ملے تو وہ شخص معذور ہے اور اس کی طرف سے دوسرا شخص رمی کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ مذکورہ عذر نہ ہوں تو خود رمی کرنا ضروری ہے اس کے لئے نیابت جائز نہیں ہے۔[20]

مسئلہ: عورت اور بیمار اور ضعیف آدمی کے لئے ہجوم کا خوف عذر ہے اور اس کی وجہ سے دسویں ذوالحجہ کے دن طلوع شمس سے پہلے رمی کرنا یا پہلے تین دن رات میں رمی کرنا اور چوتھے دن زوال سے پہلے رمی کر لینا جائز ہے۔ وقت میں اس نرمی و گنجائش کے بعد اب ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سے نیابت جائز نہیں۔ لہٰذا اگر یہ لوگ اوقات کی سہولت کو نظر انداز کر کے ہجوم کے خوف کی وجہ سے خود رمی نہیں کریں گے تو ان پر فدیہ لازم ہوگا۔[21]

حلق و تقصیر

مسئلہ: عام حالت میں مرد کو اختیار ہے کہ وہ احرام سے نکلنے کے لئے خواہ حلق کرائے یعنی سر مونڈوائے یا تقصیر کرائے یعنی بال کتروائے۔ لیکن اگر کسی عارضہ کی وجہ سے حلق کرانا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے قصر کرنا متعین ہوگا۔ اور کسی عذر کی وجہ سے قصر کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے حلق کرنا متعین ہوگا۔ اور اگر سر میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے حلق و قصر دونوں ممکن نہ ہوں تو دونوں ساقط ہو جائیں گے اور آدمی ویسے ہی حلال ہو جائے گا اور اس پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے واجب کو عذر کی وجہ سے ترک کیا ہے۔

مسئلہ: گنجے سر والا یعنی جس کے سر پر بالکل بال نہ ہوں اس کو سر پر استرا پھروانا واجب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے سر پر زخم ہوں اور اس کو سر پر استرا پھرانا ممکن ہو تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ استرا پھرائے اور اگر اس کو سر پر استرا پھرانا ممکن نہ ہو اور سر پر بال اتنے بڑے بھی نہیں کہ قصر کرانے کی حد کو پہنچتے ہوں تو اس سے بھی یہ واجب ساقط ہو جائے گا اور وہ حلق کرائے بغیر حلق

کرانے والوں کی طرح حلال ہوجائے گا البتہ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بارہویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ممنوعات احرام کا ارتکاب نہ کرے۔[22]

طواف زیارت

مسئلہ: طواف زیارت کے وجوب کی شرائط میں سے ہے کہ آدمی صاحب عقل ہو لہٰذا مجنون پر طواف زیارت واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: طواف زیارت کے ارکان میں سے ایک رکن یہ ہے کہ آدمی طواف خود کرے اگرچہ کسی کے کندھے پر یا کسی سواری پر یا کسی وھیل چیئر پر سوار ہوکر کرے۔ پس طواف زیارت میں نیابت جائز نہیں ہے البتہ ان پانچ شخصوں کے حق میں نیابت جائز ہے۔

(1) بے ہوش (2) سویا ہوا مریض (3) احرام باندھنے سے پہلے ہی جو مجنون ہو جب کہ اس کا جنون طواف زیارت ادا کرنے تک قائم رہے۔ (4) بے سمجھ بچہ

(5) بالغ مجنون یعنی جو جنون کی حالت میں بالغ ہوا ہو۔[23]

طہارت میں معذور کا حکم

مسئلہ: دائمی عذر والا شخص (مثلاً جس کو ریح یا پیشاب یا کوئی زخم جاری ہے وغیرہ) خواہ اس کا وہ عذر حقیقی ہو یا حکمی ہو (جس کی تفصیل معذور کی نماز کے بیان میں گزر چکی ہے) اگر وہ طواف کے چار چکر پورے کرلے پھر نماز کا وقت نکل جائے تو وہ نئے سرے سے وضو کرے اور طواف کو چھوڑی ہوئی جگہ سے دوبارہ شروع کرے اور جو چکر باقی رہ گئے تھے ان کو پورا کرے۔ اور اگر چار سے کم چکر لگائے اور وقت نکل گیا تب بھی یہی حکم ہے لیکن اس کو اس صورت میں نئے سرے سے طواف کرنا افضل ہے۔[24]

بے ہوش اور سوئے ہوئے مریض کے حج کا طریقہ [25]

مسئلہ: اگر کوئی شخص حج کے ارادہ سے نکلا اور وہ احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہوگیا۔ پھر اس کے ساتھی یا کسی دوسرے شخص نے اس کی طرف سے احرام باندھا یعنی اس کی طرف سے نیت کر کے تلبیہ کہا تو وہ بے ہوش محرم ہوجائے گا اور اس کا حج فرض حج ادا ہوگا خواہ اس نے اپنے

ساتھی یا کسی دوسرے شخص کو احرام باندھنے کے لئے حکم کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ وہ حج کی نیت سے سفر میں نکلا ہے اس لئے حج کی نیت اس کی طرف سے پائی گئی ہے۔ ناقص العقل کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر حج کے ارادہ سے نکلنے والا شخص مریض تھا اور وہ احرام باندھنے سے پہلے سو گیا اگر اس نے اپنے ساتھی کو پہلے سے کہہ دیا تھا کہ مجھے نیند آ جائے تو میری طرف سے آپ نیابتاً احرام باندھ لینا تو اس کی طرف سے نیابتاً احرام باندھ لینے سے وہ سویا ہوا مریض محرم ہو جائے گا کیونکہ مامور کا فعل آمر کا فعل ہی شمار ہوتا ہے۔ اور اگر مریض نے ایسا حکم نہیں دیا تھا اور اس کے ساتھی یا کسی دوسرے شخص نے اس کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے احرام باندھ لیا تو وہ سویا ہوا مریض محرم نہیں ہوگا لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے کہہ دے کہ اگر مجھے بے ہوشی ہو جائے یا بیماری میں نیند آ جائے تو تم میری طرف سے نیابتاً احرام باندھ لینا تاکہ اس کا حج جائز ہو جائے۔

مسئلہ: اور اگر مریض نے پہلے سے نہیں کہا تھا اور جگانے میں اس کو چنداں تکلیف نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سوئے ہوئے مریض کو جگا دیا جائے تاکہ ہوشیار ہو جائے۔

مسئلہ: جس بے ہوش یا سوئے ہوئے مریض کی طرف سے نیابتاً احرام باندھا گیا ہو اس کے سلے ہوئے کپڑے اتارنا احرام کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے مگر چونکہ سلے ہوئے کپڑوں کا بدن پر ہونا ممنوعات احرام میں سے ہے اس لئے ان کا اتارنا اور تہبند و چادر پہننا واجب ہے ورنہ اس بے ہوش یا سوئے ہوئے مریض پر جزا واجب ہو جائے گی۔ نائب کو مریض کے احرام کی وجہ سے اپنے سلے ہوئے کپڑے اتارنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر بے ہوش محرم یا سوئے ہوئے مریض محرم سے ممنوعات احرام میں سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جس پر جزا واجب ہوتی ہے تو وہ جزا اس بے ہوش یا سوئے ہوئے مریض محرم پر واجب ہوگی اس کے نائب پر واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ: بے ہوش شخص یا سوئے ہوئے مریض کی طرف سے کسی دوسرے شخص کے احرام باندھ لینے کے بعد کل افعال ادا کرنے سے پہلے جب بھی بے ہوش کو ہوش آ جائے یا سویا ہوا مریض بیدار ہو جائے تو اس پر باقی افعال حج خود ادا کرنا واجب ہے اور اسی طرح ممنوعات احرام سے بچنا بھی لازم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو خود احرام باندھنے کے بعد بے ہوشی طاری ہوئی یا مریض اس کے بعد

سو گیا ہو تو اس کے رفقاء پر اس کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے لئے اور مکہ مکرمہ طواف وغیرہ کے لئے لے جانا متعین ہے۔ اس کو لے جائے بغیر اس کی طرف سے افعال حج ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جب تندرست شخص بے ہوش کو کندھے پر اٹھا کر طواف کرائے تو بے ہوش کی طرف سے بھی طواف کی نیت کرنا شرط ہے یعنی اٹھانے والا اپنی طرف سے بھی اور بے ہوش کی طرف سے بھی طواف کی نیت کرے اور اگر صرف اپنی طرف سے طواف کی نیت کرے گا تو بے ہوش کی طرف سے طواف ادا نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسا مریض ہو کہ اٹھا کر طواف کرائے بغیر وہ طواف نہ کر سکتا ہو اور وہ سمجھدار ہے دیوانہ نہیں ہے۔

(i) یہ مریض اپنے ساتھیوں کو طواف کرانے کا حکم کئے بغیر سو گیا اور اس کے ساتھیوں نے اسے سوتے ہوئے کو اپنی پیٹھ وغیرہ پر اٹھا کر طواف کیا تو اس مریض کی طرف سے یہ طواف کافی نہ ہوگا۔

(ii) یا اس مریض نے اپنے ساتھیوں کو حکم کیا تھا کہ وہ اس کو اٹھا کر طواف کرائیں لیکن انہوں نے ابھی اس کو طواف نہیں کرایا تھا کہ وہ سو گیا پھر انہوں نے سوتے مریض کو کندھوں پر لاد کر طواف کرایا تو مریض کے لئے یہ طواف کافی ہو جائے گا۔

(iii) یا اس مریض کے حکم کرتے ہی اس کو اٹھا لیا جب کہ وہ جاگ رہا تھا۔ پھر وہ ان کے طواف شروع کرنے سے پہلے یا بعد میں سو گیا اور انہوں نے اسی حالت میں اس کے ساتھ طواف کیا طواف کے بعد وہ جاگا تو یہ طواف اس مریض کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر مریض نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے لئے لوگوں کو اجرت پر لاؤ تاکہ وہ مجھ کو طواف کرائیں۔ پھر وہ مریض سو گیا اور جس کو حکم دیا تھا اس نے فوراً اس حکم کو پورا نہ کیا بلکہ کسی اور کام میں دیر تک مشغول رہا۔ اس کے بعد لوگوں کو اجرت پر مقرر کر کے لایا اور انہوں نے سوئے ہوئے مریض کو اٹھا کر طواف کرایا تو امام حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر وہ حکم کے بعد فوراً طواف کراتا تو جائز ہوتا لیکن جب بہت دیر کے بعد جب کہ وہ مریض سو گیا تھا لوگوں کو اجرت پر لایا اور انہوں نے اس کو اٹھا کر طواف کرایا اور وہ ایسے ہی سوتا رہا تو اس کا طواف کافی نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی بیمار کو کنکریاں پھینکنے کی طاقت نہیں تو کنکریاں اس کے ہاتھ پر رکھ دی جائیں

پھر وہ انہیں خود مارے یا وہ کسی اور کو مارنے کا حکم دے۔

مسئلہ: کسی مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے اگر رمل نہیں کرسکتا تو کچھ حرج نہیں۔

جنایاتِ حج

مسئلہ: اگر ناقص العقل نے شکار کیا یا خوشبو لگائی یا سلے ہوئے کپڑے پہنے یا جماع کیا تو اس کے لئے بھی جنایت کا وہی حکم ہے جو تندرست کے لئے ہے۔[26]

(1) خوشبودار اشیاء کا استعمال

مسئلہ: اگر خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر تین یا زیادہ بار لگایا تو ایک دم دینا ہوگا یعنی حرم کی حدود میں ایک بکرے وغیرہ کی قربانی دینا ہوگی۔

مسئلہ: اگر ایسا سرمہ لگایا جو خوشبودار نہ ہو تو اس پر دم یا صدقہ کوئی جزا واجب نہیں ہے اگرچہ بلاعذر استعمال کیا ہو۔ لیکن محرم کو بلاضرورت استعمال نہ کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں زینت پائی جاتی ہے اور اگر سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو پھر بے خوشبو کے سرمہ کو ترک کرنا بہتر بھی نہیں ہے۔

مسئلہ: خوشبودار سرمہ لگانے میں کثرتِ فعل کا اعتبار ہے کثرت خوشبو کا نہیں۔ لہٰذا ایک یا دو دفعہ کے لگانے سے دم واجب نہیں ہوگا اگرچہ سرمہ میں بہت زیادہ خوشبو ملی ہوئی ہو۔

مسئلہ: اگر خوشبودار سرمہ ضرورت کی وجہ سے لگایا تو کفارہ میں اختیار ہوگا یعنی دم واجب ہونے کی صورت میں وہ جانور ذبح کرے یا روزے رکھے یا کھانا کھلائے اور صدقہ واجب ہونے کی صورت میں صدقہ دے یا روزہ رکھے۔[27]

خوشبو کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

مسئلہ: خالص خوشبو کو دوا کے طور پر لگایا یا ایسی دوا لگائی جس میں خوشبو غالب ہے اور وہ دوا خوشبو ملانے کے بعد پکائی نہیں گئی۔ تو جب وہ خالص خوشبو یا خوشبو والی دوا (مثلاً جس دوا میں کافور Camphor یا مینتھول Menthol ملایا گیا ہو) زخم یا پھوڑے پر لگائی اور زخم کی وہ جگہ ایک چھوٹے عضو مثلاً ناک، کان، آنکھ، انگلی اور پہنچے وغیرہ کے برابر یا اس سے کم ہے تو صدقہ واجب ہو گا لیکن اگر اس کو دوسری مرتبہ لگایا تو دم واجب ہوگا۔ اور اگر زخم ایک بڑے عضو مثلاً سر، پنڈلی،

ران، ہاتھ، ہتھیلی وغیرہ یا اس کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو ایک دفعہ کے لگانے ہی سے دم واجب ہوگا۔[28]

مسئلہ: اگر خوشبو دوا میں ملا کر پکائی گئی ہو تو اس کے لگانے سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر ایک زخم پر کئی مرتبہ خوشبودار دوا لگائی یا ایک ہی دفعہ کی لگائی ہوئی دوا زخم کے صحیح ہونے تک لگی رہی خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر اس زخم کے اچھا ہونے سے پہلے اسی جگہ یا کسی دوسری جگہ دوسرا زخم ہوگیا اور اس نے دونوں زخموں پر خوشبودار دوا لگائی تو جب تک پہلا زخم اچھا نہ ہوا ایک ہی کفارہ کافی ہوگا اور اگر پہلا زخم اچھا ہونے کے بعد دوسرے زخم پر دوا لگائی تو اس پر دوسرا کفارہ بھی واجب ہوگا خواہ اس نے پہلا کفارہ ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو۔[29]

مہندی اور وسمہ کا استعمال

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر سر کے درد کے علاج کے لئے وسمہ کا خضاب کیا تو سر ڈھانپنے کی وجہ سے جزا آئے گی۔[30]

تیل کا استعمال

زیتون اور تل کا خالص تیل جب خوشبو کیلئے استعمال کیا جائے تو یہ جنایت ہے اور اس پر جزا آتی ہے لیکن جب اس کو دوا یا کھانے کے طور پر استعمال کیا جائے تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر محرم نے زیتون یا تل کا خالص تیل کھایا یا اس کو اپنے زخم یا پاؤں کی پھٹن میں دوا کے طور پر لگایا یا کان میں ٹپکایا یا ناک میں چڑھایا تو اس پر دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہوتا۔[31]

پٹی باندھنا

سر یا چہرے کے چوتھائی حصے سے کم پر بلا ضرورت کپڑے کی پٹی باندھنا مکروہ ہے۔ ضرورت کی وجہ سے باندھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر وہ پٹی بلا ضرورت کامل ایک دن (علاوہ رات کے) یا ایک رات کامل یعنی کل 12 گھنٹے تک بندھی رہی تو صدقہ واجب ہوگا اگر اس سے کم عرصہ بندھی رہی تو کچھ واجب نہیں ہوگا۔[32]

اگر سر یا چہرے کے چوتھائی حصے یا اس سے زیادہ پر ایک دن یا ایک رات یعنی کل 12 گھنٹے کپڑے کی پٹی بندھی رہی تو دم واجب ہوگا اور ایک دن یا ایک رات سے کم بندھی رہی تو صدقہ واجب ہوگا۔

تنبیہ: 1 ضرورت کی حالت میں کفارہ اختیاری ہوگا۔(33)

2: اگر سر اور چہرے کے علاوہ بدن کے کسی اور حصے پر کپڑے کی پٹی باندھی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی زیادہ جگہ پر ہو۔(34)

بال مونڈھنا

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهٖ أَذًى مِنْ رَاسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔
(سورہ بقرہ: 196)

(اگر تم میں سے کوئی) کچھ (بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ) زخم یا درد یا جوؤں وغیرہ کی (تکلیف ہو) اور اس بیماری یا تکلیف کی وجہ سے پہلے ہی سر منڈانے کی ضرورت پڑے (تو) اس کی اجازت ہے کہ وہ سر منڈا کر (فدیہ) یعنی اس کا شرعی بدلہ دے دے یعنی خواہ تین روزے سے (یا) چھ مسکینوں کو فی مسکین پونے دو کلو گندم (خیرات) کے طور پر (دینے سے یا) ایک بکری (ذبح کر دینے سے)۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ وَقَفَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَاسِيْ يَتَهَافَتُ قُمَّلًا فَقَالَ يُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاسَكَ أَوْ احْلِقْ قَالَ فِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْبِهٖ أَذًى مِّنْ رَاسِهٖ إِلٰى آخِرِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ أَوْنَسِّكْ مِمَّا تَيَسَّرَ **(بخاری)**

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس کھڑے ہوئے جبکہ میرے سر سے جوئیں گر رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تم اپنا سر منڈا دو۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے ہی (جیسوں) کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهٖ أَذًى مِنْ رَاسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ (پھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا اس

کے سر میں تکلیف ہوتو بدلہ دے روزے سے یا صدقہ سے یا قربانی سے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا تو تین دن کے روزے رکھ لو یا تین صاع (لگ بھگ ساڑھے دس کلو) گندم چھ مسکینوں میں صدقہ کر دو یا جو قربانی میسر ہو وہ ذبح کر دو۔

مسئلہ: گھٹنے میں درد کی وجہ سے جو موزہ نما کپڑا (Knee Cap) چڑھا لیتے ہیں حالت احرام میں اس کو چڑھانا صحیح نہیں۔ البتہ اس کی جگہ پر کھلی (Crepe Bandage) پٹی کے طریقے سے باندھی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: اگر پچھنے لگوانے (Cupping) کی جگہ کے بال مونڈھ کر وہاں پچھنے لگوائے (اور اسی طرح کسی آپریشن کی غرض سے جسم کے بال مونڈھے) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ واجب ہوگا۔ لیکن اختلاف اس وقت ہے جب صرف پچھنے لگانے کے لئے اس جگہ کے بال مونڈھے ہوں اور اگر کسی اور وجہ سے مونڈھے تو بالاتفاق صدقہ واجب ہوگا۔ (35)

مسئلہ: اگر پچھنے لگوانے یا کسی آپریشن کے ارادہ سے کسی جگہ کے بال مونڈھنے کے بعد پچھنے نہیں لگوائے یا آپریشن نہیں ہوا تب بھی صدقہ واجب ہوگا۔ (36)

مسئلہ: بال مونڈھے بغیر پچھنے لگوانے، فصد لینے، عضلاتی یا وریدی ٹیکہ لگانے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر جبیرہ (کھپچی۔ پلستر وغیرہ) باندھنے یا ختنہ کرانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (37)

VI- محرم جب بیمار ہو جائے یا اس کو بخار ہو جائے اور اس کو کبھی کپڑے پہننے اور کبھی اتارنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو جب تک وہی ایک بیماری یا بخار ہے تو ایک کفارہ واجب ہوگا اور اگر وہ بیماری زائل ہوگئی اور دوسری بیماری لگ گئی یا وہ بخار ختم ہو گیا اور (کسی دوسرے سبب سے) دوسرا بخار چڑھ گیا تو اس پر دو کفارے واجب ہوں گے۔ (38)

جنایت پر جزا کے احکام وشرائط

مسئلہ: جزا واجب ہونے کے لئے آدمی کا صاحب عقل ہونا بھی شرط ہے۔ مجنون پر جزا واجب نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے اس کے ولی پر بھی جزا واجب نہیں ہوتی۔ لیکن اگر احرام کے بعد جنون لاحق ہوا اور پھر بعد میں ہوش آ گیا اگر چہ چند سال کے بعد ہوش آیا ہو تو اس نے حالت

احرام میں جن ممنوعات کا ارتکاب کیا ہوگا ان کی جزا اس پر واجب ہوگی۔

مسئلہ: بے ہوش شخص پر ممنوعات کے ارتکاب سے جزا واجب ہوتی ہے اگر چہ وہ ممنوعات کے ارتکاب سے گناہ گار نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس حالت میں غیر اختیاری طور پر ممنوعات کا مرتکب ہوا ہے۔ (39)

حج وعمرہ پورا کرنے سے احصار

وَاَتِمُّو الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْ تُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ۔ (سورہ بقرہ: 196)

اور جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو کہ اعمال و آداب بھی سب بجا لاؤ اور نیت بھی خالص ثواب ہی کی ہو پھر اگر کسی دشمن کی جانب سے یا کسی مرض کے سبب سے حج وعمرہ کو پورا کرنے سے روک دیئے جاؤ تو اس حالت میں یہ حکم ہے کہ قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو ذبح کرے اور احرام کو کھول دے جس کا طریقہ شریعت میں سر مونڈانا یا بال کٹوانا ہے۔ اور یہ نہیں کہ رکاوٹ پیش آتے ہی فوراً احرام کھول دو بلکہ اپنے سروں کو احرام کھولنے کی غرض سے اس وقت تک مت منڈواؤ جب تک کہ وہ قربانی کا جانور جس کے ذبح کا اس حالت میں حکم تھا اپنے موقع پر یعنی حرم میں نہ پہنچ جائے کہ وہیں اس کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔ وہاں اگر خود نہ جا سکے تو کسی کے ہاتھ جانور یا قیمت بھیج کر ذبح کرایا جائے۔ جب جانور ذبح ہو جائے اس وقت احرام کھولنا جائز ہوگا۔

عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرَجَ أَوْمَرِضَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ (ابوداؤد)

حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو یا کسی سبب سے اسے لنگڑاہٹ ہوگئی ہو یا مرض ہو گیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ حلال ہو جائے اور اس کے ذمہ ہوگا کہ وہ آئندہ سال حج کی قضا کرے۔

حج پر جانے والے کا احصار زائل ہو جائے تو اگر وہ عمرہ کر سکے تو عمرہ کر کے

حلال ہو

عَنِ ابنِ عُمَرَ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ أَلَيسَ حَسبُكُم سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُم عَنِ الحَجِّ طَافَ بِالْبَيتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَروَةِ ثُمَّ يَحِلُّ مِنْ كُلِّ شَيئٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِىْ أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص حج سے روک دیا جائے (اور احصار زائل ہونے کے بعد عمرہ کے لئے جانا ممکن ہو) تو وہ (مکہ مکرمہ پہنچ کر) بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا ومروہ کی سعی کرے پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے اور اگلے سال حج کرے اور اگر ہدی ہو تو اس کو ذبح کرے اور اگر وہ ہدی نہ پائے تو (دس) روزے رکھ لے۔

اگر عمرہ پر قادر نہ ہو اور ہدی کے جانور حرم میں بھیج سکے تو وہاں بھیج کر ذبح کروائے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ أَهَلَّ رَجُلٌ مِنَ النَّخعِ بِعُمْرَةٍ يُقَالُ لَهٗ عُمَيْرُ بْنُ سَعِيدٍ فَلُدِغَ فَبَيْنَا هُوَ صَرِيعٌ فِى الطَّرِيقِ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ فِيهِمُ ابْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ اِبْعَثُوا بِالْهَدْىِ وَاجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ يَوْمًا أَمَارَةً فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَلْيَحِلَّ ...... وَعَلَيْهِ الْعُمْرَةُ مِنْ قَابِلٍ (طحاوی)

عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں قبیلہ نخع کے عمیر بن سعید نامی ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا۔ راستہ میں اس کو کسی جانور نے ڈس لیا (جس کی وجہ سے اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ سفر جاری رکھنے کے قابل نہ رہا) اس دوران کہ وہ راستہ میں پڑا تھا کہ وہاں سے ایک قافلہ کا گذر ہوا جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ اس شخص کے ساتھیوں نے اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس کی ہدی (حرم کی طرف) لے جاؤ اور اپنے اور اس شخص کے مابین ایک دن علامت کا متعین کرلو۔ جب وہ دن آجائے (کہ تم نے اس دن میں ہدی ذبح کردی ہو) تو یہ شخص حلال ہو جائے اور بعد میں عمرہ کی قضا کرے۔

اگر جانور حرم میں نہ بھیج سکے تو اپنی جگہ پر اس کو ذبح کرے اور حلال ہو جائے اور بعد میں اس کا بدل حرم میں ذبح کرے

عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ ...... أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ قُومُوا فَانْحَرُوا ثُمَّ احْلِقُوا (بخاری)

حضرت مسور اور مروان بن حکم سے روایت ہے کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مشرکین نے مسلمانوں کو عمرہ کے لئے جانے سے روک دیا اور طے پایا کہ مسلمان اس سال واپس لوٹ جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں) جب معاہدہ کی تحریر سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کھڑے ہو اور (یہیں) جانور ذبح کرو اور سر منڈ والو (پھر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ایسے ہی کیا اور آپ کی اتباع میں صحابہ ؓ نے بھی ایسا ہی کیا)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَإِذَا كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْعَثَ وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں اگر محصر کے ساتھ ہدی ہو اور وہ اس کو حرم بھیجنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اپنی جگہ پر ہی اس کو ذبح کرے اور اگر وہ اس کو حرم بھجوانے کی قدرت رکھتا ہو تو جب تک ہدی اپنے محل (یعنی حرم) میں پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے محصر حلال نہیں ہوگا۔

عَنْ مَيْمُونَ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ...... فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلٰى أَهْلِ الشَّامِ مَنَعُونَا أَنْ نَدْخُلَ الْحَرَمَ فَنَحَرْتُ الْهَدْيَ مَكَانِي ثُمَّ أَحْلَلْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ خَرَجْتُ لِأَقْضِيَ عُمْرَتِي فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَبْدِلِ الْهَدْيَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُبْدِلُوا الْهَدْيَ الَّذِي نَحَرُوا عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ (ابو داؤد)

میمون بن مہران رحمہ اللہ کہتے ہیں (میں عمرہ کا احرام باندھ کر نکلا) جب ہم شامی لشکر کے پاس پہنچے (جس نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا) تو اس نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا۔ کہتے ہیں میں نے اسی جگہ ہدی کے جانور ذبح کئے (جو لوگوں نے میرے ساتھ کر دیئے تھے) پھر حلال ہو گیا اور گھر واپس لوٹ آیا۔ اگلے سال میں اپنے عمرہ کی قضا کے لئے نکلا (اور عمرہ پورا کر کے) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے پاس گیا (اور ان سے سارا قصہ ذکر کیا) تو انہوں نے

فرمایا اس ہدی کا بدل حرم میں ذبح کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر ہدی کے جو جانور (حرم کے باہر) ذبح کئے تھے عمرہ کی قضا میں ان کا بدل حرم میں ذبح کریں۔

شریعت کی رو سے مُحْصَر وہ شخص ہے جس نے احرام باندھا ہو پھر حج یا عمرہ جس کا احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے روک دیا جائے خواہ وہ رکاوٹ دشمن کی طرف سے ہو یا کسی بیماری کے سبب سے ہو یا قید ہو جانے سے ہو یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے پر لنگڑا ہو جانے یا زخمی ہو جانے سے ہو یا کسی اور معتبر سبب سے ہو۔

احصار کے اسباب کچھ یہ بھی ہیں۔

1- ہڈی ٹوٹ جانا یا اتنا لنگڑا ہو جانا کہ سفر نہ کر سکے۔

2- پیدل اور سواری پر چلنے کی وجہ سے مرض کی زیادتی کا خوف ہونا خواہ یہ خوف اپنے غلبہ ظن کی بنا پر ہو یا کسی مسلمان دیندار طبیب کے خبر دینے سے ہو۔

پس مرض کی حد جس سے احصار ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ مریض کو چلنے اور سوار ہونے کی طاقت نہ رہے۔ اگر فی الحال قدرت ہو لیکن پیدل یا سواری پر چلنے سے مرض کی زیادتی کا خوف ہو تب بھی یہی حکم ہے۔[40]

احصار (رکاوٹ) کے احکام

جب کسی شخص کے حق میں احصار یعنی رکاوٹ ثابت ہو جائے خواہ وہ رکاوٹ حج سے ہو یا عمرہ سے یا دونوں سے ہو تو اس کیلئے:

(الف) جائز ہے کہ وہ احرام کھولے بغیر اپنے گھر اور وطن واپس لوٹ جائے اور احرام کی حالت میں رہے یہاں تک کہ جب وہ رکاوٹ یعنی مرض وغیرہ زائل ہو جائے تو پھر اگر اب بھی اس کو حج مل سکے تو وہ مکہ مکرمہ جا کر افعال حج ادا کر کے حقیقی طور پر احرام سے باہر یعنی حلال ہو جائے۔ اور اگر اس کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہونے والے شخص کی طرح عمرہ کے افعال یعنی طواف وسعی کر کے اور حلق کرا کر حکمی طور پر حلال ہو جائے اور اس پر ہدی (بکری ذبح کرنا) واجب نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ حج کے احرام کی حالت میں محصر ہوا ہو۔ اور اگر عمرہ کے احرام کی

حالت میں محصر ہوا تو عمرہ پر قدرت حاصل ہوتے ہی اس کا احصار زائل ہو جائے گا۔[41]

(ب) اگر رکاوٹ کے دور ہونے کے انتظار میں دقت ہو اور ہدی کے ساتھ جلد حلال ہونا چاہتا ہو تو یہ بھی جائز ہے تا کہ احرام میں زیادہ عرصہ تک رہنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔[42]

حوالجات

(1,2) معین الحجاج	(3,4,5,6,7) عمدۃ الفقہ ص31 ج4
(8) عمدۃ الفقہ ص32 ج4	(9) معلم الحجاج ص82
(10) عمدۃ الفقہ 198 ج4	(11) عمدۃ الفقہ ص539 ج 4
(12) عمدۃ الفقہ ص211 ج4	(13) عمدۃ الفقہ ص218 ج4
(14,15) عمدۃ الفقہ ص228 ج4	(16) معلم الحجاج ص184
(17,18) معلم الحجاج ص185	(19,20) عمدۃ الفقہ ص228 ج4
(21) عمدۃ الفقہ ص238 ج4	(22) عمدۃ الفقہ ص249 ج4
(23) عمدۃ الفقہ ص252 ج4	(24) عمدۃ الفقہ ص196 ج4
(25) عمدۃ الفقہ ص466 ج4	(26) عمدۃ الفقہ ص463 ج4
(27,28,29) عمدۃ الفقہ ص483 ج4	(30) عمدۃ الفقہ ص484 ج4
(31) عمدۃ الفقہ ص486 ج4	(32,33,34) عمدۃ الفقہ ص498 ج4
(35,36,37) عمدۃ الفقہ ص502 ج4	(38) عمدۃ الفقہ ص491 ج4
(39) عمدۃ الفقہ ص473 ج4	(40) عمدۃ الفقہ ص606 ج4
(41,42) عمدۃ الفقہ ص611 ج4	

باب:24

آبِ زمزم

یہ جنت کے چشمہ کا پانی ہے

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ زَنْجِیًّا وَقَعَ فِیُ زَمُزَمَ فَمَاتَ قَالَ فَأَنُزَلَ إِلَیُهِ رَجُلًا فَأَخُرَجَهُ ثُمَّ قَالَ لِلَّذِیُ فِی الْبِئْرِ ضَعُ دَلُوَكَ مِنُ قِبَلِ الْعَیُنِ الَّتِیُ تَلِی الْبَیُتَ أَوِ الرُّكُنَ فَإِنَّهَا مِنُ عُیُوُنِ الْجَنَّةِ۔

(ابن ابی شیبه)

ایک زنگی زمزم کے کنویں میں گر کر مر گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نیچے کنویں میں اترنے کا حکم دیا۔اس شخص نے زنگی کی لاش کو نکالا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کنویں میں اترے ہوئے شخص سے فرمایا کہ تم اپنے ڈول کو اس چشمے کی طرف رکھو جو بیت اللہ یا (اس کے ایک حصے میں رکھے گئے) حجر اسود کی طرف کو ہے کیونکہ یہ جنت کے چشموں میں سے ہے۔

اس میں رسول اللہ کے لعاب کی آمیزش ہے

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰی زَمُزَمَ فَنَزَعُنَا لَهُ دَلُوًا فَشَرِبَ ثُمَّ مَجَّ فِیُهَا ثُمَّ أُفُرَغُنَاهَا فِیُ زَمُزَمَ فَشَرِبَ فَمَضُمَضَ ثُمَّ مَجَّ فِی الدَّلُوِ وَأَمَرَ فَأُهُرِیُقَ فِیُ زَمُزَمَ۔ (اخبارمکة)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (حج وداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے کنویں پر آئے۔ہم نے آپ کے لئے (زمزم کے پانی کا) ایک ڈول نکالا۔آپ نے (اس ڈول میں سے) کچھ پیا پھر آپ نے (زمزم کے پانی سے) کلی (کی اور اس) کا پانی ڈول میں ڈال دیا (اور حکم دیا کہ وہ ڈول کنویں میں ڈال دیا جائے تو ہم نے ڈول کا پانی کنویں میں ڈال دیا۔

جب کہ رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک میں شفا ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ...... فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ أَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ فَأَرْسِلُوْا إِلَيْهِ فَأْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَ دَعَا لَهٗ فَبَرَءَ حَتّٰى كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ہر ایک یہی امید رکھتا تھا کہ اس کو جھنڈا دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ان کی دونوں آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو بلواؤ اور ان کو میرے پاس لے کر آؤ۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب ڈالا اور ان کے لئے دعا کی۔ وہ بالکل ٹھیک ہو گئے اور ایسے ہو گئے گویا کہ ان کو کچھ تکلیف نہ تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

آب زمزم کی خصوصیات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ۔ (طبرانی فی الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آب زمزم ہے۔ اس میں آدمی کی سیری کا کھانا ہے اور بیماری سے شفا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ۔ (احمد و ابن ماجه)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آب زمزم جس غرض سے پیا جائے وہ اس کے لئے مفید ہے۔

آب زمزم مکمل غذا کا کام دیتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ فَأَتَيْتُ مَكَّةَ ...... فَأَتَيْتُ زَمْزَمَ...... وَشَرِبْتُ مِنْ مَائِهَا وَلَقَدْ لَبِثْتُ يَا ابْنَ أَخِيْ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ مَا كَانَ لِيْ طَعَامٌ إِلَّا مَاءُ زَمْزَمَ فَسَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِيْ وَمَا وَجَدْتُّ عَلٰى كَبِدِيْ سَخْفَةَ جُوْعٍ ...... وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَطَافَ بِالْبَيْتِ ......ثُمَّ صَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ أَبُوْذَرٍّ فَكُنْتُ أَنَا أَوَّلَ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ فَقُلْتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَكَانَ أَعْلَمَ بِهٖ مِنِّيْ ثُمَّ رَفَعَ رَاسَهٗ فَقَالَ مَتٰى كُنْتَ هٰهُنَا قَالَ قَدْ كُنْتُ هٰهُنَا ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ قَالَ فَمَنْ كَانَ يُطْعِمُكَ قَالَ قُلْتُ مَا كَانَ لِيْ طَعَامٌ إِلَّا مَاءُ زَمْزَمَ فَسَمِنْتُ حَتّٰي تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِيْ وَمَا أَجِدُ عَلٰى كَبِدِيْ سَخْفَةَ جُوْعٍ قَالَ إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ (مسلم)

عبداللہ بن صامت رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ (جب) میں مکہ (مکرمہ) آیا تو زمزم کے کنویں پر آیا اور اس کا پانی پیا اور کہا کہ اے بھتیجے میں پندرہ دن (اور پندرہ) رات رہا میرے لئے سوائے آب زمزم کے کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ میں موٹا ہو گیا یہاں تک کہ میرے پیٹ کے شکنیں پڑ گئیں اور میں نے اپنے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے ہونے والی لاغری (بالکل بھی) نہ پائی...... پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حجرا اسود کا بوسہ لیا اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو سب سے پہلے میں نے ہی آپ کو اسلامی طریقے پر سلام کیا اور کہا اے اللہ کے رسول **السلام علیک**. آپ ﷺ نے فرمایا **وعلیک و رحمة الله** (تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو) پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا تم یہاں کتنے عرصہ سے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ میں یہاں پندرہ دن سے ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہیں کھانا کون کھلاتا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ میرے پاس سوائے آب زمزم کے کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ وہ پی کر تو میں موٹا ہو گیا ہوں اور میرے پیٹ کی شکنیں پڑ گئی ہیں اور میں بھوک کی کچھ لاغری نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ بابرکت پانی ہے اور اس میں آدمی کی سیری بھر کھانا ہے۔

علامہ ابن قیم (متوفی 751ھ) کا مشاہدہ

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

شاهدت من يتغذى به۔ ماء زمزم ...... الايام ذوات العدد قريبا من نصف الشهر و اكثر ولايجد جوعا ويطوف مع الناس كا حدهم و اخبرنى انه ربما بقى عليه اربعين يوما (زاد المعاد)

میں نے ایک صاحب کو دیکھا جو پندرہ دن بلکہ اس سے بھی زیادہ صرف آب زمزم پیتے رہے اور کچھ بھوک محسوس نہ کرتے تھے اور عام لوگوں کی طرح ہمت کے ساتھ طواف کرتے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ کبھی کبھی تو وہ چالیس دن تک صرف آب زمزم پر گزارا کرتے ہیں۔

آب زمزم میں شفا ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ فَإِنْ شَرِبْتَهٗ تَسْتَشْفِيْ بِهٖ شَفَاكَ اللّٰهُ۔ (حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آب زمزم جس غرض سے پیا جائے اس کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اگر تم اس کو اس سے شفا حاصل کرنے کے لئے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفا عطا فرمائیں گے۔

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَحْمِلُ مَاءَ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهٗ وزاد فى رواية حَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَمْزَمَ فِي الْأَدَاوِى وَالْقِرَبِ وَكَانَ يَصُبُّ عَلَى الْمَرْضٰى وَيَسْقِيْهِمْ۔ (سنن بيهقى)۔

عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ آب زمزم مدینہ منورہ لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ایک روایت یہ مزید ہے کہ رسول اللہ ﷺ برتنوں میں اور مشکیزوں میں زمزم لے جاتے تھے اور اس کو مریضوں پر چھڑکتے تھے اور ان کو پلاتے (بھی) تھے۔

عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ أُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ ﷺ بِمَكَّةَ فَأَخَذَتْنِى الْحُمّٰى فَقَالَ أَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هِيَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ

جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْماءِ أوْقَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَكَّ هَمَّامٌ (بخاری)

وفی روایة للامام احمد فی المسند بِدُوْنِ شَكٍّ لَفْظٍ فَأَبْرِدُوْهَا بِمَاءِ زَمْزَمَ۔

ابو جمرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ (ایک مرتبہ) مجھے بخار ہوا تو انہوں نے فرمایا اپنے سے بخار کو آب زمزم سے ٹھنڈا کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (تیز) بخار جہنم کی تپش سے ہوتا ہے تو تم اس کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

علامہ ابن قیم کا تجربہ

قال الامام ابن القیم رحمه الله

"وقد جربت انا و غیری من الاستشفاء بماء زمزم امورا عجیبة و استشفیت به عدة امراض فبرأت باذن الله"۔ (زاد المعاد)

"ولقد مر بی وقت بمکة سقمت فیه وفقدت الطبیب و الدواء فکنت اتعالج بماء زمزم بقوله تعالی ایاك نعبدو ایاك نستعین آخذ شربة من ماء زمزم و اقرؤها علیها مرارا ثم اشربه فوجدت بذلك البرء التام ثم صرت اعتمد ذلك عند کثیر من الاوجاع فانتفع به غایة الانتفاع"۔ (زاد المعاد)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں

میں نے اور دوسرے لوگوں نے آب زمزم کے ذریعہ علاج میں عجیب باتوں کا تجربہ کیا اس کے ذریعہ میں نے بہت سے امراض کا علاج کیا اور اللہ کے حکم سے شفا پائی۔

مکہ مکرمہ میں مجھ پر ایسا وقت بھی آیا کہ میں بیمار پڑ گیا اور نہ کوئی طبیب ملا نہ کوئی دوا ملی۔ تو میں آب زمزم سے علاج کرتا رہا۔ میں زمزم کا کچھ پانی لے کر اس پر چند مرتبہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وِاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُپ ڑھتا (اور دم کرتا) پھر اس پانی کو پی لیتا تھا۔ اس طرح سے مجھے مکمل شفایابی حاصل ہوئی۔ آئندہ پھر بہت سی تکلیفوں میں میں نے صرف آب زمزم کو بطور دوا استعمال کیا اور بھر پور فائدہ حاصل کیا۔

سوال:

آب زمزم سے شفا حاصل ہونے کی حدیثیں اپنی جگہ برحق اور اس سے متعلق واقعات بھی اپنی جگہ صحیح لیکن مشاہدہ ہے کہ علاج کی نیت سے بہت سے لوگ آب زمزم پیتے ہیں پھر بھی ان کو شفا حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

1- بہت سے لوگ دل کے یقین کے ساتھ اس کا استعمال نہیں کرتے بلکہ تجربہ یا امتحان کے طور پر پیتے ہیں یا پھر دل میں کچھ تردد ہوتا ہے۔ غرض آب زمزم کا فائدہ اس وقت حاصل ہو گا جب رسول اللہ ﷺ کی بات پر پورا یقین ہو اور دل اس پر مطمئن ہو کہ آب زمزم اس کی بیماری کے لئے مکمل دوا ہے۔

2- مکمل دوا ہونے کے باوجود بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی جانب سے بیماری کے دور ہونے کا حکم نہیں ہوتا جیسا کہ اور دواؤں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔

آب زمزم پیتے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ آب زمزم پیتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَ رِزْقًا وَّاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔ (ابن ماجه)

یا اللہ میں آپ سے نفع دینے والے علم اور فراخ روزی اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

باب:25

نکاح

نکاح

مختلف حالات میں اس کا حکم مختلف ہے

(1) جب زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔

(2) جب شدت خواہش کے سبب سے زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو یا نظر حرام یا مشت زنی (استمناء بالید:masturbation) سے اپنے آپ کو نہ روک سکتا ہو تو نکاح کرنا واجب ہے۔

(3) حالت اعتدال میں جب جماع پر اور مہر و نفقہ پر قدرت ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

(4) اگر خوف ہو کہ بیوی پر ظلم کرے گا یا اس کو ایذاء پہنچائے گا تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(5) اگر ایذاء رسانی کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے۔اسی طرح اگر شوہر کو ایڈز (Aids) جیسی کوئی بیماری ہے جو بیوی کو منتقل ہو سکتی ہے تب بھی نکاح کرنا حرام ہے۔

(درمختار ص:282ج2)

مسئلہ: کسی نوجوان میں شدت خواہش ہے لیکن اس کے پاس مہر و نفقہ کا بندوبست نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کا بندوبست ہونے تک کثرت سے روزے رکھے۔جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَ ۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَإِنَّہٗ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّہٗ لَہٗ وَجَاءٌ۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے مہر و نفقہ کا بندوبست رکھتا ہے تو اس کو نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ (اجنبی

عورتوں کی طرف دیکھنے سے) نظر کو خوب جھکا دینے اور ہٹا دینے والا ہے اور (حرام میں واقع ہونے سے) شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔ اور تم میں سے جس کے پاس اس کا بندوبست نہ ہوتو وہ روزہ رکھنے کولازم پکڑے کیونکہ روزہ ایسے شخص کی شہوت کو توڑتا ہے۔

فائدہ: ممکن ہے کہ خود روزہ ہی کا یہ اثر ہو۔ علاوہ ازیں ظاہر اسباب میں روزہ رکھنے کی وجہ سے خاصا وقت پیٹ خالی رہتا ہے۔ مسلسل پیٹ بھرے رہنے کی وجہ سے شہوت میں جو شدت ہوتی ہے وہ بھوک کی مدت کے زیادہ طویل ہونے کی بنا پر کم ہو جاتی ہے۔

First cousin سے نکاح

یعنی پھوپھی زاد، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد بہن سے نکاح کرنا شریعت نے اس کو حلال رکھا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نعمت ہے کہ حلت کے دائرہ کو وسیع کیا۔

یَا اَیُّهَا لنَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ۔ (سورہ احزاب: 50)

اے نبی ہم نے حلال کیں آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں جن کے مہر آپ دے چکے اور آپ کی وہ باندیاں جو اللہ نے آپ کے ہاتھ لگا دیں اور آپ کی چچا زاد بہنیں اور آپ کی پھوپھی زاد بہنیں اور آپ کی ماموں زاد بہنیں اور آپ کی خالہ زاد بہنیں۔

خود رسول اللہ ﷺ کا اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِنهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا۔ (سورہ احزاب: 37)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ ان دونوں کی آپس میں نہ بن سکی۔ مجبور ہو کر زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب زید نے ان سے اپنی غرض پوری کر لی یعنی طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی اور ان کو زینب رضی اللہ عنہا سے کچھ غرض نہ رہی تو اے نبی ہم نے زینب کو آپ کے نکاح میں کر دیا۔

البتہ حلال ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے ضرور ہی نکاح کیا جائے بلکہ جب جو عورتیں حلال ہیں ان میں سے جس سے چاہو نکاح کر لو۔

مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہے کہ بعض موروثی بیماریاں اور نقص خلقت مذکورہ رشتوں میں نکاح کرنے سے ہونے والی اولاد میں نسبتا زیادہ پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ رشتہ بھی دیگر حلال چیزوں کی طرح ہوا کہ بہت سے لوگوں کے لئے وہ مفید ہوتی ہیں لیکن بعض لوگوں کو ان سے نقصان ہوتا ہے۔تو جن کو نقصان ہوتا ہے وہ ان سے پرہیز کرتے ہیں۔اسی طرح ان مذکورہ رشتوں سے ہر نکاح میں نقصان نہیں ہوتا بلکہ اعداد وشمار کے مطابق ایسے نکاح کی بڑی اکثریت مذکورہ نقصان و ضرر سے خالی ہوتی ہے۔لہٰذا چند ایک واقعات کی بنا پر حلال کو حرام نہیں سمجھا جائے گا۔البتہ کسی خاندان میں مشاہدہ سے مذکورہ ضرر کا علم ہو جائے تو اگر ہونے والی اولاد میں بیماری وضرر ہونے کا غالب گمان ہو یا یقین ہو تو پھر ایسے رشتہ سے پرہیز کرنا ضروری ہوگا۔

باب:26

مہر کے مسائل

مسئلہ: کسی مرد یا کسی عورت نے کسی کنواری کو خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو دھکا دیا جس کی وجہ سے اس کا پردہ بکارت (Hymen) پھٹ گیا تو مجرم کے ذمے مجروح لڑکی کا مہر مثل واجب ہو گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب پتھر یا کسی آلہ کے ذریعے سے ایسا کیا ہو۔

نوٹ: کسی لڑکی کا مہر مثل اتنا مہر ہوتا ہے جتنا کہ اس کے ددھیال میں اس کے جیسے اوصاف والی لڑکیوں کا ہوتا ہے ہمارے علاقوں میں اس سے مراد خاندانی مہر ہے۔

مسئلہ: نسب کے ثابت ہونے، مہر مثل کے مئوکد ہونے اور نفقہ وعدت وغیرہ احکام کے اعتبار سے خلوت صحیحہ بھی جماع کی مانند ہے اور خلوت صحیحہ وہ خلوت ہوتی ہے جس میں جماع کرنے سے کوئی حسی، طبعی یا شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ حسی رکاوٹوں میں سے یہ بھی ہے کہ مرد یا عورت کو ایسا مرض لاحق ہو جس کیوجہ سے جماع نہ ہوسکتا ہو یا کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح عورت کی شرمگاہ میں ایسی رکاوٹ مثلاً رسولی وغیرہ ہو کہ جس کی وجہ سے دخول (penetration) ممکن نہ ہو تو یہ بھی حسی رکاوٹ ہے۔[1]

البتہ اگر شوہر مجبوب یعنی کٹے ہوئے آلہ تناسل والا (Amputated penis) یا عنین (Impotent) یا خصی ہو یا ایسا خنثی (Pseudo-hermaphrodite) ہو کہ خلوت سے پیشتر معلوم ہو گیا کہ وہ مرد ہے تو یہ اعذار خلوت کے صحیح ہونے میں مانع نہیں ہونگے۔[2]

حوالجات

(1) درمختار ص368 ج2 (2) درمختار ص:370 ج2

باب:27

رضاعت

دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ عمر چاند کے حساب سے دو سال ہے۔ بچہ دو سال کا ہو جائے اس کے بعد دودھ پلانا حرام ہے بالکل درست نہیں۔[1]

دودھ سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں وہ اس وقت ہوتے ہیں جب بچہ نے دو برس کے اندر ہی اندر دودھ پیا ہو۔ اگر بچہ دو برس کا ہو چکا اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا تو اس پینے کا کچھ اعتبار نہیں نہ وہ پلانے والی اس کی رضاعی ماں بنی اور نہ اس کی اولاد اس بچہ کے رضاعی بھائی بہن ہوئے۔ اس لئے اگر آپس میں نکاح کر دیں تو درست ہے۔[2]

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ (سورہ بقرہ: 233)

اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں پورے دو سال جو چاہے کہ دودھ کی مدت کو پورا کرے اور جو پورا کرنا نہ چاہیں تو اس میں کمی بھی جائز ہے۔

حرمت رضاعت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رضاعت سے (دودھ پینے والے کے لئے) وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت (اور نسب) سے حرام ہوتے ہیں (مثلاً دودھ پلانے والی اس کی رضاعی ماں بنتی ہے، اس کا شوہر اس کا رضاعی باپ بنتا ہے، اس کی اولاد دودھ پینے والے کے رضاعی بہن بھائی بنتے ہیں۔ اسی طرح رضاعی خالہ، رضاعی پھوپھی، رضاعی ماموں اور رضاعی چچا وغیرہ بنتے ہیں اور ان سے نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح مذکورہ

رشتے نسبی ہوں تو حرام ہوتا ہے)۔

کتنی مقدار سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ (ترمذی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رضاعت سے پستان کے دودھ کی وہ مقدار حرمت ثابت کرتی ہے جو (بچے کی) آنتوں کو کھولے (خواہ وہ بچے کو پستان سے لگا کر پلایا گیا ہو یا پستان سے نکال کر پلایا گیا ہو) اور وہ دودھ چھڑانے (کی مدت) سے پہلے پلایا گیا ہو۔

ایک یا دو دفعہ چوسنے سے بچے کے منہ میں کبھی تو فوری طور پر کچھ دودھ نہیں آتا اور کبھی صرف ایک دو قطرے آتے ہیں جو یا تو منہ ہی میں لاشے ہو جاتے ہیں یا معدہ میں پہنچنے سے پہلے لاشے ہو جاتے ہیں اور معدہ میں نہیں پہنچ پاتے (اس لئے اتنی مقدار سے معدہ یا آنتوں کا کھولنا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے۔

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِي فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي كَانَتْ لِي امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجْتُ عَلَيْهَا أُخْرٰى فَزَعَمَتْ امْرَأَتِي الْأُولٰى أَنَّهَا أَرْضَعَتْ امْرَأَتِي الْحُدْثٰى رَضْعَةً أَوْ رَضْعَتَيْنِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ وَفِي رِوَايَةٍ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ أَوِ الرَّضْعَتَانِ أَوِ الْمَصَّةُ أَوِ الْمَصَّتَانِ (مسلم)

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ میرے گھر میں تھے کہ ایک بدوی آپ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے نبی میری (پہلے سے) ایک بیوی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے میں نے (اس سے چھوٹی عمر کی) ایک اور عورت سے شادی کر لی۔ اب میری پہلی بیوی کہتی ہے کہ اس نے میری نئی بیوی کو ایک یا دو رضعہ دودھ پلایا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ایک یا دو املاجہ یا ایک یا دو رضعہ یا ایک یا دو مصہ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رضعہ (دودھ پلانا) املاجہ (ایک مرتبہ پستان منہ میں دینا) اور مصہ (ایک مرتبہ پستان چوسنا) ان سب کا حاصل ایک ہے اور وہ یہ کہ پستان منہ میں دینے سے بچہ

ایک یا دو مرتبہ چوسے تو کبھی تو اس کے منہ میں کچھ نہیں آتا اور کبھی صرف ایک یا دو قطرے آتے ہیں جو معدے میں پہنچنے سے پہلے ہی لاشے ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

غرض رضاعت کا تعلق نہ تو منہ میں پستان دینے کی تعداد کے ساتھ ہے اور نہ بچے کے چوسنے کی تعداد کے ساتھ ہے بلکہ اس کا تعلق دودھ کی اس مقدار کے ساتھ ہے جو معدے تک پہنچ سکے۔ اگر اندازہ ہو کہ ایک دفعہ کے چوسنے ہی میں اتنی مقدار بچے کے منہ میں چلی گئی ہے تو رضاعت ثابت ہوگی اور اگر معلوم ہو کہ ایک چھوڑ دو دفعہ یا تین دفعہ میں بھی اتنی مقدار نہیں گئی تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر بچہ نے چھاتی سے دودھ نہیں پیا بلکہ عورت نے اپنا دودھ نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا یا اس کے حلق میں قطرے ٹپکائے یا بچہ کی ناک میں دودھ ڈال دیا تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔(3)

مسئلہ: البتہ اگر بچہ کے کان میں یا اس کی پیشاب کی نالی میں یا موضع حقنہ میں یا پاخانہ کی جگہ میں دودھ کے قطرے ٹپکائے یا سر اور پیٹ کے زخم میں دودھ کے قطرے ٹپکائے تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔(4)

مسئلہ: اگر عورت کا دودھ پانی میں یا کسی دوا میں ملا کر بچہ کو پلایا تو اگر دونوں چیزیں برابر ہوں یا دودھ زیادہ ہو تو رضاعت ثابت ہوگی اور اگر پانی یا دوا زیادہ ہے تو اس کا اعتبار نہیں اور رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔(5)

مسئلہ: مردہ عورت کا دودھ نکال کر کسی بچہ کو پلایا تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے(6)

مسئلہ: نو سال سے کم عمر لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آیا اور وہ کسی بچہ نے پیا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(7)

مسئلہ: نو سال اور اس سے زائد عمر کی کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور اس کو کسی بچہ نے پی لیا تو رضاعت ثابت ہوگئی۔ البتہ کنواری لڑکی کے پستان سے زرد پانی نکلا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(8)

مسئلہ: کسی مرد کے دودھ اتر آیا اور وہ کسی بچے نے پیا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔[9]

مسئلہ: کسی خنثیٰ کے دودھ اتر آیا اور وہ کسی بچے نے پیا تو اگر معلوم ہو کہ وہ حقیقت میں عورت ہے تو رضاعت اور حرمت ثابت ہوگی۔ اور اگر معلوم ہو کہ وہ حقیقت میں مرد ہے تو رضاعت و حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ خنثیٰ مشکل ہے تو سمجھدار عورتوں سے یا لیبارٹری تجزیہ سے اس کے دودھ کا معائنہ کرائیں گے۔ اگر وہ کہیں کہ اس دودھ کی غزارت عورت کے دودھ کی مانند ہے تو از روئے احتیاط اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ اور اگر وہ دودھ اس طرح کا نہ ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔[10]

مسئلہ: کسی بیماری یا تکلیف کی وجہ سے جو پانی نکلے خواہ وہ بے رنگ ہو یا زرد رنگ کا ہو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: آیسہ (Menopause والی) عورت کے پستانوں میں سفید یا زرد رنگ کا پانی آئے اور بچہ اسے پی لے تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔[11]

مسئلہ: اگر پانی میں یا کسی دوا میں خواہ وہ دوا مائع ہو یا جامد ہو کسی عورت کا دودھ ملا کر پلایا تو دیکھیں گے غلبہ کس کا ہے، دودھ کا یا دوسری شے کا؟ جس چیز کا رنگ، بو اور مزہ غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا بلکہ جس چیز کا ایک وصف بھی غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ اگر دودھ کا غلبہ ہوا تو رضاعت ثابت ہوگی۔[12]

مسئلہ: اگر بکری یا گائے کے دودھ میں عورت کا دودھ ملا کر بچے کو پلایا تو رضاعت اس وقت ثابت ہوگی جب عورت کا دودھ زیادہ ہو یا کم از کم برابر مقدار کا ہو۔[13]

مسئلہ: اگر دو عورتوں کا دودھ ملا کر کسی بچے کو پلایا تو دونوں عورتوں سے رضاعت ثابت ہوگی خواہ دونوں دودھ کی مقدار یکساں ہوں یا کم و بیش ہو۔[14]

مسئلہ: لاچاری کے بغیر عورت کا دودھ دوا کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں۔

عورتوں کے دودھ کے بینک (Milk Bank)

مسئلہ: آج کل مغربی ممالک میں عورتوں کے دودھ کے بینک قائم کیے جا رہے ہیں جس

میں دو امکان ہیں یا تو جن عورتوں سے دودھ حاصل کیا ان کے دودھ کے ساتھ ان کے نام و پتے بھی درج ہوں یا انکے نام و پتے درج نہ ہوں بلکہ وہ نامعلوم ہوں۔ چونکہ مغرب کے طور طریقے آہستہ آہستہ سب جگہ پھیل جاتے ہیں لہٰذا چند اصولی باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

I- بلاضرورت کسی عورت کا دودھ دوسرے بچے کو پلانا صحیح نہیں۔ عالمگیری میں ہے کہ عورتوں پر واجب ہے کہ وہ بلاضرورت ہر بچے کو دودھ نہ پلائیں۔

II- کوئی عورت اگر کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلائے تو اس بات کو خوب یاد رکھے یا لکھ لے بلکہ اس کو چاہیے کہ اور لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کر دے۔(15)

اس لئے اگر ایسا بینک کہیں قائم ہو ہی جائے تو جو دودھ جمع کیا جائے اس پر خوب احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ دودھ والی عورت کا نام و پتہ چسپاں ہو اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم عورتوں کا دودھ ایک بچے کو پلایا جائے۔ بہتر ہوگا کہ ایک ہی عورت سے اتنا دودھ حاصل کر لیا جائے کہ ایک بچے کی فوری ضروریات کیلئے کافی ہو جائے۔ بچے کے لواحقین کو ان تمام عورتوں کی فہرست مہیا کی جائے جنکا دودھ اسے پلایا گیا ہو۔

III- ایک علاقہ کی اکثر عورتوں سے دودھ حاصل کیا گیا لیکن اس کی شناخت نہیں کی گئی پھر ان میں سے ایک عورت کا دودھ کسی لڑکی کو پلا دیا اور کچھ معلوم نہیں کہ کس عورت کا دودھ پلایا گیا تو اس علاقہ کے مردوں کیلئے اس لڑکی سے نکاح کرنے کی گنجائش ہوگی اگرچہ پرہیز بہتر ہے۔(16)

IV- انسانی دودھ کی بیع وشراء جائز نہیں ہے۔

V- فاسق و فاجر یا کافر عورت کا دودھ کسی مسلمان بچے کو پلانا جائز تو ہے لیکن پسندیدہ نہیں کیونکہ اس طرح عام طور پر بچے کے اخلاق اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسی عورت کے دودھ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیے۔

مذکورہ بالا کچھ اصولی اور رہنما امور ذکر کر دئے گئے ہیں ورنہ تو ماں کو آمادہ کیا جائے کہ اپنے بچے کو خود دودھ پلائے اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے یا دودھ کی کمی کی وجہ سے یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے ماں دودھ نہ پلا سکتی ہو تو دودھ پلانے کیلئے کسی انا کو اجرت پر رکھ لیا جائے اس طرح ایک عورت کا روزگار بھی لگ جائے گا اور محض دودھ حاصل کرنے میں بیع وشراء کا جو عنصر لامحالہ داخل

ہوگا اس کا سد باب بھی ہوسکتا ہے۔

حوالجات

(2,1) درمختار ص 437 ج 2
(3) درمختار ص 439 ج 2
(4,5,6,7,8,9,10) عالمگیری ص 344 ج 1
(11) درمختار ص 437 ج 2
(12,13,14) عالمگیری 344 ج 1
(15) عالمگیری 345 ج 1
(16) درمختار ص 439 ج 2

باب:28

بیویوں کے درمیان برابری ومساوات

مسئلہ: شوہر کے ذمے واجب ہے کہ بیویوں کے درمیان رات رہنے میں اورلباس میں اور خوردونوش میں برابری کرے۔ مجامعت میں برابری واجب نہیں البتہ مستحب ہے۔اوراس وجوب میں شوہر کے حامل رجولیت اور خصی اور عنین اور مجبوب (مقطوع الذکر) ہونے میں اور مریض اور تندرست ہونے میں اور عورت کے مریض اور تندرست اور حائضہ اورنفاس والی ہونے میں اور ایسی مجنون ہونے میں جوایذاء نہ دیتی ہواور مار پیٹ نہ کرتی ہواورایسی عورت ہونے میں جس کی شرمگاہ میں مجامعت سے مانع رسولی وغیرہ ہواور نابالغ لیکن قابل جماع لڑکی ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔(1)

مسئلہ: ایک بیوی کی باری میں رات کے وقت (یعنی مغرب کے بعد سے) دوسری بیوی کے ہاں نہ جائے۔ ہاں اگر وہ بیمار ہوتو اس کی عیادت کیلئے جاسکتا ہے۔اوراگر وہ زیادہ بیمار ہوجائے اوراس کی خبر گیری کرنے والا کوئی اور نہ ہوتو شوہراس کی صحت یا موت تک اس کے پاس رہ سکتا ہے۔(2)

مسئلہ: جب شوہر ایسا بیمار ہوجائے کہ ایک کمرے یا گھر سے دوسرے کمرے یا گھر تک نہیں جاسکتا تواس میں دوصورتیں ہیں۔

i- اگرشوہر کا اپنا خاص کمرہ ہوتو ہر بیوی کواس کی باری میں اپنے کمرے میں بلالے۔

ii- صحت تک ایک بیوی کے کمرے یا گھر میں رہے اور جتنے دن یہاں رہا اتنے ہی دن دوسری کے کمرے یا گھر میں رہے۔(3)

حوالجات

(1) درمختار ص:431ج2 (2,3) درمختار ص:435ج2

باب:29

بیوی کا مجامعت میں حق

مسئلہ: نکاح کے بعد ایک مرتبہ مجامعت بیوی کا ایسا حق ہے جس کیلئے وہ قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتی ہے اور اگر نامردی (Impotency) کی بنا پر شوہر ایسا نہ کرسکے تو بیوی نکاح فسخ بھی کراسکتی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔[1]

مسئلہ: ایک مرتبہ سے زائد میں یہ صورت ہے کہ ہر چار مہینے کے اندر اندر ایک مرتبہ مجامعت یہ بھی بیوی کا حق ہے جو شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی رضامندی وخوشی کے بغیر مجامعت ترک کئے پورے چار مہینے گزار دینا جائز نہیں ہے۔ پھر اس وجوب میں اختلاف ہے۔ عام قول تو یہ ہے کہ وجوب دیانۃً ہے یعنی مرد کو یہ حق ادا نہ کرنے میں گناہ ہوتا ہے لیکن بیوی اس کے لئے کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کرسکتی جبکہ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ اس کیلئے بھی عورت عدالت کے ذریعہ سے شوہر کو اس کی ادائیگی پر مجبور کرسکتی ہے۔ البتہ بیماری یا عارضی نامردی پیش آجائے تو یہ اس حق کی ادائیگی میں عذر بن سکتا ہے۔[2]

بیوی کا چار ماہ میں ایک مرتبہ جماع کا حق ہے

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ أُصَدِّقُ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ بَيْنَا هُوَ يَطُوفُ سَمِعَ امْرَأَةً تَقُولُ

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهُ وَأَرَّقَنِي أَنْ لَّا حَبِيبَ أُلَاعِبُهُ
فَلَوْلَا حِذَارَ اللّٰهِ لَا شَيْئَ مِثْلُهُ لَزُعْزِعَ مِنْ هٰذَا السَّرِيرِ جَوَانِبُهُ

فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ مَالَكِ قَالَتْ أَغْرَبْتُ زَوْجِي مُنْذُ أَشْهُرٍ وَقَدِ اشْتَقْتُ إِلَيْهِ قَالَ أَرَدْتِ سُوْءًا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ قَالَ فَامْلِكِي عَلَيْكِ نَفْسَكِ فَإِنَّمَا هُوَ الْبَرِيدُ إِلَيْهِ فَبَعَثَ إِلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكِ عَنْ أَمْرٍ قَدْ أَهَمَّنِي فَافْرِجِيهِ عَنِّي فِي كَمْ تَشْتَاقُ الْمَرْأَةُ إِلٰى زَوْجِهَا فَخَفَضَتْ رَاسَهَا وَاسْتَحْيَتْ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَ إِلَّا فَأَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ فَكَتَبَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ أَنْ لَّا تُحْبَسَ الْجُيُوشُ فَوْقَ أَرْبَعَةِ

أَشْهُرٍ (کنز العمال)

ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے ایک قابل اعتماد صاحب نے بتایا اس دوران کہ حضرت عمر ﷛ (رات کے وقت) گشت کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک عورت کو شعر کی صورت میں یہ کہتے سنا ۔

(فراق میں) آج رات بہت طویل ہوگئی ہے اور اس کے اطراف بھی سیاہ ہو گئے ہیں۔

اور مجھے اس بات نے لاغر کر دیا ہے کہ میرے پاس میرا محبوب نہیں جس سے میں دل لگی کروں۔ اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا کہ جس کی مثل کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ تو اس تخت کے پائے اس سے جدا کر دیئے جاتے (یعنی میں کسی دوسرے سے دل لگی کرتی)۔

حضرت عمر ﷛ نے اس عورت سے پوچھا تجھے کیا ہوا۔ اس نے جواب دیا میرے شوہر کو جہاد پر گئے کئی مہینے گزر چکے ہیں اور مجھے اس کا شوق ستا رہا ہے۔ حضرت عمر ﷛ نے پوچھا کیا تو نے کسی برائی کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ایسی کسی بات سے اللہ کی پناہ۔ حضرت عمر ﷛ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے آپ کو سنبھال کر رکھ (ہم تیرے شوہر کو بلوا لیتے ہیں) بس پیغام پہنچنے کی دیر ہے۔ پھر حضرت عمر ﷛ نے اس عورت کے شوہر کو بلوا بھیجا۔ پھر (اس بارے میں ایک قانون وضابطہ بنانے کے لئے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے تم سے ایسی بات پوچھنی ہے جس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے تو میری پریشانی دور کرو۔ وہ بات یہ ہے کہ کتنی مدت میں عورت (جنسی تقاضے سے) اپنے شوہر کی دوبارہ ضرورت محسوس کرتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حیا آئی اور انہوں نے اپنا سر جھکا لیا لیکن حضرت عمر ﷛ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتے (اور شرعی ضرورت ہے لہٰذا تم بھی کچھ خیال نہ کرو) اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ تین مہینے ورنہ (زیادہ سے زیادہ) چار مہینے تو حضرت عمر ﷛ نے یہ حکمنامہ جاری کرا دیا کہ لشکر والوں کو چار ماہ سے زائد نہ رکھا جائے (چار ماہ کے بعد ان کو کچھ عرصہ کے لئے ضرور چھٹی دی جائے)۔

مجامعت میں تحدید

مسئلہ: بیوی سے اس کی طاقت سے زائد مقدار میں مجامعت کرنا یعنی جس سے اس کو ضرر و تکلیف ہوتی ہو جائز نہیں ہے۔ جہاں تک مقدار کی تعیین کا تعلق ہے تو اگرچہ بعض فقہاء سے اس

بارے میں کچھ اقوال منقول ہیں۔ مثلاً ایک قول ہے کہ دن میں چار مرتبہ اور رات میں چار مرتبہ اور دوسرا قول ہے کہ دن رات میں چار مرتبہ تیسرا قول ہے کہ دن رات میں آٹھ مرتبہ جبکہ چوتھا قول ہے کہ دن رات میں بارہ مرتبہ لیکن قواعد کے موافق قول یہ ہے کہ قاضی اور جج عورت سے اس کی طاقت وقدرت کے بارے میں سوال کرے۔ اور عورت جتنی مقدار بتائے اس پر قسم بھی کھائے۔ اور پھر قاضی وجج شوہر پر اس مقدار سے زائد پر پابندی عائد کردے۔ (3)

مسئلہ: لڑکی اگر نابالغ ہو اور اس کا شوہر بالغ ہو چکا ہو تو اگر لڑکی کا جسم اتنا اچھا ہے کہ وہ مرد کا تحمل کرسکتی ہے تو شوہر اس کی رخصتی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اگر شوہر دعویٰ کرتا ہو کہ اس کی نابالغہ بیوی مرد کا تحمل کرسکتی ہے، لیکن لڑکی کا باپ اس سے متفق نہ ہو تو قاضی وجج اس لڑکی کا لیڈی ڈاکٹر وغیرہ سے معائنہ کرائے گا۔

اس معاملہ میں عمر کا اعتبار نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ بالغہ لڑکی بھی اگر ایسے ہلکے اور کمزور جسم والی ہو کہ مرد کا تحمل نہ کرسکتی ہو تو اس کے باپ کو یہ حکم نہیں دیا جاسکتا کہ وہ لڑکی کو شوہر کے سپرد کردے۔

تحمل نہ کرسکنے میں یہ صورتیں بھی ہیں کہ لڑکی کمزور و لاغر ہو یا اس کی عمر چھوٹی ہو یا بیمار ہو یا مرد زیادہ بھاری جسم کا ہو یا اس کا آلہ تناسل زیادہ موٹا یا اس میں زیادہ طول ہو۔ زیادہ طول کی صورت میں مرد کو حکم دیا جائے گا کہ وہ صرف اس قدر اندر داخل کرے جتنا کہ عورت کی طاقت میں ہو یا جو معتدل خلقت مرد کے آلہ کے برابر ہو۔ اس حکم سے مقصود یہ ہے کہ عورت کو ضرر و تکلیف نہ ہو۔ (4)

شوہر نے اپنی بیوی سے مجامعت کی اور وہ اس کی وجہ سے مرگئی یا مفضاۃ ہوگئی (یعنی پاخانے اور شرمگاہ کی جگہیں ایک ہوگئیں بیچ کی دیوار پھٹ گئی تو اگر بیوی نابالغہ تھی یا اس سے زبردستی کی گئی تھی یا اس میں مرد کا تحمل نہ تھا تو شوہر کے ذمہ دیت لازم آئے گی۔ (5)

حوالجات

(1) درمختار ص432 ج2 (2) ردالمختار 432 ج2

(3) درمختار ص432 ج2 (4,5) ردالمختار ص433 ج2

باب:30

عنین (Impotent) کی زوجہ کا حکم

عنین اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود عضو مخصوص ہونے کے عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ ایک بیوی سے جماع کرنے پر قادر ہے اور دوسری سے نہیں تو جس سے جماع پر قدرت نہیں اس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَضٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِى الْعِنِّيْنِ أَنْ يُّؤَجَّلَ سَنَةً (عبد الرزاق)

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں نامرد کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ اس کو (علاج کے لئے) ایک سال کی مہلت دی جائے۔ (اتنی مدت میں اگر وہ بیوی سے جماع کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ زوجین کے درمیان جدائی کر دی جائے اور عورت کو پورا مہر ملے گا)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ يُؤَجَّلُ الْعِنِّيْنُ سَنَةً فَإِنْ جَامَعَ وَإِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا۔ (عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نامرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے پھر اگر اس مدت میں اس نے جماع کر لیا تو ٹھیک ہے ورنہ زوجین کے درمیان جدائی کر دی جائے۔

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ زَوْجَهَا لَا يَصِلُ إِلَيْهَا فَأَجَّلَهُ حَوْلًا فَلَمَّا انْقَضٰى حَوْلٌ وَلَمْ يَصِلْ إِلَيْهَا خَيَّرَهَا فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا عُمَرُ وَجَعَلَهَا تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً (كتاب الآثار محمد)

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور آپ کو بتایا کہ اس کا شوہر اس سے جماع نہیں کر پاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کے شوہر کو بلوایا اور تحقیق

کر کے علاج کی خاطر) اس کو ایک سال کی مہلت دی۔ جب سال گزر گیا اور شوہر کو بیوی سے جماع پر قدرت حاصل نہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کو اختیار دیا (کہ وہ چاہے تو اپنی جدائی کو اختیار کر لے) اور عورت نے اپنی جدائی کو اختیار کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور اس تفریق کو ایک طلاق بائن قرار دیا۔

تفریق کی صورت (ماخوذ از حیلہ ناجزہ ص:43)

زوجہ عنین کیلئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ اپنا معاملہ کسی مسلمان (جو قادیانی، شیعہ، پرویزی وغیرہ بھی نہ ہو) جج (یا قاضی) کی عدالت میں پیش کرے۔ جج واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اول خاوند سے دریافت کرے اور اگر وہ خود اقرار کر لے کہ واقعی میں اس عورت سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہوا تو جج اس کو ایک سال کی مہلت علاج کرانے کیلئے دے دے۔

اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعویٰ کرے تو اس وقت تفصیل یہ ہے۔

i) اگر عورت باکرہ ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو تو مرد سے حلف لیا جائے گا۔ اگر اس نے حلف اٹھا لیا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو گا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کر دیا تو اس کو علاج کی غرض سے ایک سال کی مدت دی جائے گی۔

ii) اگر عورت باکرہ(virgin) ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو جج عورتوں (مثلاً لیڈی ڈاکٹر وغیرہ) سے اس عورت کا معائنہ کرائے۔ ایک عادل تجربہ کار عورت (یا دیندار لیڈی ڈاکٹر) کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دو عورتیں (یعنی دو دیندار لیڈی ڈاکٹر) اس کا معائنہ کریں۔

معائنہ کے بعد دو صورتیں ہیں

(الف) لیڈی ڈاکٹر وغیرہ یہ بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری(virgin) نہیں رہی تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے جماع کیا ہے۔ اگر وہ حلف اٹھا لے تو اس کا قول لے لیا جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا اور اگر شوہر حلف سے انکار کرے تو اس کو علاج کی خاطر ایک سال کی مہلت کا حکم دیا جائے گا۔

(ب) اگر لیڈی ڈاکٹر وغیرہ یہ بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو جج (قاضی) حلف لئے بغیر عنین شوہر کو ایک سال کی مہلت علاج کیلئے دیدے۔ یہ سال عدالت کے

مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا اور اس سے پہلے خواہ کتنی مدت گزر گئی ہو وہ معتبر نہ ہوگی۔

پھر اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر کسی طرح علاج کر کے تندرست اور جماع پر قادر ہوگیا اور ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا تو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں رہا بلکہ ہمیشہ کیلئے یہ حق باطل ہوگیا۔اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نامردی یعنی Impotency کی بنا پر نہیں کرسکتی۔اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کرسکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر جج (قاضی) تحقیق کرے:۔

اگر شوہر نے اقرار کیا کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہوا تو عورت کا دعویٰ صحیح ہوگیا۔اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کو گوارہ کرو۔اس پر اگر وہ اسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوادی جائے۔شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو جج (قاضی) خود تفریق کردے۔

اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع ہو چکنے کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے:

i- مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی اور وجہ سے اس کا پردہ بکارت (Hymen) پھٹا ہے جماع سے نہیں پھٹا تو خاوند سے حلف لیا جائے گا۔اگر وہ قسمیہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہوگی اور اگر شوہر نے اس وقت بھی حلف سے انکار کردیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جائے گا۔

ii- اور اگر مہلت دینے کے وقت معائنہ سے عورت کا باکرہ ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ میں بھی باکرہ ہونے کی تصدیق ہو تو عورت سے حلف لئے بغیر قاضی عورت کو اختیار دے کہ یا تو اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا تفریق کا مطالبہ کرے۔اگر عورت نے اسی اختیار کی مجلس میں کہہ دیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو جج (قاضی) اس کے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دیدو۔اس پر اگر خاوند نے طلاق دیدی تو طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی (جج) خود تفریق کردے یعنی مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کردیا۔یہ تفریق بھی شرعاً

طلاق بائنہ کے قائم مقام ہو جائے گی۔

زوجہ عنین کی اپنے شوہر سے علیحدگی کی شرائط

1: نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔ پس اگر اس وقت علم تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں۔

2: نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ اور اگر ایک مرتبہ جماع کر چکا ہے اور اس کے بعد عنین ہوا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔

3: جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے اس عورت نے شوہر کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔

4: جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کر لے۔ اگر اس مجلس میں اس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا۔ اب کسی طرح تفریق نہیں ہو سکتی۔ (مجلس بدلنے کی کچھ اور صورتیں بھی ہیں)

تنبیہ: عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر مذکور ہوا صرف اس شخص کیلئے ہے جس کو عرفاً عنین یعنی نامرد کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ خصی (castrated) جس کے عضو میں انتشار نہیں ہوتا اس کا بھی یہی حکم ہے۔

تنبیہ: لیکن وہ شخص جس کا عضو تناسل کٹ گیا ہو خواہ تنہا ہو یا خصیتین (testicles) سمیت ہو اور اس طرح وہ شخص جس کا عضو مخصوص خلقتاً بہت چھوٹا مثل نہ ہونے کے ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی ہی درخواست پر تحقیق کر کے عورت کو اختیار دیدیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہے لیکن شوہر اس کا انکار کرے اور معائنہ کے بغیر اس کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے۔ پس جج (قاضی) کسی ڈاکٹر یا معتبر شخص کو کہہ دے کہ معائنہ کر کے بتلاؤ۔

باب:31

طلاق

مسئلہ: ہر عاقل بالغ شوہر کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ اس کی نیت طلاق دینے کی ہو یا نہ ہو۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّکَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ مراد ہوں تب تو وہ مراد ہوتی ہی ہیں لیکن اگر مراد نہ ہوں تب بھی مراد شمار ہوں گی (وہ تین چیزیں یہ ہیں) نکاح، طلاق اور (ایک یا دو) طلاق کے بعد رجوع۔

مسئلہ: کسی نے کوئی نشہ آور شے اپنے اختیار سے محض مزے کے لئے استعمال کی جس سے اس کو نشہ آیا اور نشہ میں اس نے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ نشہ آور شے خواہ شراب ہو یا افیون ہو یا ہیروئن ہو یا بھنگ ہو سب کا ایک حکم ہے۔

إِنَّ عُمَرَ أَجَازَ طَلَاقَ السَّکْرَانِ بِشَهَادَةِ نِسْوَةٍ (ابن ابی شیبه)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض عورتوں کی گواہی پر (ناجائز) نشہ میں مبتلا شخص کی طلاق کو نافذ قرار دیا۔

عَنِ الْحَکَمِ قَالَ مَنْ طَلَّقَ فِیْ سَکْرٍ مِنَ اللّٰهِ فَلَیْسَ طَلَاقُهٗ بِشَیْءٍ وَمَنْ طَلَّقَ فِیْ سَکْرٍ مِنَ الشَّیْطَانِ فَطَلَاقُهٗ جَائِزٌ۔(ابن ابی شیبه)

حکم رحمہ اللہ نے فرمایا جس نے ایسے نشہ میں طلاق دی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے (یعنی کسی جائز سبب سے تھا مثلاً معالج کے بتانے پر کوئی دوا کھائی اس سے نشہ ہو گیا) تو اس کی طلاق کا شمار نہیں اور جس نے ایسے نشہ میں طلاق دی جو شیطان کی جانب سے ہو (مثلاً جان بوجھ کر شراب پی

لی) تو اس کی طلاق نافذ ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ سُئِلاَ عَنْ طَلاَقِ السَّكْرَانِ فَقَالاَ إِذَا طَلَّقَ السَّكْرَانُ جَازَ طَلاَقُهُ وَإِنْ قَتَلَ قُتِلَ (مالك)

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے نشہ میں مبتلا شخص کی طلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو دونوں نے فرمایا نشہ میں مبتلا شخص جب طلاق دے تو اس کی طلاق نافذ ہے اور اگر وہ کسی کو قتل کر بیٹھے تو (قصاص میں) اس کو قتل کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کو کوئی نشہ آور شے زبردستی یا دھوکے سے کھلا دی گئی اور اس سے نشہ میں طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔[1]

مسئلہ: اگر کسی نے کوئی نشہ آور دوا بلا ضرورت استعمال کی اور اس کا اثر دماغ پر ہوا اور نشہ آ گیا اور اس نشہ میں بیوی کو طلاق دی تو:

- i- اگر استعمال کے وقت معلوم تھا کہ وہ کیا چیز ہے تو طلاق ہو جائے گی۔
- ii- اور اگر استعمال کے وقت علم نہ تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔[2]

مسئلہ: اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال دوا کے طور پر کیا، نہ لذت کے لئے کیا نہ بلا ضرورت کیا، اور اس سے نشہ طاری ہو گیا اور اس حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی۔[3]

مسئلہ: اگر خواب آور یا سکون کی دوا کھائی جس سے دماغ سویا سویا ہو گیا اور ہوش نہیں رہا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ایسی حالت میں طلاق دی جب کہ خود طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا تو وہ واقع نہ ہو گی۔

مسئلہ: ایک شخص نے شراب پی جس سے اس کے سر میں شدید درد ہوا اور درد کی شدت سے اس کی عقل قائم نہ رہی اور اس حالت میں اس نے طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ زوال عقل سر کے درد کی وجہ سے ہوا ہے براہ راست شراب پینے کی وجہ سے نہیں۔[4]

غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق

غصہ کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں

- i- غصہ کے ابتدائی آثار ہوں۔ ہوش و حواس پورے طور پر قائم ہوں اور جو کچھ وہ کہتا ہو اس کو

وہ جانتا بھی ہو اور اپنے قصد و ارادہ سے کہتا ہو۔اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے۔

ii- غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو اور اس کی وجہ سے آدمی بالکل دیوانہ بن گیا ہو۔ہوش و حواس قائم نہ رہے ہوں اور اس کو کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ ہی کہنے میں اس کا قصد و ارادہ ہو۔اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

iii- مذکورہ بالا دو درجوں کے درمیان کی ایسی حالت ہو کہ ہوش و حواس اور عقل میں خلل واقع ہو جائے اور اس سے وہ شخص اتنا مغلوب ہو جائے کہ اکثر باتیں اور افعال خلاف عادت اس سے صادر ہونے لگیں اگرچہ اتنا ہوش ہو کہ اس کو پتا چل رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ: جو شخص دہشت زدہ ہو اور اس کی بھی ویسی ہی حالت ہو جائے جو غصہ کی تیسری حالت ذکر ہوئی تو اس کی ایسی کیفیت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔[5]

مسئلہ: جس شخص کا نفسیاتی مرض میں مبتلا ہونا ثابت ہو اور وہ محض اس نفسیاتی مرض کے دباؤ (Obsession) کے تحت طلاق کہے تو وہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: مجنون یعنی پاگل اور دیوانے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ: ایک شخص کا نفسیاتی مرض یا جنون میں مبتلا ہونا معروف ہے۔اس کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ اس نے اس کو طلاق کہی ہے اور شوہر کہے کہ وہ تو حالت جنون میں یا نفسیاتی دباؤ میں اس نے کہی تھی تو طلاق نہ ہوگی۔[6]

مسئلہ: جو شخص کم فہم ہو اور ملی جلی باتیں یعنی کچھ صحیح اور کچھ بہکی باتیں کرتا ہو اور کام کو صحیح طریقے اور تدبیر سے نہ کرتا ہو اس کو معتوہ کہتے ہیں اور اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حوالجات

(1) عالمگیری ص353 ج1 (3,2) ردالمحتار ص460 ج2 (4) درمختار ص460 ج2
(5) ردالمحتار ص463 ج2 (6) ردالمحتار ص462 ج2

باب:32

مجنون کی زوجہ کا حکم

یہاں مجنون سے مراد وہ دیوانہ اور پاگل ہے جس سے نا قابل برداشت ایذاء پہنچتی ہو۔ تفریق کی صورت یہ ہے کہ مجنون کی زوجہ مسلمان جج (قاضی) کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے کیونکہ معمولی جنون میں خیار فسخ نہیں ہے۔ قاضی واقعہ کی تحقیق کر کے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے دے۔ سال ختم ہونے پر اگر عورت پھر درخواست کرے اور شوہر کا مرض جنون ابھی تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے گا۔ اگر عورت اسی مجلس اختیار میں علیحدگی طلب کرے تو قاضی تفریق کر دے۔ اس اختیار کیلئے بھی مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

1- نکاح سے پہلے عورت کو خاوند کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو۔

2- نکاح کے بعد علم ہونے کے بعد نکاح میں رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو۔

3- جب مہلت کا سال گزر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں علیحدگی کو اختیار کرے۔ اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت خود یا کسی کے اٹھانے سے کھڑی ہوگئی تو اختیار نہ رہے گا۔

جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہو گیا ہو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں بھی عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ خطرناک ہو اور مجنون شوہر بیوی کو نا قابل برداشت اذیت دیتا ہو۔ نیز اس کا علم ہونے کے بعد زوجہ نے اپنے اختیار و رضامندی سے شوہر کو جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو کیونکہ اگر اس نے ایسا کر لیا تو یہ عملی رضا ہوگئی جس کی وجہ سے اس کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ زبان سے رضا کی تصریح کر دینا خیار کو ساقط کر دیتا ہے۔ البتہ اگر مجنون شوہر نے بجبر اور زبردستی جماع کر لیا تو اس سے عورت کا حق خیار ساقط نہ ہوگا۔ (حیلہ ناجزہ)

باب:33

ایڈز کے مرض کا تعارف

(Acquired Immuno-Deficiency Syndrome- AIDS)

ایڈز کا سبب وہ وائرس ہے جو (Human Immuno-deficiency Virus) HIV کہلاتا ہے۔اس وائرس کی دو قسمیں ہیں۔ HIV-1 اور HIV-2 اور دونوں ہی ایڈز کا سبب ہیں۔

ایڈز کی بیماری انسانی جسم میں واقع خود کار دفاعی نظام کو جو ہر نوعیت کے جراثیمی حملہ (Infection) سے جسم کا دفاع کرتا ہے مکمل طور پر مفلوج کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی دوا اس کے جسمانی نظام پر کارگر نہیں ہوتی اور کچھ ہی عرصہ میں تکلیف دہ موت سے سابقہ پڑتا ہے جس کا سبب عموماً نمونیہ، کینسر اور تپ دق ہوتا ہے۔ HIV وائرس 5 تا 12 سال اور بعض حالات میں اس سے بھی کچھ زیادہ وقت غیر علامتی دور کا ہوتا ہے۔اس وقت اس شخص کو HIV پوزیٹو (Positive) کہا جاتا ہے۔اس وقت کے گزرنے کے بعد یہ کیفیت فعال (Active) ہو جاتی ہے اور بتدریج بڑھتی ہے اور جب علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو اس شخص کو ایڈز کا مریض کہا جاتا ہے۔اور یہ HIV کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ایک بار جسم میں داخل ہو کر HIV وائرس خون کے سفید خلیوں میں (جنہیں T- Lymphocytes کہتے ہیں اور جو انسانی جسم کو T-Cells کی صورت میں انفیکشن سے محفوظ رکھتے ہیں) شامل ہو جاتا ہے۔اس کے بعد اس وائرس کا RNA تناسلی مادہ اس وائرس سے پیدا شدہ ایک خامرے (Enzyme) کے توسط سے DNA تناسلی مادے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر یہ DNA خون کے سفید خلیوں میں خود کو پیوست کر دیتا ہے جہاں وہ اس شخص کی زندگی ختم ہونے تک جما رہتا ہے۔ یہ انفیکشن زدہ خلیہ مزید وائرس تیار کرنے کی فیکٹری بن جاتا ہے اور مزید HIV وائرس پیدا کرتا رہتا ہے جو اصل خلیہ سے نکل کر نئے سفید خلیات پر حملہ آور ہو کر انہیں برباد کرتے رہتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص کے

(T-Cells) یعنی سفید خلیات خطرناک حد تک کم ہو جاتے ہیں اور جب ان کی سطح بہت زیادہ گر جاتی ہے تو یہ شخص ایڈز میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایڈز کی دوسروں میں منتقلی کے ذرائع

1- متاثرہ فرد کا خون دوسرے کو چڑھانا۔

2- متاثر فرد کی استعمال شدہ سرنجوں کو دوسرے میں استعمال کرنا۔

3- متاثر فرد کے ساتھ ہم جنسی یا دو جنسی تعلقات کے ذریعے۔

4- دوران حمل یا ولادت کے کچھ ہی دیر بعد ماں کی طرف سے بچے میں وائرس کا داخلہ۔

کن صورتوں میں ایڈز کی منتقلی نہیں ہوتی

ایک دوسرے کو چھونا، ہاتھ پکڑنا، ہاتھ ملانا، ساتھ کھیلنا، کھانا کھانے میں ساتھ شریک ہونا بلکہ ایک تھالی میں کھانا، ایک دوسرے کے استعمال شدہ برتن یا کپڑے استعمال کرنا، ایک بیت الخلا یا نہانے کا تالاب استعمال کرنا، مریض کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا۔

ایڈز کے احکام

1- اگر کوئی مرد ایڈز کا مریض ہو مگر اس نے اپنا مرض ظاہر کئے بغیر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو ایسی صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق ہوگا۔

2- اگر نکاح کے بعد مرد اس بیماری میں مبتلا ہو جائے تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق ہوگا۔

3- ایڈز کی مریضہ کو حمل ہو جائے اور مستند ڈاکٹروں کی رائے میں غالب گمان یہ ہو کہ بچہ اس مرض سے متاثر ہوگا تو ایسی صورت میں 120 دن مکمل ہونے سے پہلے حمل ساقط کرانا جائز ہے۔

4- جس مرد یا عورت کے بارے میں شبہ ہو کہ وہ اجنبی لوگوں سے جنسی تعلق رکھتا ہے یا رکھتا رہا ہے پھر کوئی شخص اس سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس سے AIDS کا ٹیسٹ کرانے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

باب:33

عدت اور سوگ

مسئلہ: جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو وہ عدت کی مدت میں گھر سے باہر نہ نکلے نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اسکو بناؤ سنگھار وغیرہ جائز ہے۔ [1]

مسئلہ: جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر مر گیا ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے، نہ اپنا دوسرا نکاح کرے اور نہ کچھ بناؤ سنگھار کرے۔ یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں، اس سنگھار نہ کرنے اور سادہ رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔ [2]

مسئلہ: طلاق کی عدت حیض والی عورت میں تین حیض ہیں جبکہ جس عورت کو حیض نہ آتے ہوں اس میں تین مہینے ہیں اور حاملہ میں وضع حمل ہے۔ موت کی عدت چار مہینے دس دن ہیں اور حاملہ میں وضع حمل ہے۔ [3]

طلاق یافتہ حائضہ کی عدت

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (سورہ بقرہ: 228)

اور طلاق یافتہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک

وہ طلاق یافتہ جو حیض سے مایوس ہوگئی ہوں یا جن کو کبھی حیض نہ آیا ہو ان کی عدت

وَالّٰئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ يَحِضْنَ۔ (سورہ طلاق: 4)

اور جو مایوس ہوگئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں سے اگر تم کو شبہ رہ گیا ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا ہے جن کو حیض نہیں آیا۔

مسئلہ: سن ایاس پچپن سال سے ہے بشرطیکہ انقطاع حیض کے بعد چھ ماہ گزر جائیں یعنی حکم ایاس کیلئے دو شرطیں ہیں ایک پچپن سال کی عمر ہونا اور دوسری انقطاع حیض پر چھ ماہ گزرنا۔ یہ چھ ماہ پچپن سال کے بعد گزارنا ضروری نہیں بلکہ اگر پچپن سال کی عمر سے قبل انقطاع حیض پر چھ ماہ گزر گئے تو پچپن سال کی عمر ہونے پر حکم ایاس لگایا جائے گا۔ البتہ جس عورت کو شروع ہی سے حیض بالکل نہ آیا ہو اس کی عمر تیس سال ہو جانے پر وہ آئسہ شمار ہو گی۔ (4)

حاملہ کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر مر جائے اس کی عدت بچہ ہونے تک ہے

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (سورہ طلاق: 4)

اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ بچہ جن لیں۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثاً وَلِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا فَقَالَ هِيَ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا (احمد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول (قرآن پاک کی آیت) وَ اُولَاتُ الْأَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (ترجمہ: اور حمل والیوں کی عدت حمل جننے تک ہے) کا حکم کیا تین طلاق والی اور بیوہ (دونوں) کے لئے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) یہ تین طلاق والی اور بیوہ (دونوں) کے لئے ہے۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَ تِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَاذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ (بخاری)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کی سُبَیعہ نامی خاتون نے اپنے شوہر کی وفات سے چندراتوں کے بعد بچہ جنا پھر نبی ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے آگے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی (کیونکہ بیوہ حاملہ ہوئی تو وضع حمل سے اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے) اور انہوں نے نکاح کر لیا۔

غیر حاملہ بیوہ کی عدت

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَ عَشْرًا۔ (سورہ بقرہ: 234)

اورتم میں سے جولوگ وفات پا جائیں اور چھوڑ جائیں بیویاں تو وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن۔

عدت طلاق کے وقت سے یا موت کے وقت سے شروع ہوتی ہے

عَنْ نافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عِدَّتُهَا مِنْ يَوْمٍ طَلَّقَهَا وَمِنْ يَّوْمٍ يَّمُوْتُ عَنْهَا (ابن ابی شیبه)

نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کی عدت اس دن سے (شروع) ہوتی ہے جس دن اس کو شوہر نے طلاق دی اور جس دن شوہر اس کو چھوڑ کر مرا۔

عدت ختم ہونے کے حالات

مسئلہ: طلاق کی عدت گزارنے والی کے پیٹ میں اگر بچہ سوکھ گیا ہوتو دوا یا آپریشن کے ذریعے رحم کی صفائی کرائی جائے۔اگر حمل چار ماہ یا زیادہ مدت کا تھا تو اس اسقاط سے عدت ختم ہوگئی ورنہ تین حیض گزرنے پر عدت ختم ہوگی۔اگر کسی طرح بھی رحم کی صفائی ممکن نہ ہوتو دفع ضرر کیلئے اس قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کہ اکثر مدت حمل دوسال پورے کرنے کے بعد تین ماہ عدت گزارے۔(5)

مسئلہ: طلاق کی عدت گزارنے والی اگر اپنا حمل اسقاط کرادے تا کہ عدت جلدی ختم ہوجائے تو عدت ختم ہوگی یا نہیں اس بارے میں تفصیل یوں ہے۔

i- اگر حمل چار ماہ یا اس سے زائد مدت کا ہوتو اس کے اسقاط سے عدت ختم ہوجائے گی۔

ii- اگر حمل کی مدت چار ماہ سے کم ہوتو عدت اسقاط کے بعد تین حیض آنے سے ختم ہوگی۔اس صورت میں اسقاط حمل کے بعد اگر کم سے کم تین روز خون آئے تو وہ بھی حیض شمار ہوگا اس کے بعد مزید دو حیض پورے کرے اور اگر تین روز سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں لہٰذا اسکے بعد تین حیض گزرنے سے عدت پوری ہوگی۔

رہا یہ مسئلہ کہ عدت جلد ختم کرنے کے لئے اسقاط کرانا جائز بھی ہے یا نہیں تو اس بارے میں تفصیل وہ ہے جو ضبط ولادت کے تحت اسقاط کے زیر عنوان ذکر کی گئی ہے۔(4)

مسئلہ: نابالغہ مطلقہ لڑکی کی عدت مہینوں کے حساب سے شروع ہوئی مگر تین ماہ مکمل ہونے

سے قبل اسے حیض آنا شروع ہو گئے خواہ حیض کی ابتداء تیسرا مہینہ مکمل ہونے سے چند منٹ پیشتر ہی کیوں نہ ہو تو وہ نئے سرے سے حیض سے عدت شمار کرے اور تین حیض پورے کرے۔[7]

مسئلہ: ایک مطلقہ عورت کی عدت حیض کے حساب سے شروع ہوئی مگر تین حیض مکمل ہونے سے پہلے مثلاً دو حیض آچکنے کے بعد حیض آنا بند ہو گئے تو اس عورت کیلئے عدت پوری کرنے کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت سن ایاس (menopause) کو پہنچ چکی ہے تو نئے سرے سے مہینوں کے حساب سے عدت پوری کرے مگر چونکہ ایاس کا حکم حیض رکنے کے چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے لہٰذا چھ ماہ کے بعد مزید تین ماہ عدت کے ہونگے۔ اگر سن ایاس کو نہیں پہنچی تو تیسرے حیض کا انتظار کرے۔[8]

مسئلہ: عورت کو حیض آتے ہوں لیکن ابھی سن ایاس کی عمر نہیں پہنچی تھی کہ کسی بیماری کی وجہ سے حیض آنے موقوف ہو گئے۔ اس حالت میں عورت پر عدت لازم آگئی تو اول تو یہ عورت علاج کرائے تاکہ حیض جاری ہوں اور تین حیض آکر عدت پوری ہو۔ اگر علاج کرانے سے بھی حیض جاری نہ ہوں تو بوقت ضرورت اگر کوئی مالکی قاضی علاقے میں ہو تو اس سے ایک سال کی عدت کا فیصلہ کرایا جائے اور اگر مالکی قاضی میسر نہ ہو اور شدید ضرورت ہو تو بغیر قضاء کے بھی ایک سال کی عدت پوری کرنا کافی ہے۔[9]

معتدہ کے چند احکام

مسئلہ: معتدہ (عدت گزارنے والی) بیمار ہو جائے تو اگر حال بتا کر اس کیلئے دوا لائی جاسکتی ہو تو ایسے ہی کیا جائے لیکن اگر بیماری شدید ہو اور ڈاکٹر کو گھر پر نہ بلایا جاسکتا ہو یا گھر پر بلانے کی استطاعت نہ ہو یا ہسپتال لے جانے کی ضرورت ہو تو ایسی مجبوری میں گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ اگر بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں رہنا اشد ضروری ہو تو وہاں رہ سکتی ہے ہسپتال سے فارغ ہو کر دوبارہ شوہر کے مکان میں آجائے۔[10]

مسئلہ: سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس میں خوشبو نہ ہو وہ تیل ڈالنا درست ہے۔[11]

مسئلہ: دوا کیلئے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے لیکن رات کے وقت لگائے اور صبح کو پونچھ ڈالے۔[12]

مسئلہ: سر میں جوئیں پڑ گئیں تو زینت کو مقصود بنائے بغیر موٹی کنگھی سے اگر ضرورت پوری ہوتی ہے تو فقط اس سے جوئیں نکالی جائیں اور اگر اس سے نہ نکلیں تو باریک کنگھی سے جوئیں نکالی جاسکتی ہیں۔[13]

مسئلہ: معتدہ کسی بیمار کی عیادت کے لیے اور کسی کی مرگ پر تعزیت کے لیے نہیں جاسکتی۔[14]

مسئلہ: معتدہ وفات کے والدین میں سے یا اولاد میں سے کسی کا یا بھائی بہن کا انتقال ہو جائے یا ان میں سے کوئی بہت بیمار ہو اور کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو اور وہاں جائے بغیر بہت رنج وغم ہوتا ہو تو معتدہ وفات ان وجوہات سے دن دن میں نکل سکتی ہے اور معتدہ طلاق کو ان وجوہات سے بھی حنفیہ کے نزدیک نکلنے کی اجازت نہیں۔ لیکن اگر کسی کو اس طرف جائے بغیر بہت وحشت وغم ہو اور چین نہ آتا ہو تو مالکیہ اور حنابلہ کے قول پر نکلنے کی گنجائش ہے۔ (بحر رائق)

مسئلہ: اگر ماہر طبیب یہ تجویز کرے کہ اس بیوہ کو جس کو شوہر کی وفات کا سخت صدمہ ہے تخفیف غم کے لیے اس گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جا کر دل بہلانا ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائے گی یا ہلاکت کا اندیشہ ہے تو اس کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے۔ پھر اگر دن میں نکلنا کافی ہو تو رات کو شوہر کے مکان پر آنا واجب ہوگا ورنہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک رات اور دن بھی دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے کیونکہ شدید ضرورت اور حاجت کے وقت خروج جائز ہے۔ (امداد الاحکام ص827 ج2)

حوالجات

(1) ردالمحتار ص671 ج2
(2) درمختار ص669 ج2
(3) درمختار ص653 ج2
(4) درمختار وردالمختار ص659 ج2
(5) احسن الفتاوی ص 429
(6) احسن الفتاوی ص432 ج5
(7) درمختار ص658 ج2
(8,9) احسن الفتاوی ص435 ج5
(10) احسن الفتاویٰ ص441 ج5

باب:35

نسب کا ثابت ہونا

وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا۔ (سورہ احقاف : 15)

اوراس کا حمل اوراس کا دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ دودھ دوسال پر چھڑایا جائے تو حمل کے چھ مہینے رہے۔

مسئلہ: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اورزیادہ سے زیادہ دوسال ہے۔

مسئلہ: شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے بچہ کے نسب کے ثابت کرنے کی کوشش کی جائے البتہ جب مجبوری ہوجائے تب اولاد کے ناجائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور عورت کو گناہ گارٹھہرایا جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی پھر دوسال سے کم میں اس کا کوئی بچہ پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہوگا۔ اگر دوسال سے ایک دن بھی کم ہو تب بھی یہی حکم ہے اور ایسا سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کا حمل ہے اور حمل دوسال تک رہا ہے اور اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی عدت ختم ہوئی ہے ہاں اگر وہ عورت بچہ جننے سے پہلے خود ہی اقرار کرچکی ہو کہ اس کی عدت ختم ہوگئی ہے تو مجبوری ہے اب یہ بچہ ناجائز ہے۔

بلکہ ایسی عورت کے جس کو طلاق رجعی ملی ہو اگر دوسال کے بعد بچہ ہوا اور ابھی تک عورت نے اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا تب بھی وہ بچہ اسی شوہر ہی کا ہے چاہے جتنے سال میں ہوا ہو اور ایسا سمجھیں گے کہ طلاق دینے کے بعد عدت میں شوہر نے رجوع کرلیا تھا اس لئے وہ عورت اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اسی کی بیوی ہے اور دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔

البتہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں اگر شوہر سمجھتا ہے کہ بچہ اس کا نہیں ہے تو وہ کہے کہ بچہ میرا نہیں ہے اور جب انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔[1]

مسئلہ: اگر طلاق بائن دے دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ بچہ اگر دو سال کے اندر پیدا ہوا ہو بشرطیکہ عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تب تو اسی مرد کا ہوگا اور اگر دو سال کے بعد ہو تو وہ ناجائز ہے۔ البتہ اگر دو سال کے بعد پیدا ہونے پر بھی شوہر دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو حرامی نہ ہوگا اور ایسا سمجھیں گے کہ عدت کے اندر دھوکے سے صحبت کر لی ہوگی جس سے حمل ٹھہر گیا ہوگا۔ (2)

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی جو ابھی جوان تو نہیں ہوئی لیکن بلوغت کے قریب قریب ہوگئی ہے پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور اگر نو مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا ہے۔ البتہ وہ لڑکی اگر عدت کے اندر ہی یعنی تین مہینے سے پہلے اقرار کر لے کہ مجھ کو حمل ہے تو وہ بچہ حرامی نہ ہوگا۔ طلاق بائن کی صورت میں دو سال کے اندر اندر پیدا ہونے سے باپ کا کہلائے گا۔ جبکہ طلاق رجعی کی صورت میں ستائیس مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو بھی باپ ہی کا کہلائے گا۔ (3)

مسئلہ: کسی جوان عورت کا شوہر مر گیا تو مرنے کے وقت سے اگر دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی نہیں بلکہ شوہر کا بچہ ہے البتہ اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہو جانے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے اب حرامی کہلائے گا اور اگر دو سال کے بعد پیدا ہوا تب بھی حرامی ہے۔ (4)

مسئلہ: نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو تو وہ حرامی ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں ہوا ہو تو وہ شوہر کا ہے۔ اس پر شبہ کرنا گناہ ہے البتہ اگر شوہر انکار کرے اور کہے کہ میرا نہیں ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔ (5)

مسئلہ: نکاح ہو گیا لیکن ابھی (رواج کے موافق) رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ (چھ مہینے بعد) بچہ پیدا ہو گیا اور شوہر اپنے سے بچے کی نفی بھی نہیں کرتا تو وہ شوہر ہی کا کہا جائے گا حرامی نہیں کہا جائے گا اور دوسروں کو اس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ ہاں اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔ (6)

مسئلہ: شوہر پردیس میں ہے اور کئی سال گزر گئے کہ گھر نہیں آیا اور یہاں بچہ پیدا ہو گیا اور شوہر اس کو اپنا ہی کہتا ہے تب بھی وہ قانون شرع کی رو سے حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔ البتہ اگر شوہر خبر پا کر انکار کرے تو لعان کا حکم ہوگا۔ (7)

تنبیہ: اوپر کے آخری دو مسئلوں میں شبہ نہ کیا جائے کہ یہ خلاف عقل ہیں کیونکہ پہلی صورت میں تو ممکن ہے کہ میاں بیوی کا ملاپ ہو گیا ہو اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو سکا ہو جبکہ دوسری صورت میں خرق عادت مثلاً کرامت کے طور پر ملاپ ہونے کی صورت ممکن ہے۔ لہٰذا جب شوہر بھی بچے کو اپنا کہتا ہے تو اس امکان کے ہوتے ہوئے دوسروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ شوہر (مسلمان مرد) کو جھوٹا اور بیوی (مسلمان عورت) کو گناہگار اور زانیہ اور (مسلمان) بچے کو حرامی سمجھیں۔

مسئلہ: میاں بیوی کے نطفوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں بار آور کیا گیا۔ پھر اس کو کسی غیر عورت کے رحم میں منتقل کیا گیا۔ اسی میں جنین نے پوری پرورش پائی اور اسی غیر عورت کے رحم سے بچے کی ولادت ہوئی تو بچے کا نسب اپنے ماں باپ سے ثابت ہوگا کیونکہ ان کے نطفوں سے وہ بنا ہے اور غیر عورت رضاعی ماں کی مثل ہوگی۔

نوٹ: یہ مسائل اس لئے ذکر کئے گئے ہیں تا کہ معالجین حضرات اور لیڈی ڈاکٹر اور دائیاں پیدا ہونے والے بچے کو حرامی و ناجائز اور اس کی ماں کو بدکار سمجھنے اور کہنے میں جلد بازی نہ کریں کیونکہ کسی مسلمان کی آبروریزی بڑی سخت چیز ہے او جب نسب ثابت ہوسکتا ہو تو اس کو ثابت سمجھنے میں ایک تو مسلمان کے بارے میں حسن ظن ہے دوسرے بچے کیلئے خبر گیری اور تربیت کیلئے باپ میسر آجاتا ہے اور بچہ عار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ثبوت نسب کے شرعی اصول

1- (i) جب ایک عورت کسی کے نکاح میں ہو اور وہ بچہ جنے تو بچہ شوہر کا ہوگا الا یہ کہ شوہر اپنے سے اس کی نفی کرے۔ نفی کرنے کی صورت میں عورت پر زنا کا الزام لگتا ہے۔ لیکن وہ اگر اس جرم کا اعتراف نہ کرے بلکہ شوہر پر تہمت لگانے کی حد جاری کئے جانے کا مطالبہ کرے تو عدالت ان کے درمیان لعان کروائے گی۔ اگر میاں بیوی دونوں قسمیں کھا لیں تو عدالت ان کا نکاح فسخ کر دیتی ہے اور باپ سے بچے کے نسب کو کالعدم قرار دے کر صرف ماں کے ساتھ نسب ثابت رکھتی ہے۔

(ii) ایک عورت کسی کی شرعی باندی ہو اور وہ بچہ جنے اور مالک اس بچے کی نسبت اپنی طرف کرے تو بچہ مالک کا ہوگا۔

بیوی ہونا یا باندی ہونا اس کو اصطلاح میں مرد کا فراش کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے الولد

للفراش وللعاهر الحجر (بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زنا والے کو سنگسار کیا جائے گا)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں مرد کے نطفے کو احترام حاصل ہے یہاں تک کہ شبہ ہو جانے سے کسی اجنبی عورت سے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے صحبت کر لے تب بھی اس کا احترام باقی رہے گا اور اس نطفہ سے جو حمل ٹھہرے وہ اس نطفے والے کا ہوگا۔ اور اگر کسی نے جانتے بوجھتے اجنبی عورت سے زنا کیا اور اس سے حمل ٹھہر گیا تو اس بچے کا نسب زانی سے نہ جوڑا جائے گا اگر چہ بچے میں زانی کی شباہت بھی پڑ رہی ہو اور DNA ٹیسٹ سے اس کی تائید بھی ہو رہی ہو۔ اور وہ بچہ اس عورت کے شوہر کا ہی کہلائے گا۔ ہاں اگر شوہر بچے کو اپنا بچہ ماننے سے انکار کر دے اور لعان کا مرحلہ بھی گذر جائے تو بچے کا نسب شوہر سے منقطع کر دیا جائے گا لیکن زانی سے پھر بھی نہ جوڑا جائے گا۔

ان اصول کا حاصل یہ ہے کہ:

1- جس بچے کا نسب شرعی اصول کے مطابق ثابت ہو اس کے بارے میں DNA ٹیسٹ کرانے کی ضرورت نہیں اور اگر کرالیا ہو تو نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو وہ قابل التفات نہیں۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے یہی حکم حاصل ہوتا ہے۔

عن عائشة قالت كانت عتبة بن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه الیك فلما كان عام الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخی۔ وقال عبد بن زمعة اخی و ابن ولیدة ابی ولد علی فراشه فقال رسول الله ﷺ هولك یا عبد بن زمعة الولد للفراش ولعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رای من شبهته بعتبة فما راها حتی لقی الله۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص (جس کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا اس) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے (جو بڑے صحابہ میں سے تھے) یہ تاکید کی کہ زمعہ کی لونڈی سے جو لڑکا ہے وہ میرا بیٹا ہے تم اس کو اپنے قبضے اور سرپرستی میں لے لینا۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن ابی وقاصؓ نے اس بچے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس پر زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ تو میرا بھائی ہے۔ آپ کو اس کو لینے کا حق نہیں ہے۔

وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا

کہ میرے بھائی نے اس لڑکے کے بارے میں تاکید کی تھی۔عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے والد کی باندی کا بیٹا ہے اور میرے والد کے فراش پر پیدا ہوا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فیصلے میں فرمایا اے عبد بن زمعہ یہ لڑکا تمہارا (بھائی) ہے۔اور ضابطہ یہ ہے کہ جو بچہ کسی کے فراش پر پیدا ہوا ہو وہ قانون شرعی میں) اسی کا ہوتا ہے (الا یہ کہ مالک اس کے اپنے سے ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔اور رہا دوسرا تو (اس نے غیر کی باندی سے زنا کیا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا بلکہ شرعی قانون میں محصن ہونے کی صورت میں) وہ سنگساری کا مستحق ہے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے بچے کی طرف غور کیا تو اس میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت نظر آئی اس پر آپ ﷺ نے (اپنی اہلیہ) سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ تم اس لڑکے سے حجاب اختیار کرو تو حضرت سودہؓ نے اس لڑکے کی موت تک اس کو اپنے سامنے نہ آنے دیا (حالانکہ قانون کی رو سے وہ لڑکا ان کا بھائی بنتا تھا)۔

2- بچے میں کوئی ایسا وصف پایا جائے جو والدین میں نہ پایا جاتا ہو لیکن ممکن ہو کہ اس کا ایسا جین (Gene) ہو جو اسے اوپر کے باپ دادوں سے ملا ہو اور وہ اب ظاہر ہوا ہو تو اس احتمال کے ہوتے ہوئے بلا وجہ نسب میں شک کرنا اور بچے کی نفی کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں یہ خرابیاں ہیں:

(i) ایک مسلمان پاکباز عورت پر تہمت لگانا۔

(ii) بچے کا بغیر باپ کے ہونا جس سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور آئندہ زندگی میں عار لگتا ہے۔

iii- خود مرد کا گھر برباد ہوتا ہے۔

عن ابی هريرة ان اعرابيا اتى رسول الله ﷺ فقال ان امرأتى ولدت غلاما اسود وانى انكرته فقال له رسول الله ﷺ هل لك من ابل قال نعم قال فما الوانها قال حمر قال هل فيها من اورق قال ان فيها اورقا قال فانى ترى ذلك جاء ها قال عرق نزعها قال فلعل هذا عرق نزعه ولم يرخص له فى الانتفاء منه۔ (بخارى و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ ایک بدوی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیوی نے سیاہ رنگ کا لڑکا جنا ہے (جب کہ میرا رنگ سیاہ نہیں ہے سفید ہے) اور

میں نے (اپنے دل میں) اس بچے کے اپنے سے ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں ہیں۔ آپ نے پوچھا ان کے کیا رنگ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ والا بھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ ان میں خاکستری بھی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ رنگ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا کہ شاید اوپر کی کسی رگ سے یہ رنگ کشید ہوا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہوسکتا ہے اس بچے میں بھی کسی رگ سے وہ رنگ کشید ہوا ہو اور آپ ﷺ نے اس شخص کو اس بات کی اجازت ورخصت نہ دی کہ وہ بچے کو اپنے سے نفی کرے۔

3- اگر کسی بچے کے بارے میں دو یا زائد دعویدار ہوں اور کسی کے پاس واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو وہ حضرات جو ولدیت ثابت کرنے کے لیے قیافہ کو بھی کافی حجت سمجھتے ہیں وہ ولدیت ثابت کرنے کے لیے DNA کے ٹیسٹ کو بھی حجت بناتے ہیں۔ اس ٹیسٹ سے متعلق مکمل تفصیلات DNA اور اس سے متعلق احکام کے باب میں دی گئی ہیں وہاں دیکھئے۔

حوالجات

(1) ردالمحتار ص723 ج2
(2) ردالمحتار ص702 ج2
(3) درمختار ص704 ج2
(4) ردالمحتار ص728 ج2
(5) عالمگیری ص536 ص5 ج1
(6) ردالمحتار ص730 ج2
(7) ردالمحتار ص741 ج2

باب:36

لعان کا بیان

جب کوئی شخص (اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے) یا جو بچہ پیدا ہوا اس کو کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک قاضی (مسلمان جج) کی عدالت میں جا کر لعان کا مطالبہ کر سکتا ہے جو یہ ہے کہ اس کے مطالبہ پر قاضی دونوں سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے اس طرح کہلوائے۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس کو لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ شوہر چار دفعہ اسی طرح کہے پھر پانچویں مرتبہ کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ جب مرد پانچویں دفعہ کہہ چکے تو عورت چار مرتبہ اس طرح کہے میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھے لگائی اس تہمت میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ جب دونوں میاں بیوی قسم کھالیں تو قاضی دونوں میں جدائی کرادے گا اور ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور اب یہ بچہ باپ کا نہیں کہا جائے گا صرف ماں کی طرف اس کی نسبت کی جائے اور ماں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اس قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔ (عالمگیری ص516 ج1)

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَ يَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔

اور جو لوگ تہمت لگائیں اپنی بیویوں پر حالانکہ ان کے پاس (اس پر) گواہ نہ ہوں سوائے ان کے اپنے نفسوں کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کی قسم کھا کر کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا ٹل جائے

گی اس طرح سے کہ وہ گواہی دے چار گواہیاں اللہ کی قسم کھا کر کہ وہ شخص (یعنی اس کا شوہر تہمت لگانے میں) جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچا ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور یہ لعان عورت کے بچے سے مرد کی لاتعلقی کا سبب بنا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کا حکم سنایا اور بچے کا الحاق صرف عورت کے ساتھ کیا۔

باب:36

خرچہ کا بیان

مسئلہ: ماں باپ اگر فقیر ہوں پھر خواہ وہ صحت مند ہوں یا بیمار ہیں انکا خرچہ بالغ اولاد کے ذمے ہوتا ہے۔[1]

مسئلہ: عورت بیمار ہوگئی تو بیماری کے زمانے کا خرچہ پانے کی مستحق ہے لیکن اگر شوہر نے گھر بلا لیا پھر بھی نہیں آئی تو اب اس کے پانے کی مستحق نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں فقط روٹی کپڑے کے خرچ کی مستحق ہوتی ہے دوا علاج حکیم طبیب کا خرچہ شوہر کے ذمے واجب نہیں ہے اپنے پاس سے خرچ کرے۔ اگر مرد دیدے (جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے) تو یہ اسکا احسان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت علاج کرنا اس پر ازروئے شرع واجب نہیں ہے سنت ہے اور اگر کوئی علاج نہ کرنے کی وجہ سے مرجائے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا۔ جب عورت پر علاج کرنا واجب نہیں تو اس کے شوہر پر اس کے علاج کا خرچہ بھی واجب نہیں ہوگا۔[2]

مسئلہ: دائی جنائی کی اجرت اس کے ذمے ہے جس نے بلوایا ہو۔ اگر شوہر نے بلوایا ہو تو شوہر پر اور عورت نے بلوایا ہو تو عورت پر اور اگر دائی بے بلائے آگئی تو اجرت شوہر کے ذمے ہو گی۔[3]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت ہسپتال میں جا کر دکھائے خواہ سرکاری ہو یا نجی ہو اور وہیں ڈلیوری کرائے تو اگر شوہر نے جانے کو کہا ہو یا شوہر خود لے گیا ہو تو سارا خرچہ شوہر کے ذمے ہوگا اور اگر شوہر نے کچھ نہ کہا ہو اور عورت خود ہی چلی گئی تو خرچہ عورت پر آئے گا۔

مسئلہ: فقیر عورت خواہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو پھر خواہ وہ صحت مند ہو یا بیمار و آفت رسیدہ ہر حال میں اس کا خرچہ اس کے ایسے رشتہ داروں پر لازم آتا ہے جو اس کی موت کی صورت میں اس کے وارث بنتے ہوں۔ عورت خواہ مزدوری کر کے کمانے کے قابل بھی ہو پھر بھی خود کمانا اس پر ضروری

نہیں ہے البتہ اگر کوئی عورت خود کام کر کے کمائی کرتی ہو مثلاً دائی ہو یا طبیب ہو وغیرہ تو پھر وہ خرچہ وصول کرنے کی حقدار نہیں۔[4]

مسئلہ: جو بالغ مرد آفت رسیدہ ہو یعنی وہ شخص نابینا ہو یا مفلوج ہو یا کم عقل ہو یا گونگا ہو یا اس کے دونوں ہاتھ نہ ہوں یا اس کے دونوں پاؤں نہ ہوں یا ایک جانب کے ہاتھ پیر نہ ہوں تو یہ شخص بھی اپنے وارث بننے والے رشتہ داروں سے خرچہ وصول کرنے کا مستحق ہے۔ ان اعذار کے ہوتے ہوئے اس شخص کو خود کمائی کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر ان اعذار کے باوجود کوئی شخص خود کمائی کرتا ہے اور اس کے خرچے پورے ہو جاتے ہیں تو اس کا حق بھی نہیں رہتا۔[5]

مسئلہ: وارث رشتہ داروں پر خرچہ اس تناسب سے آئے گا جس تناسب سے وہ میراث میں حقدار بنتے ہیں۔[6]

حوالجات

(1) عالمگیری ص564 ج1 　　(2,3) عالمگیری ص549 ج1

(4) عالمگیری ص565 ج1 　　(5,6) عالمگیری ص566 ج1

باب:38

قتل کی اقسام اور قصاص کے احکام

قتل اور دیت کے احکام [اس کتاب میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا تعلق طب قانونی یا طب شرعی (Forensic Medicine) سے ہے۔]

قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔ (ماخوذ از عالمگیری، درمختار ردالمحتار)

1- قتل عمد

وہ قتل ہوتا ہے جس میں مقتول کو قصداً وعمداً ایسے آلہ سے ضرب لگائی گئی ہو جو تفریق اعضاء کرتا ہو جیسے ہتھیار اور کوئی دھار دار لکڑی پتھر یا شیشہ وغیرہ۔ جسم کی نازک جگہوں پر سوا گھونپنا بھی اسی میں شامل ہے اور اسی زمرے میں آگ سے جلانا بھی ہے کیونکہ آگ بھی تفریق اعضاء کرتی ہے۔ لوہے کے بٹے وغیرہ سے مارنا، کھولتے ہوئے پانی میں ڈالنا اور گرم تندور وغیرہ میں پھینکنا بھی قتل عمد ہے۔ مذکورہ آلات سے ضرب لگانا یا دیگر مذکورہ طریقوں کو اختیار کرنا قاتل کے قتل کرنے کے قصد پر دلیل ہے۔ لہذا اس دلیل کے ہوتے ہوئے قاتل کا عمد وقصد کا زبانی انکار کرنا مسموع نہیں ہوگا۔

حکم: (i) قاتل کو سخت گناہ ہوتا ہے۔

(ii) مقتول کے وارث قاتل کو قصاص میں عدالتی فیصلہ پر قتل کرا سکتے ہیں لیکن مقتول کے وارث چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ باہمی رضامندی سے خون بہا لے لیا جائے جو دیت کے برابر یا اس سے کم وبیش ہو سکتا ہے۔

(iii) قاتل اگر مقتول کا وارث بنتا ہو اور عاقل وبالغ ہو تو وہ میراث سے محروم ہوگا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى۔ (سورہ بقرہ: **178**)

اے ایمان والوتم پر قانون قصاص فرض کیا گیا ہے قتل عمد کے مقتولین کے بارے میں یعنی ہر قاتل آزاد آدمی قتل کیا جائے ہر دوسرے مقتول آزاد آدمی کے عوض میں اوراسی طرح ہر قاتل غلام دوسرے ہر مقتول غلام کے عوض میں اوراسی طرح ہر قاتل عورت دوسری ہر مقتول عورت کے عوض میں۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (سورہ بقرہ: 179)

اوراے عقلمند لوگو اس قانون قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے (کیونکہ اس قانون کے خوف سے لوگ ارتکاب قتل سے ڈریں گے تو کئی جانیں بچیں گی ہم) امید کرتے ہیں کہ تم (لوگ ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے) پرہیز رکھو گے۔

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ۔ (سورہ بقرہ 178)

جس قاتل کو اس کے فریق مقدمہ کی طرف سے کچھ معافی ہو جائے (مگر پوری معافی نہ ہوتو اس کی وجہ سے سزائے قتل سے تو وہ بری ہو گیا لیکن دیت یعنی خون بہا کے طور پر مال کی ایک معین مقدار قاتل کے ذمہ واجب ہو جائے گی تو اس وقت فریقین کے ذمہ ان دو باتوں کی رعایت ضروری ہے۔ مدعی یعنی مقتول کے وارث کے ذمہ) تو معقول طور پر اس مال کا مطالبہ کرنا ہے (کہ اس کو زیادہ تنگ نہ کرے) اور (مدعا علیہ یعنی قاتل کے ذمہ) خوبی کے ساتھ اس مال کا اس مدعی کے پاس پہنچا دینا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَمَدُ قَوَدٌ اِلَّا اَنْ يَعْفُوَ وَلِيُّ الْمَقْتُوْلِ (ابن ابی شیبہ)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جان بوجھ کر (آلۂ جارحہ سے) قتل کرنے میں قصاص ہے الا یہ کہ مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر دے (خواہ خون بہا لے کر یا ویسے ہی)۔

عَنْ أَبِيْ شُرَيْحِ الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَأَهْلُهٗ بَيْنَ خَيْرَتَيْنِ إِنْ أَحَبُّوْا فَلَهُمُ الْقَتْلُ وَإِنْ أَحَبُّوْا فَلَهُمُ الْعَفْوُ (الام للشافعی)

ابو شریح کعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی (جان بوجھ

کر آلہٴ جارحہ سے) قتل کیا جائے تو اس کے گھر والوں کو دو اختیار ہوں گے اگر چاہیں تو (قاتل کے) قتل کو اختیار کریں اور اگر چاہیں تو (قاتل کو) معاف کر دیں۔

عن عبداللہ بن عمرو ان النبی ﷺ قال لیس للقاتل شیٔ...... ولایرث القاتل شیئا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا قاتل کے لیے مقتول کے مال میں کچھ میراث نہیں......اور قاتل وراثت میں سے کچھ نہ پائے گا۔

2- قتل شبہ عمد

وہ قتل ہے جس میں ضرب تو عمداً لگائی لیکن ایسے آلہ کے ساتھ جو تفریق اعضاء نہیں کرتا جیسا کہ پتھر اور لکڑی جو دھار دار نہ ہو۔

حکم: i- قاتل کو گناہ ہوتا ہے اور کفارہ کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ دیت مغلظہ بھی آتی ہے۔

ii- قاتل اگر مقتول کا وارث ہو اور عاقل بالغ ہو تو میراث سے محروم ہوگا۔

3- قتل خطا

اس کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

i- قاتل کو سمجھنے میں خطا ہوئی مثلاً شکاری نے شکار سمجھ کر نشانہ لگایا لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی انسان تھا۔

ii- قاتل کے نشانہ لگانے میں خطا ہو جائے مثلاً ایک نشانہ پر مارا لیکن وہ خطا ہو کر کسی آدمی کو لگ گیا یا نشانہ پر لگ کر پھر کسی آدمی کو لگا جس سے وہ مر گیا۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا...... فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔ (سورہ نساء: 93)۔

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو ابتداءً قتل کرے لیکن غلطی سے ہو جائے تو اور بات ہے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے اور خون بہا بھی واجب ہے جو اس مقتول کے خاندان والوں کو یعنی ان میں جو وارث

ہیں بقدر حصص میراث حوالہ کردی جائے......پھر جن صورتوں میں غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے جس شخص کو غلام یا لونڈی نہ ملے یا اس کے پاس اتنے دام نہ ہوں کہ خرید سکے تو اس کے ذمہ لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں۔

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ كَانَ الْحَارِثُ بْنُ يَزِيْدَ يُعَذِّبُ عَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ ثُمَّ خَرَجَ الْحَارِثُ بْنُ يَزِيْدَ مُتَأَخِّراً إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَقِيَهُ عَيَّاشٌ بِالْحَرَّةِ فَعَلَاهُ بِالسَّيْفِ حَتّٰى سَكَتَ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ كَافِرٌ ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً الآيه۔ فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ قُمْ فَحَرِّرْ۔ (ابن جریر)

عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حارث بن یزید (حالت کفر میں) عیاش بن ابی ربیعہ کو (جو مسلمان ہو چکے تھے) سخت تکلیف دیا کرتا تھا۔ بعد میں حارث بن یزید (مسلمان ہوکر) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری کی نیت سے نکلے۔حرہ کے مقام پر ان کو عیاش بن ربیعہ ملے جنہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ ابھی تک کافر ہیں ان پر تلوار اٹھا کر ماری اور ٹھنڈا کر دیا۔ پھر عیاش نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا (کہ اس طرح انہوں نے حارث بن یزید کو قتل کر دیا ہے) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً (کسی مومن کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کرے مگر یہ کہ خطا سے ہو)۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور (عیاش بن ابی ربیعہ سے) فرمایا کھڑے ہو اور (کفارہ میں) غلام آزاد کرو۔

4- قائم مقام خطا

اس میں قاتل کی طرف سے مارنے کا کوئی اختیاری فعل نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے غیر اختیاری فعل کی وجہ سے دوسرے کی جان جاتی ہے۔ مثلاً:

i- سویا ہوا شخص کسی دوسرے سوئے ہوئے پر پلٹ گیا جیسے ماں اپنے نومولود بچے پر پلٹ گئی جس سے وہ بچہ مر گیا۔

ii- کسی اونچی جگہ بیٹھے شخص کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی کا تختہ گرا جو نیچے کھڑے کسی شخص کو لگا اور وہ مر گیا۔

iii- آدمی کسی سواری مثلاً گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہو اور وہ سواری کسی دوسرے آدمی کو روند

ڈالے۔

iii- ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہو اور اس کی کوتاہی سے حادثہ میں کوئی شخص مر جائے۔

حکم i- قاتل کے ذمے کفارہ ہوتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن کے ذمے دیت آتی ہے۔

ii- اس میں گناہ بھی ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی بنا پر کم ہوتا ہے۔

iii- قاتل اگر مقتول کا وارث ہو اور عاقل و بالغ ہو تو میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔

5- قتل بسبب

i- کسی ایسی زمین میں جو اپنی مملوکہ نہ ہو بلا اجازت کوئی کنواں یا گڑھا کھودا یا اس میں پتھر رکھ دیا جس کی وجہ سے کوئی شخص اس میں گر کر یا ٹکرا کر مر گیا۔

ii- سڑک پر کیلے یا خربوزے وغیرہ کے چھلکے پھینک دیے اور اس کی وجہ سے پھسل کر کوئی شخص مر گیا یا کچے رستے میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جس سے کیچڑ و پھسلن پیدا ہو گئی اور اس سے کوئی شخص لاعلمی میں مثلاً رات کے وقت یا کوئی نابینا پھسل کر مر گیا۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَنْ حَضَرَ بِئْرًا أَوْ أَعْرَضَ عُودًا فَأَصَابَ إِنْسَانًا ضَمَنَ (عبدالرزاق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے کسی گزرگاہ میں یا کسی دوسرے کی جگہ میں کنواں (یا گڑھا) کھودا یا کوئی لکڑی رستے میں رکھ دی (اور اس کی وجہ سے کوئی انسان گر کر یا الجھ کر مر گیا) تو اس کو مرنے والے کی دیت کا تاوان دینا ہوگا۔

حکم: قاتل کی برادری یا یونین پر دیت آتی ہے اور قاتل کو گناہ تو نہیں ہوتا البتہ دوسرے کی ملک میں پتھر رکھنے یا گڑھا کھودنے اور سڑک پر چھلکے پھینکنے یا نقصان دہ چھڑکاؤ کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔

وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں

مسئلہ: بچے اور مجنون (پاگل) پر قصاص نہیں آتا کیونکہ قصاص قتل عمد پر ہوتا ہے جب کہ ان دونوں کا عمد (Intention) نہیں ہوا کرتا۔[1]

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ

أُتِيَ بِمَجۡنُوۡنٍ قَتَلَ رَجُلاً فَكَتَبَ إِلَيۡهِ مُعَاوِيَةُ أَنۡ اَعۡقِلۡهُ وَلَا تَقُدۡ مِنۡهُ فَإِنَّهٗ لَيۡسَ عَلٰى مَجۡنُوۡنٍ قَوَدٌ (مؤطا مالك)

یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ایسے دیوانہ کو لایا گیا ہے جس نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے (تو آپ بتائیے کہ میں اس کا کیا کروں) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا کہ دیوانہ سے صرف دیت لو۔ اس سے قصاص نہ لو کیونکہ دیوانہ پر قصاص نہیں ہوتا۔

مسئلہ: قاتل کے خلاف قصاص میں قتل کئے جانے کا فیصلہ دیدیا گیا لیکن اس غرض سے وہ ابھی مقتول کے وارثوں کے سپرد نہیں کیا گیا تھا کہ اس پر جنون طاری ہو گیا تو اب اس کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر دیت آئے گی۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب قتل عمد کرنے والے قاتل پر فیصلہ سنائے جانے سے پیشتر جنون طاری ہو جائے۔[2]

مسئلہ: اگر مقتول کے وارثوں کے حوالے کئے جانے کے بعد قاتل پر جنون طاری ہوا تو اسے قصاص میں قتل کیا جا سکتا ہے۔[3]

مسئلہ: جس شخص کو جنون بھی ہوتا ہو اور افاقہ بھی ہوتا ہو تو اگر اس نے افاقہ کی حالت میں قتل کیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر افاقہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد قصاص لئے جانے سے پیشتر مستقل جنون لاحق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔[4]

مسئلہ: کسی عاقل نے مجنون (پاگل) شخص کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔[5]

مسئلہ: ناجائز نشہ میں مدہوش کسی کو قتل کر دے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

عَنۡ مَالِكٍ أَنَّ مَرۡوَانَ بۡنَ الۡحَكَمِ كَتَبَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ بۡنِ أَبِيۡ سُفۡيَانَ يَذۡكُرُ أَنَّهٗ أُتِيَ بِسَكۡرَانَ قَدۡ قَتَلَ رَجُلاً فَكَتَبَ إِلَيۡهِ مُعَاوِيَةُ أَنِ اقۡتُلۡهُ (مؤطا مالك)

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ (میرے پاس) نشہ میں مدہوش ایسے شخص کو لایا گیا ہے جس نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے (تو بتائیے میں اس کا کیا کروں) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا کہ اس قاتل کو قتل کر دو۔

مسئلہ: اسی طرح اگر سالم اعضاء والے شخص نے نابینا یا دائمی مریض یا لنگڑے لولے شخص کو

قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا بلکہ یہاں تک کہ اگر مقتول ایسا ہو کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اور اسی طرح اس کے آلات تناسل بھی کٹے ہوئے ہوں اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا بھی ہو تب بھی سالم اعضاء والے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔(6)

مسئلہ: کسی شخص کو زہر پلایا جس سے وہ مر گیا تو اگر زہر اس کو پکڑایا تھا اور متوفی نے یہ جانے بغیر کہ وہ کیا چیز ہے کھا پی لی اور مر گیا یا مجرم نے کسی شربت وغیرہ میں زہر ملا کر دیا اور متوفی نے وہ لے کر پی لیا جس سے وہ مر گیا تو زہر پلانے والے پر قصاص و دیت نہیں آئے گی البتہ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور اس کو تعزیر بھی کی جائے گی۔ اور اگر خود زہر متوفی کے ہونٹوں میں ٹپکایا یا اس کو زہر پینے پر مجبور کر دیا تو پلانے والے کی برادری وغیرہ پر دیت آئے گی۔(7)

مسئلہ: ایک نے کسی کی گردن کاٹی اور گلے کا تھوڑا سا حصہ باقی رہا۔ ابھی روح باقی تھی کہ دوسرے نے اس کو قتل کر دیا تو قصاص پہلے سے لیا جائے گا نہ کہ دوسرے سے کیونکہ اس وقت وہ مردہ کے حکم میں تھا۔ (البتہ دوسرے کو تعزیر کی جائے گی)(8)

مسئلہ: حالت نزع میں مبتلا شخص کو کسی نے قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اگرچہ قاتل کو علم بھی ہو کہ مقتول زندہ بچنے والا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کبھی نزع کے مشابہ حالت میں ہوتا ہے بلکہ کبھی ایسا ساکن و ساکت ہو جاتا ہے کہ اس کو مردہ خیال کیا جانے لگتا ہے لیکن پھر طبیعت بحال ہو جاتی ہے اور افاقہ ہو جاتا ہے۔(9)

مسئلہ: ایک شخص کا کسی نے دھار دار آلے سے پیٹ چاک کر دیا اور دوسرے نے بعد میں اس کی گردن اڑا دی۔ تو اگر پیٹ چاک کئے جانے کے بعد مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان تھا تو قصاص میں گردن اڑانے والے کو قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان نہ تھا تو پیٹ چاک کرنے والے کو قتل کیا جائے گا جبکہ گردن اڑانے والے کو تعزیر کی جائے گی۔(10)

مسئلہ: عمداً ایک شخص کو زخمی کیا۔ زخمی صاحب فراش رہ کر مر گیا تو مجرم کو قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ متوفی کی موت کا ظاہر سبب وہ زخم ہے۔ البتہ اگر زخم کے تسلسل میں انقطاع پایا گیا مثلاً یہ کہ زخم بھر گیا تھا یا کسی اور شخص نے اس زخمی کی گردن اڑا دی تو زخم لگانے والے پر قصاص نہیں آئے گا۔(11)

مسئلہ: ایک شخص کو زخمی کیا اور وہ زخمی شخص مر گیا۔ مقتول کے وارثوں نے اس بات پر گواہ و

ثبوت پیش کئے کہ وہ زخم کے سبب سے مرا ہے۔ جبکہ مجرم نے گواہ وثبوت پیش کئے کہ زخمی کے زخم بھر گئے تھے اور ایک مدت کے بعد وہ کسی اور سبب سے یا اپنی قدرتی موت مرا ہے تو مقتول کے وارثوں کے گواہوں اور ثبوت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ (12)

مسئلہ: مجنون نے کسی شخص پر ہتھیار اٹھایا اور اس حالت میں اس شخص نے مجنون کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی۔ (13)

قصاص کس طرح لیا جائے

شریعت کا طے شدہ قاعدہ اس حدیث میں مذکور ہے عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قصاص صرف تلوار کے ذریعہ ہوتا ہے۔

تلوار کے ساتھ نیزہ وخنجر جیسے ہتھیار بھی ملحق ہیں۔ سزائے قتل میں پھانسی دینے کا جو طریقہ رائج ہے یہ غیر شرعی ہے۔ کیونکہ اس میں تلوار یا اس جیسے کسی ہتھیار کا استعمال نہیں ہوتا۔ (14)

اعضاء وجوارح میں وجوب قصاص

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ۔ (سورہ مائدہ: **45**)

اور ہم نے ان یہود پر اس تورات میں یہ بات فرض کی تھی کہ اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل کرے یا زخمی کرے اور صاحب حق دعوی کرے تو جان بدلے جان کے لی جائے گی اور آنکھ بدلے آنکھ کے پھوڑی جائے گی اور ناک بدلے ناک کے کاٹی جائے گی اور کان بدلے کان کے کاٹا جائے گا اور دانت بدلے دانت کے توڑا جائے گا اور اسی طرح دوسرے خاص زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے جو زخمی کے مطالبہ پر لیا جائے گا پھر جو شخص اس قصاص یعنی برابر کے بدلہ کو معاف کر دے تو وہ معافی اس معاف کرنے والے کے لئے اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

قواعد وضوابط

1- ان میں ہتھیار وغیر ہتھیار کے استعمال کا حکم ایک ہی ہے۔

2- قصاص ہر اس زخم میں ہوگا جس میں مماثلت کی رعایت ممکن ہو۔ اور اگر یہ رعایت ممکن نہ ہوتو پھر قصاص نہیں آتا بلکہ دیت لازم آتی ہے۔

ہاتھ بازو اور ٹانگ: مسئلہ: اگر قطع کرنے والے کا ہاتھ شل لیکن قابل انتفاع ہو یا ناقص انگلیوں والا ہوتو مجروح کو خیار حاصل ہوگا کہ قصاص وصول کرے یا دیت لے۔[15]

مسئلہ: اگر قطع کرتے وقت قاطع کا ہاتھ صحیح تھا بعد میں شل ہوا تو مجروح کو دیت نہ ملے گی کیونکہ اس کا حق قاطع وجارح کے ہاتھ کے ساتھ وابستہ تھا۔[16]

مسئلہ: ٹانگ اور بازو اگر درمیان سے کٹے ہوں تو مماثلت ممکن نہ ہونے کی بنا پر قصاص نہ ہوگا۔[17]

مسئلہ: ہاتھ، بازو، ٹانگ اور انگلیوں کو جوڑ سے کاٹنے میں قصاص ہوتا ہے۔[18]

مسئلہ: قاطع کا ہاتھ صحیح سالم تھا جبکہ مجروح کا ہاتھ شل تھا تو قصاص نہیں ہوگا۔[19]

ناک کا نرم حصہ: اگر مجرم کی ناک نسبتاً چھوٹی ہو یا اس کے سونگھنے کی حس ختم ہوچکی ہو یا اس کی ناک میں کچھ اور نقص ہوتو مجروح کو حق حاصل ہوگا کہ چاہے تو مجرم کی ناک کاٹنے کا مطالبہ کرے اور چاہے تو دیت لے لے۔[20]

کان: پورے یا کچھ کان کاٹنے میں زخم کی حدود ایسی ہوں کہ مجرم میں اس کی مماثلت کی رعایت کرنا ممکن ہوتو قصاص آئے گا۔ اگر مجرم کا کان چھوٹا ہو یا پھٹا ہوا ہو یا چرا ہوا ہو یا کٹا ہوا ہو اور مجروح کا کان بڑا ہو یا سالم ہوتو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت طلب کرے اور اگر مجروح کا کان ناقص ہوتو پھر اس کو مناسب تاوان ملے گا۔[21]

آنکھ کی بینائی زائل کرنے پر: آنکھ پر ضرب لگائی جس سے بینائی زائل ہوگئی لیکن آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ باقی رہا تو دیکھیں گے:

i- اگر دو ماہرین امراض چشم یہ فیصلہ دیدیں کہ بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی ہے تو قصاص لیا جائے گا۔ اور کسی بھی قدیم یا جدید طریقے سے مجرم کی بینائی ختم کی جائے گی۔

ii- اور اگر بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

iii- اور اگر بینائی لوٹ آئی لیکن اس میں کمی رہی پوری بحال نہیں ہوئی تو مناسب تاوان دلایا

جائے گا۔[22]

عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ قَالَ لَطَمَ رَجُلٌ رَجُلًا فَذَهَبَ بَصَرُهُ وَعَيْنُهُ قَائِمَةٌ فَأَرَادُوْا أَنْ يُّقِيْدُوْهُ مِنْهُ فَأَعْيَا عَلَيْهِمْ وَعَلَى النَّاسِ كَيْفَ يُقِيْدُوْنَهُ وَجَعَلُوْا لَا يَدْرُوْنَ كَيْفَ يَصْنَعُوْنَ فَأَتَاهُمْ عَلِيٌّ فَأَمَرَبِهِ فَجَعَلَ عَلٰى وَجْهِهٖ كُرْسُفًا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ الشَّمْسَ وَأَدْنٰى مِنْ عَيْنِهٖ مِرْآةً فَالْتَمَعَ بَصَرُهُ وَعَيْنُهُ قَائِمَةٌ (زیلعی)

حکم بن عتیبہ کہتے ہیں ایک شخص نے دوسرے کے (چہرے پر) تھپڑ مارا جس سے دوسرے کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی اگرچہ آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ قائم رہا۔لوگوں کا ارادہ ہوا کہ اس سے قصاص لیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے قصاص کیسے لیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور انہوں نے (آنکھ کے علاوہ) باقی چہرے پر روئی رکھ دی پھر اس کو سورج کے رخ پر کیا اور ایک آئینہ اس کی آنکھ کے قریب لائے۔(سورج کی روشنی جب آئینہ سے منعکس ہو کر آنکھوں پر پڑی تو) اس کے اثر سے اس کی بصارت جاتی رہی اگرچہ آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ باقی رہا۔

مسئلہ: آنکھ پر ضرب لگائی جس سے آنکھ پر سفیدی آگئی اور اس کی وجہ سے بینائی باقی نہ رہی تو قصاص نہیں ہوگا۔

آنکھ پھوڑنے پر: مجرم کی آنکھ میں سفیدی ہو جس کی بنا پر اس کی بینائی کمزور ہو تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے چاہے دیت لے۔

بھینگی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہے۔دائیں آنکھ پھوڑی جبکہ مجرم کی بائیں آنکھ بیکار تھی تو قصاص میں مجرم کی دائیں آنکھ پھوڑی جائے گی اگرچہ وہ اس طرح مکمل طور پر نابینا رہ جاتا ہے۔[23]

دانت توڑنے پر

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ

عِبَادِ اللّٰہِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰہِ لَأَبَرَّہٗ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کی پھوپھی ربیع نے ایک انصاری لڑکی کا سامنے کا دانت توڑ دیا۔ لڑکی کے گھر والے قصاص کا مطالبہ لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اس پر حضرت انس کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ کی قسم (میری) اس (بہن) کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس (بن نضر) اللہ کی کتاب قصاص (کا حکم دیتی) ہے۔ (بعد میں) لڑکی کے لوگوں نے راضی ہو کر دیت وصول کر لی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اگر اللہ پر قسم کھا لیں تو اللہ ان کی قسم کو سچا کر دیتے ہیں (اور انس بن نضر کی قسم کو اللہ نے ایسے سچا کر دیا)۔

مسئلہ: ضرب لگا کر کسی کا دانت اکھیڑ دیا تو اگر بلا کسی ضرر کے مجرم کا دانت اکھیڑا جا سکتا ہو تو قصاص میں اسکا دانت اکھیڑا جائے گا اور اگر مسوڑھوں یا دوسرے دانتوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے جب دانت آپس میں بہت ملے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان مناسب خلا نہ ہو تو ریتی سے مسوڑھے تک اس کو گھسا جائے گا۔[26]

مسئلہ: اگر مجرم کا دانت سیاہ، زرد، سبز یا سرخ ہو تو مضروب کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دیت وصول کرے۔[27]

مسئلہ: اگر مضروب کا دانت ہی عیب دار تھا تو قصاص نہیں لے سکے گا البتہ اس کو مناسب تاوان ملے گا۔[28]

مسئلہ: قصاص لینے میں گرائے ہوئے دانت کی قسم اور اس کے اوپر والے یا نیچے والے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔[29]

مسئلہ: ضرب سے دانت چوڑائی میں نامکمل ٹوٹ گیا تو اگر باقی دانت سیاہ نہ ہوا تو قصاص آئے گا اور جتنا دانت ٹوٹا ہے اتنی مقدار میں مجرم کے دانت کو گھسا جائے گا اور اگر باقی دانت سیاہ ہو گیا تو قصاص نہیں آئے گا البتہ دیت آئے گی۔ مضروب کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ ٹوٹی ہوئی مقدار کے برابر قصاص لے۔ اور اگر دانت لمبائی میں ٹوٹا تو قصاص نہیں ہوگا بلکہ مضروب کو مناسب تاوان ملے گا۔[30]

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ يَدَهٗ مِنْ فِيْهِ فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ فَاخْتَصَمُوْا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَعِضُّ أَحَدُكُمْ يَدَ أَخِيْهِ كَمَا يَعِضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَهٗ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ چبا ڈالا۔ زخمی شخص نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے زور سے چبانے والے کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ کر گر گئے۔ لوگ مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا تم میں سے ایک اونٹ کی طرح اپنے بھائی کا ہاتھ چباتا ہے (اور پھر بدلہ چاہتا ہے) اس کے لئے (قصاص بھی نہیں ہے اور) دیت (بھی) نہیں ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کا ہاتھ منہ میں لے کر دانتوں سے کاٹا۔ زخمی نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا جس سے مجرم کا دانت اکھڑ گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ضرب سے دانت کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا پھر باقی خود بخود گر گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔[31]

مسئلہ: اگر ضرب لگنے سے دانت ہلنے لگا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر گرا نہیں تو علاج کیلئے مناسب تاوان ملے گا اور اگر گر گیا تو عمد کی صورت میں قصاص ہوگا اور خطا کی صورت میں دیت آئے گی۔[32]

مسئلہ: دانت ہلنے کی صورت میں مضروب سال کی مہلت کے بعد آیا اور اس کا دانت گرا ہوا تھا اور ضارب و مضروب میں اختلاف ہوا کہ دانت ضرب کی وجہ سے گرا ہے یا نہیں تو اگر دانت سال کے دوران گرا ہو تو مضروب کے قول کو ترجیح ہوگی کہ دانت ضارب کی ضرب کے سبب سے گرا ہے اور اگر دانت سال کے بعد گرا ہو تو ضارب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی کہ دانت اس کی ضرب کی وجہ سے نہیں گرا ہے۔[33]

مسئلہ: بچے کا دانت اکھاڑنے میں ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر دوسرا دانت اگ آیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا ورنہ قصاص لیا جائے گا۔[34]

مسئلہ: ایک شخص کی ضرب سے دانت سیاہ ہو گیا بعد میں دوسرے شخص کی ضرب سے وہ دانت اکھڑ گیا تو پہلے شخص کے ذمے پوری دیت آئے گی جبکہ دوسرے کے ذمے مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: قصاص میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا کہ مجرم کا دانت مضروب کے مقابلے میں بڑا ہے۔[35]

مسئلہ: باکسنگ کھیلتے ہوئے ایک نے درسرے کا دانت توڑ دیا تو قصاص ہوگا اور اگر دونوں ایک دوسرے کو مثلاً مارو مارو کہہ رہے تھے تو قصاص نہیں ہوگا۔

زبان: مسئلہ: زبان خواہ پوری کاٹی گئی ہو یا اس کا کچھ حصہ بہرحال قصاص نہیں آتا بلکہ دیت آتی ہے خواہ بالغ شخص کی ہو یا چھوٹے بولنے والے بچے کی۔[36]

مسئلہ: گونگا اور شیر خوار بچہ کہ جس نے صرف رونے کی آواز نکالی ہو اس کی زبان کاٹنے میں بھی قصاص نہیں ہوتا بلکہ مناسب تاوان ہوتا ہے۔[37]

عضو تناسل: مسئلہ: تنہا حشفہ (Glans penis) کاٹا ہو تو اس میں قصاص ہے۔ باقی اس کے علاوہ عضو تناسل کو خواہ درمیان سے کاٹا ہو یا جڑ سے کاٹا ہو قصاص نہیں بلکہ دیت ملے گی۔[38]

مسئلہ: خصی اور عنین کے عضو تناسل کو کاٹنے کی صورت میں مناسب تاوان ملے گا۔[39]

ہونٹ: مسئلہ: ہونٹ پورا کاٹا تو قصاص ہوگا اور اگر ہونٹ کا کچھ حصہ کاٹا تو قصاص نہیں ہو گا۔[39]

زخم

سر اور چہرے کے زخم کو عربی میں شجہ کہتے ہیں جس کی جمع شجاج (Head Injuries) ہے۔ سر اور چہرے کے علاوہ بقیہ جسم پر زخم کو جراحت کہتے ہیں۔

سینہ اور پیٹ کے زخم جائفہ کہلاتے ہیں۔

جراحت کا حکم: ان میں مناسب تاوان آتا ہے اور مناسب تاوان سے یہاں مراد زخم کے ٹھیک ہونے تک مریض کا ذاتی خرچہ اور علاج معالجہ کے اخراجات ہیں۔

شجاج (Head Injuries)

ان کی گیارہ قسمیں ہیں۔[38]

1- حارصہ: جب کہ جلد پر صرف خراش آئے۔

2- دامعہ: کھال اتنی چھل جائے کہ خون نظر آنے لگے لیکن بہے نہیں۔

3- دامیہ: کھال اتنی چھل جائے کہ خون نکل کر بہنے لگے۔

4- باضعہ: پوری کھال کٹ جائے۔

5- متلاحمہ: زخم گوشت تک پہنچ جائے۔

6- سمحاق: جس میں زخم گوشت اور کھوپڑی کے درمیان باریک جھلی(periosteum) تک پہنچ جائے۔

7- موضحہ: جس میں کھوپڑی کی ہڈی نظر آنے لگے۔

8- ھاشمہ: جس میں کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

9- منقلہ: جس میں ہڈی ٹوٹنے کے بعد اپنی جگہ سے ہل جائے۔

10- آمہ: جس میں زخم دماغ کے گرد جھلی(Meninges) تک پہنچ جائے۔

11- دامغہ: جس میں دماغ باہر نکل آئے۔

شجاج کا حکم، مسئلہ: عمداً زخم لگانے میں موضحہ اور اس سے کمتر زخموں میں قصاص آتا ہے جبکہ بقیہ اقسام میں قصاص نہیں آتا۔

مسئلہ: خطا سے زخم لگانے کی صورت میں حارصہ سے سمحاق تک کے زخموں میں مناسب تاوان آتا ہے۔ جبکہ موضحہ میں کل دیت کا بیسواں حصہ، ہاشمہ میں دسواں حصہ، منقلہ میں ساڑھے ساتواں حصہ اور آمہ میں تہائی حصہ ہوتا ہے۔

جائفہ: یہ وہ زخم ہے جو سینہ یا پیٹ کے جوف(Cavity) تک پہنچ جائے۔

مسئلہ: جائفہ میں تہائی دیت واجب ہوتی ہے اور اگر آلہء زخم جوف میں ایک طرف سے داخل ہوکر دوسری طرف سے نکل جائے تو یہ جائفہ کے دو زخم شمار ہونگے لہذا ان میں دو تہائی دیت آئے گی۔

مسئلہ: جائفہ میں بھی قصاص نہیں ہوتا۔[(40)]

مزید مسائل

مسئلہ: جن شجاج میں قصاص نہیں آتا ان میں عمد و خطا کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں

میں دیت آتی ہے۔

مسئلہ: مختلف شجاج و جائفہ میں دیت اس صورت میں نہ ملے گی جب زخم مندمل ہو جائے اوراس کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملزم کے ذمے واجب ہونگے۔اور اگر اندمال کے بعد کچھ اثر خواہ وہ کتنا قلیل ہو باقی رہے تو دیت لازم آئے گی۔

مسئلہ: سراور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر زخموں میں جب ہڈی نظر آنے لگے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور اندمال کے بعد کچھ اثر باقی رہے تو مناسب تاوان ملے گا۔اور اگر زخم کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملیں گے۔

مسئلہ: زخم میں قصاص مجروح کے زخم کے بھر جانے کے بعد لیا جائے گا کیونکہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زخم میں اس وقت تک قصاص لینے سے منع فرمایا ہے جب تک زخمی کا زخم نہ بھر جائے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُسْتَقَادُ مِنَ الْجَرْحِ حَتّٰى يَبْرَأَ (طحاوی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زخم جب تک بھر نہ جائے اس وقت تک قصاص نہ لیا جائے (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ زخم کا اثر سرایت کر جائے اور موت واقع ہو جائے جس میں حکم بدل جاتا ہے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا طَعَنَ رَجُلًا بِقَرْنٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَجَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَقِدْنِيْ قَالَ حَتّٰى تَبْرَءَ ثُمَّ جَاءَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَقِدْنِيْ فَأَقَادَهٗ ثُمَّ جَاءَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَرَجْتُ قَالَ قَدْ نَهَيْتُكَ فَعَصَيْتَنِيْ فَأَبْعَدَكَ اللّٰهُ وَبَطَلَ عَرْجُكَ ثُمَّ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُّقْتَصَّ مِنْ جَرْحٍ حَتّٰى يَبْرَأَ صَاحِبُهٗ (دارقطنی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے پر ایک سینگ مارا (جس سے اس کے زخم ہوگیا) زخمی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول مجھے قصاص دلوا دیجئے۔آپ نے (مشورہ کے طور پر) فرمایا (ٹھہر جاؤ) یہاں تک کہ (تمہارا) زخم بھر جائے۔وہ زخمی پھر آیا اور کہا کہ مجھے قصاص دلوا دیجئے۔آپ ﷺ

نے اس کو قصاص دلوا دیا۔ بعد میں وہ زخمی پھر آیا اور کہا اے اللہ کے رسول (زخم کی وجہ سے) میں لنگڑا ہو گیا ہوں (اس کا بدلہ بھی مجھے دلوائیے) آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں روکا تھا لیکن تم نہیں مانے (اور جلدی قصاص لینے پر اصرار کیا) تو (تمہارے قصاص لینے سے تمہارا معاملہ ختم ہو گیا۔ اس طرح سے) اللہ تعالیٰ نے تمہیں (تمہارے) حق سے دور کر دیا اور تمہاری لنگراہٹ کو باطل یعنی بلا بدل کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (آئندہ کے لئے) زخم بھرنے سے پہلے قصاص لئے جانے سے (حکم کے طور پر) منع فرما دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ زخموں میں انجام کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں احتمال ہوتا ہے کہ زخم سرایت کر جائے اور موت واقع ہو جائے تو اس طرح انجام کے اعتبار سے یہ قتل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ: کوئی نوکدار چیز منہ میں چبھوئی جو دماغ تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: آنکھ میں کوئی تیر وغیرہ لگا جو گدی تک چلا گیا تو (ایک) آنکھ میں نصف دیت اور باقی زخم میں مناسب تاوان ہوگا۔ اور اگر وہ تیر وغیرہ دماغ تک پہنچا تو آنکھ کی دیت کے علاوہ مزید تہائی دیت ملے گی۔

مسئلہ: کوئی باریک نوکدار سلائی ایک کان میں داخل کی اور دوسرے کان تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: موضحہ زخم لگایا جس سے عقل جاتی رہی یا سر کے تمام بال گر گئے اور پھر دوبارہ نہیں اگے تو موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہوگا یعنی دیت سے علیحدہ موضحہ کا ارش نہیں ملے گا۔

تنبیہ: موضحہ کا ارش دیت میں داخل ہونا صرف مذکورہ بالا دو صورتوں میں شمار ہوتا ہے۔

مسئلہ: اور اگر کچھ بال گر گئے تو موضحہ کا ارش واجب ہوگا جس میں بالوں کا ارش بھی داخل شمار ہوگا۔ مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب بال دوبارہ نہ اگے ہوں اور اگر بال دوبارہ اگ آئے اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو گئے تو کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ: ابرو پر موضحہ زخم لگایا جس سے ابرو کے بال گر گئے اور دوبارہ نہیں اگے تو نصف دیت آئے گی جس میں موضحہ کا ارش بھی شمار ہوگا۔

مسئلہ: اگر موضحہ زخم کی وجہ سے مجروح کی سماعت، بصارت یا قوت گویائی زائل ہو جائے تو دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی ملے گا۔

مسئلہ: عمداً موضحہ زخم لگایا جس سے دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا بلکہ آنکھوں اور موضحہ میں دیت ہوگی جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھ میں دیت ہوگی۔[41]

حوالجات

(1,2,3,4) درمختار ص378 ج5
(5) درمختار ص379 ج5
(6) درمختار ص380 ج5
(7) درمختار ص385 ج5
(8,9,10) درمختار ص386 ج5
(11) درمختار ص384 ج5
(12) درمختار ص388 ج5
(13) ردالمختار ص385 ج5
(14,15) درمختار ص394 ج5
(16,17) درمختار ص390 ج5
(18) درمختار ص394 ج5
(19,20,21) ردالمختار ص391 ج5
(22) عالمگیری ص109 ج6
(23,24) درمختار ص391 ج5
(25) ردالمختار ص 391 ج 5
(26) ردالمختار ص392 ج5
(27) درمختار ص392 ج5
(28,29,30) ردالمختار ص392 ج5
(31) عالمگیری ص12 ج6
(32) ردالمختار ص392 ج5
(33) درمختار ص391 ج5
(34) ردالمختار ص393 ج5
(35) درمختار ص394 ج5
(36,37) ردالمختار ص393 ج5
(38) درمختار ص394 ج5
(39) عالمگیری ص28 ج6
(40) ردالمختار ص391 ج5
(41) عالمگیری ص29 ج6

باب:39

دیت

دیت (خون بہا) وہ مال ہوتا ہے جو جان کے بدلے میں ہو اور ارش وہ مال ہوتا ہے جو اعضاء وجوارح پر جنایت کے بدلے میں ہو۔

مسئلہ: قتل خطا، قتل قائم مقام خطا، قتل شبہ عمد اور قتل بسبب میں اور اسی طرح بچے اور مجنون کے قتل کرنے کی صورت میں دیت آتی ہے جو برادری یا یونین کے ذمے ہوتی ہے اور تین سالانہ قسطوں میں واجب ہوتی ہے۔ البتہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دے تو خود اس کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی جو تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ہر وہ قتل عمد جس میں کسی شبہ کی بنا پر قصاص ساقط ہو جائے اس میں قاتل کے اپنے مال میں سے دیت تین سال میں واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہر وہ ارش اور دیت جو باہمی صلح کی بنا پر واجب ہو وہ فوری طور پر واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ: قتل کی دیت کی ادئیگی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف اونٹوں، سونے اور چاندی میں سے کسی ایک میں کی جاسکتی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک گایوں، بھیڑ بکریوں اور کپڑوں کی صورت میں بھی کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: دیت اونٹوں میں ادا کی جائے تو:

i- قتل خطا میں پانچ قسموں کے ہوتے ہیں۔ بیس ایک سال کی اونٹنیاں، بیس ایک سال کے اونٹ، بیس دو سال کی اونٹنیاں، بیس تین سال کے اونٹ اور بیس چار سال کے اونٹ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ دِیَةِ الْخَطَأِ عِشْرُوْنَ حِقَّةً وَعِشْرُوْنَ جَذَعَةً وَعِشْرُوْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ بَنِیْ مَخَاضٍ

ذَکَرٍ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعودص کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قتل خطا کی دیت میں بیس چار سالہ اونٹ اور بیس تین سالہ اونٹ اور بیس دو سالہ اونٹنیاں اور بیس ایک سالہ اونٹنیاں اور بیس ایک سالہ اونٹ ہوتے ہیں۔

ii- اور قتل شبہ عمد میں چار قسموں کے اونٹ ہوتے ہیں۔ پچیس ایک سالہ اونٹنیاں پچیس دو سالہ اونٹنیاں پچیس چار سالہ اونٹ اور پچیس تین سالہ اونٹ

عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ قَالَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فِیْ شِبْهِ الْعَمَدِ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ جَذْعَةَ وخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ بِنَاتُ لَبُوْنٍ وَخمسٌ وَّعِشْرُوْنَ بَنَاتُ مَخَاضٍ (ابوداؤد)

علقمہ اور اسود رحمہما اللہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودص نے فرمایا شبہ عمد (قتل کی دیت) میں پچیس چار سالہ اونٹ اور پچیس تین سالہ اونٹ اور پچیس دو سالہ اونٹنیاں اور پچیس ایک سالہ اونٹنیاں واجب ہوتی ہیں۔

دیگر چیزوں میں اگر دیت ادا کی جائے تو وہ دونوں میں یکساں ہے۔

گائیں	دوسو
بھیڑ بکریاں	دوہزار
کپڑے	دو، دو کپڑوں پر مشتمل دوسو جوڑے۔
سونا	ایک ہزار دینار (4.36 کلوسونا)
چاندی	دس ہزار درہم یعنی 30 کلو چاندی)

مسئلہ: مسلمان ذمی اور ویزا لے کر آئے ہوئے کافر کی دیت برابر ہے۔[1]

مسئلہ: عورت کی دیت اور ارش مرد کی دیت وارش کا نصف ہوتی ہے۔[2]

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ (بیھقی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

تنبیہ: عورت و مرد کی دیت اور ارش مرد کی دیت میں تفاوت چونکہ شریعت سے ثابت ہے

لہذا یہ محل اعتراض تو ہے ہی نہیں البتہ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے عورتوں اور بچوں اور دائمی مریضوں اور اپاہجوں کے خرچے ان کے رشتہ دار مردوں کے ذمے لگائے ہیں جبکہ عورتوں کے ذمے کسی کا کوئی خرچہ نہیں لگایا۔ لہذا مرد کے قتل کی صورت میں احترام نفس کے علاوہ اس کے عیالدار معاشی طور پر بھی متاثر ہوتے ہیں جبکہ عورت کے قتل کی صورت میں صرف احترام نفس کی ہتک ہے اور کچھ نہیں۔ احترام نفس کی حد تک تو دونوں کی دیت برابر ہے۔ البتہ عیالداری کی بنا پر مرد کے وارثوں کو اتنی رقم اور دلوائی جاتی ہے اور اسے بھی دیت شمار کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی قتل کے سبب سے واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: وہ جنایت کہ جس میں کوئی متعین ارش نہیں ہے بلکہ مناسب تاوان ملتا ہے اگر عورت پر ہو تو اس بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ مرد کو ملنے والے تاوان کے مساوی ملے گا اور دوسری یہ کہ اسے نصف ملے گا۔[3]

دِیَت یا اَرْش واجب ہونے کی صورتیں

عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ وَبَعَثَ بِهِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقُرِأَتْ عَلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ هٰذِهٖ نُسْخَتُهَا مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ ﷺ إِلٰى شُرَحْبِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَالْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ أَمَّا بَعْدُ ...... فِي الْأَنْفِ إِذَا أُوْعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الْمَامُوْمَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الإِبِلِ وَفِي الْمُوْضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ (نسائی)

وَفِي رِوَايَةٍ وَفِي الْعَيْنِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الْيَدِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَّةِ

محمد بن حزم رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو ایک تحریر بھیجی جس میں فرائض (میراث کے احکام) اور سنن اور دیتوں کے احکام تھے۔ آپ نے یہ تحریر عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجی اور وہ تحریر اہل یمن کو پڑھ کر سنائی گئی۔ اس تحریر میں (دیت کے) یہ احکام تھے۔

اللہ کے نبی ﷺ کی جانب سے شرحبیل بن عبد کُلال اور حارث بن عبد کُلال کی جانب۔حمد وصلوٰۃ کے بعد......ناک پوری کاٹ دی گئی ہو تو اس میں پوری دیت ہے اور زبان میں پوری دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور دونوں خصیوں میں پوری دیت ہے اور آلہ تناسل میں پوری دیت ہے اور پشت میں پوری دیت ہے اور دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور ایک پاؤں میں نصف دیت ہے اور جو زخم دماغ کے گرد جھلی تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت ہے اور پیٹ کے زخم میں تہائی دیت ہے اور جس زخم میں ہڈی ٹوٹ کر ہل جائے اس میں پندرہ اونٹ ہیں اور ہاتھ پاؤں کی ہر ایک انگلی میں دس اونٹ ہیں (ہر ایک) دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور سر کا وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے اس میں پانچ اونٹ ہیں۔

بالوں میں

مسئلہ: کسی کا سر اس طرح مونڈ دیا کہ بال دوبارہ نہیں اگے تو پوری دیت واجب ہوگی۔ ارش میں مرد عورت، بچے، بڑے سب کا حکم یکساں ہے۔البتہ پہلے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔اگر اس دوران بال نہ اگے تب دیت واجب الادا ہوگی۔[4]

مسئلہ: ابرو کے بال اس طرح مونڈھے یا اکھیڑے کہ بالوں کی جڑ سے پھر بال دوبارہ نہ اگے تو ایک طرف میں نصف دیت اور دونوں طرف میں پوری دیت واجب ہوگی۔[5]

مسئلہ: اسی طرح ایک پلک کے بال کاٹے یا اکھیڑے اور انکی جڑیں برباد کردیں تو چوتھائی دیت ہوگی۔دو پلکوں میں نصف دیت اور چاروں پلکوں میں پوری دیت ہوگی۔[6]

مسئلہ: کسی کی داڑھی اس طرح مونڈ دی کہ کہ پھر دوبارہ سال بھر تک بال نہ اگے تو پوری دیت آئے گی۔اور اگر آدھی داڑھی اس طرح مونڈی تب بھی پوری دیت آئے گی۔[7]

مسئلہ: سر اور داڑھی کے بال مونڈھنے میں عمد اور خطا دونوں کا ایک ہی حکم ہے جو اوپر ذکر ہوا۔

مسئلہ: داڑھی کے اگر ٹھوڑی پر صرف گنتی کے چند بال تھے تو ان کو مونڈھنے کی صورت میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ٹھوڑی اور رخساروں پر بال تھے لیکن متصل نہ تھے تو مناسب تاوان واجب ہوگا جبکہ متصل ہونے کی صورت میں پوری دیت واجب ہوگی۔اور اگر داڑھی کے بال دوبارہ اتنے

ہی اگ آئے جتنے پہلے تھے تو کچھ نہ ملے گا البتہ مجرم کو کچھ تعزیر کی جائے گی۔[8]

مسئلہ: اگر داڑھی پہلے سیاہ تھی۔ اب دوبارہ نکلی تو سفید نکلی تو اس پر مناسب تاوان آئے گا۔[9]

مسئلہ: مونچھیں مونڈھ دیں اور وہ بعد میں دوبارہ نہ اگیں تو مناسب تاوان ہوگا(4)

کان میں

مسئلہ: دونوں اٹھے ہوئے کان خطا سے کاٹنے میں پوری دیت ہوگی جبکہ ایک کان میں نصف دیت ہوگی۔[10]

مسئلہ: خطا سے کاٹے ہوئے کان اگر سوکھے ہوئے یا پست تھے تو مناسب تاوان ملے گا۔[11]

مسئلہ: اگر کانوں پر ضرب لگائی جس سے قوت سماعت ضائع ہوگئی تو پوری دیت ہو گی۔[12]

آنکھوں میں

مسئلہ: خطا سے دونوں آنکھیں پھوڑی گئیں تو کامل دیت ہوگی۔

مسئلہ: کانے کی ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: پپوٹے، پلکوں سمیت کاٹ دیئے تو پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: ایک شخص نے پلکیں کاٹیں اور دوسرے نے پپوٹے کاٹے تو پلکیں کاٹنے والے پر پوری دیت آئے گی اور پپوٹے کاٹنے والے پر مناسب تاوان ہوگا۔[13]

ناک میں

مسئلہ: خطا سے ناک کاٹنے میں کامل دیت ہوگی۔

مسئلہ: ناک کے نرم حصہ کاٹنے میں بھی کامل دیت ہے۔

مسئلہ: اگر ناک کا نصف بانسہ کاٹا تو اس میں کامل دیت ہوگی اور عمد کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ناک پر ضرب لگائی جس سے سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو کامل دیت ہوگی

مسئلہ: بچے کی ناک، کان میں بھی پوری دیت ہوگی۔[16]

دانتوں میں

مسئلہ: ایک دانت میں خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو کل دیت کا بیسواں حصہ آتا ہے۔

مسئلہ: ایسا صرف دانتوں ہی میں ہوتا ہے کہ ان کا ارش جان کی دیت سے متجاوز ہو جائے۔ لہٰذا اگر اٹھائیس دانت گرائے تو چودہ ہزار درہم اور بتیس دانت گرائے تو سولہ ہزار درہم ارش ہوگا۔ یہ رقم تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ضرب لگا کر ایک شخص کا دانت نکال دیا۔ اگر اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ارش ساقط ہو جائے گا جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پورا ارش ملے گا۔

مسئلہ: اگر نکالے ہوئے دانت کی جگہ سیاہ دانت نکلا تو کامل ارش ملے گا۔

مسئلہ: دانت اکھیڑا۔ مجروح نے دانت کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر (مسوڑھوں کا) گوشت چڑھ آیا تب بھی ارش میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

مسئلہ: دانت پر ضرب لگائی جس سے وہ ہلنے لگا تو سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر ہلنا بند ہو گیا لیکن دانت سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کا ارش ملے گا۔ (یعنی پانچ سو درہم) اور اگر دانت پیلا یعنی زرد ہو گیا تو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر دانت سیاہ ہو گیا تو پھر اس صورت میں:

(i) اگر اس سے چبانے کی منفعت زائل ہوگئی تو دانت کا ارش ملے گا۔

(ii) اور اگر چبانے کی منفعت تو زائل نہیں ہوئی لیکن وہ دانت نظر آتا ہو تو منفعت جمال کے فوت ہونے کی بنا پر بھی کامل ارش آئے گا۔

(iii) اور اگر نہ تو چبانے کی منفعت زائل ہوئی اور دانت کے پیچھے ہونے کی وجہ سے جمال کی منفعت بھی فوت نہ ہوئی ہو تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔[15]

زبان کی دیت

مسئلہ: پوری زبان کاٹنے میں کامل دیت ہے۔

مسئلہ: اگر زبان کا کچھ حصہ کاٹا تو

i- اگراس کے بعد مجروح بولنے پرسرے سے قادر نہ ہوا تو مجرم کے ذمے کامل دیت ہوگی۔

ii- اور اگر بعض حروف کی ادائیگی پر قادر ہوا اور بعض پر قادر نہ ہو تو دیت کو حروف پر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ: گونگے کی زبان میں مناسب تاوان ہوگا جبکہ صرف ذائقہ کی منفعت موجود ہو۔

مسئلہ: بچے کی زبان کاٹی تو اگر وہ باتیں کرتا تھا تو کامل دیت ہوگی اور اگر اتنا چھوٹا تھا کہ صرف رونے کی آواز نکلتی تھی تو مناسب تاوان آئے گا۔(16)

جبڑوں کی دیت

مسئلہ: دو جبڑوں میں کامل دیت ہوتی ہے جبکہ ایک جبڑے میں نصف دیت ہوتی ہے۔(17)

قاعدہ: ہاتھ پیر اور ٹانگوں وغیرہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی منفعت کی جنس یا کوئی جمال جو مقصود ہو کامل طور پر فوت ہو جائے تو کامل دیت واجب ہوتی ہے۔(18)

ہاتھ پیروں کی دیت

مسئلہ: دونوں ہاتھ جب خطا سے کاٹے جائیں تو کامل دیت آتی ہے جبکہ ایک ہاتھ میں نصف دیت آتی ہے۔دائیں بائیں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ: خنثی کے ہاتھ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اتنی دیت ہوتی ہے جتنی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مرد کے ہاتھ کی نصف دیت اور عورت کے ہاتھ کی نصف دیت کے مجموعہ کے برابر ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی میں خواہ وہ کوئی سی بھی ہو دیت کا دسواں حصہ آتا ہے وہ انگلی جس میں تین جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: زائد انگلی میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: شل ہاتھ میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: جب بعض انگلیوں سمیت یا تمام انگلیوں سمیت ہتھیلی کو کاٹا تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

i- اگر کٹی ہوئی ہتھیلی میں تین انگلیاں تھیں تب بھی صرف تین انگلیوں کا ارش یعنی تین ہزار درہم

واجب ہوگا۔ ہتھیلی میں کچھ نہ ملے گا۔

ii- اگر ہتھیلی میں ایک یا دو انگلیاں تھیں یا ایک انگلی کا صرف ایک جوڑ لگا ہوا تھا تب بھی صرف انگلی کا حساب کیا جائے گا۔ اور ہتھیلی میں کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے وہ شل ہو گیا تو کامل دیت آئے گی

مسئلہ: اگر انگلی کے اوپر کا جوڑ کاٹ دیا اور باقی انگلی شل اور بالکل بے کار ہوگئی تو قصاص تو نہیں ہوگا البتہ کٹی ہوئی انگلی میں ارش ملے گا۔ اور اگر باقی انگلی بے کار نہ ہوئی تو کٹے ہوئے جوڑ میں ارش اور باقی میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بازو توڑنے کی صورت میں مناسب تاوان آتا ہے

مسئلہ: بازو (arm) کو درمیان سے کاٹا تو ہاتھ کی دیت اور بازو سے ہتھیلی کے درمیان تک کے حصے میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: خطا سے دونوں پاؤں کاٹنے میں کامل دیت ہوتی ہے جبکہ ایک پاؤں کاٹنے میں نصف دیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: بچہ جب تک بیٹھا اور چلا نہ ہو اور نہ ہی اس نے اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دی ہو تو ان میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ اور جب وہ ہاتھ پیروں کو ہلانے لگا ہو تو کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ: لنگڑی ٹانگ کاٹنے میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: آدھی پنڈلی سے ٹانگ خطا سے کاٹی تو پاؤں کی وجہ سے دیت اور بقیہ حصے کی وجہ سے مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: ران کی ہڈی توڑ دی جو جڑ گئی اور سیدھی ہوگئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بازو یا ٹانگ یا اور کسی جگہ کی ہڈی توڑ دی اور وہ جڑ گئی اور جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی تو کچھ دیت وارش نہ ہوگا۔ اور اگر اس میں کچھ ٹیڑھ رہ گیا تو اسی حساب سے دیت آئے گی۔

مسئلہ: انگلی کے پوروں میں مناسب تاوان آتا ہے۔ ناخن اگر دوبارہ پہلے کی طرح اگ آیا تو کچھ ارش نہ ہوگا۔ اور اگر نہ اگا تو مناسب تاوان ہوگا اور اگر اگا لیکن عیب دار اگا تو اس سے کمتر تاوان ہوگا۔

پستان کی دیت

(1) مسئلہ: مرد کے دونوں پستانوں میں مناسب تاوان ہوتا ہے جبکہ اس کے سر پستانوں (Nipples) میں اس سے کمتر تاوان ہوتا ہے۔

مسئلہ: مرد کے ایک پستان میں دو میں واجب ہونے والے تاوان کا نصف ہوگا

مسئلہ: عورت کے دونوں پستانوں میں کامل دیت ہوگی۔ ایسے ہی دونوں سر پستانوں (Nipples) میں پوری دیت ہوگی۔ اور ایک پستان میں نصف دیت ہوگی۔[19]

آلات تناسل کی دیت[20]

مسئلہ: اگر کسی مرد کی پشت پر ضرب لگائی جس سے وہ جماع کرنے کے قابل نہ رہا یا وہ کبڑا ہوگیا تو کامل دیت آئے گی۔ اور اگر نہ تو قوت جماع ضائع ہوئی اور نہ ہی کبڑا پن ہوا البتہ زخم کا اثر باقی رہا تو مناسب تاوان آئے گا اور اگر ضرب کا کچھ اثر باقی نہ رہا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف علاج معالجہ کا خرچہ مجروح کو ملے گا۔

مسئلہ: مرد کے آلہء تناسل (penis) میں کامل دیت ہوگی۔ خصی (Castrated) کے آلہء تناسل میں مناسب تاوان ملے گا خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور خواہ وہ خصی جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ یہی حکم عنین (نامرد Impotent) کے آلہء تناسل کا ہے کہ اس میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ بوڑھا اگر جماع پر قادر نہ ہو اس کے آلہء تناسل میں بھی مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: حشفہ (Glans penis) کاٹنے میں بھی کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ: دونوں خصیتین (Testicles) میں کامل دیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: صحیح سالم شخص کے آلہء تناسل اور خصیتین کو خطا سے کاٹ دیا تو اگر پہلے آلہء تناسل کو کاٹا تو مجرم پر دو دیتیں ہونگی۔ اور اگر پہلے خصیتین کو کاٹا تو خصیتین میں کامل دیت ہوگی اور آلہء تناسل میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: اور اگر ران کی جانب سے دونوں کو اکٹھے ہی کاٹ دیا تو دو دیتیں ہوں گی۔ اگر ایک خصیہ کاٹا اور اس سے منی کا بننا منقطع ہوگیا جو تحقیق سے ثابت ہوگیا یا مجرم اس کو تسلیم کرتا ہو تو پوری دیت لازم ہوگی۔

پیٹ کی دیت

مسئلہ: پیٹ پر چھری وغیرہ سے زخم لگایا جس کی وجہ سے کھانا پیٹ میں نہ ٹھہرتا ہو تو کامل دیت ہوگی۔ (اگر اپریشن کے ذریعہ معدہ یا آنت کو سی دیا جائے اور وہ خامی دور ہو جائے تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قاعدے کے موافق علاج معالجہ کا خرچہ ملنا چاہیئے۔

مسئلہ: اگر ضرب لگانے کی وجہ سے پیشاب نہ رکتا ہو اور سلسل بول کا مرض لاحق ہو گیا ہو تو پوری دیت ملے گی۔

مسئلہ: عورت کی شرمگاہ کو اس طرح کاٹ دیا کہ وہ پیشاب نہ روک سکتی ہو تو پوری دیت ملے گی۔

اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت پر احکام

اسقاط میں دو صورتیں ہیں۔ اول حاملہ نے خود اسقاط کا کوئی طریقہ اختیار کیا۔ دوم حاملہ کی مرضی کے بغیر کسی دوسرے نے زبردستی اسقاط کرا دیا۔

اول صورت میں چند مسائل ہیں۔

1- حاملہ نے شوہر کی اجازت و رضامندی کے بغیر عمداً اسقاط کیا خواہ اس کیلئے کوئی دوائی کھائی یا اپنے پیٹ پر ضرب لگائی یا بہت زیادہ بوجھ اٹھایا اور کوئی جدید و قدیم طریقہ اختیار کیا یا کسی دائی یا ڈاکٹر سے اسقاط کرایا۔ اگرچہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو عورت کی عاقلہ (یعنی اس کی برادری یا کوئی یونین و جمعیت جس سے اس کو مدد و تقویت حاصل ہوتی ہے) کے ذمہ میں ایک سال میں غرہ (یعنی پانچ سو درہم یا ایک سو اکتیس تولے تین ماشہ چاندی) واجب الادا ہوگی۔ البتہ اگر شوہر کی اجازت و رضامندی سے ایسا کیا تو پھر عورت کی عاقلہ پر غرہ کا تاوان نہیں آئے گا۔[1]

2- اگر بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن پھر مر گیا تو عورت کے ذمہ پوری دیت اور کفارہ دونوں آئیں گے۔ اگرچہ شوہر نے اجازت ہی کیوں نہ دی ہو کیونکہ اس صورت میں جرم ایک زندہ جان پر ہوا ہے اور اس میں کسی کے اجازت دینے کا اعتبار نہیں ہوتا۔[2]

3- مذکورہ بالا دونوں حالتوں میں عورت جنین کے مال میں وراثت سے محروم رہے گی۔

-4 جس جنین کے کچھ اعضاء بن گئے ہوں مثلاً ناخن اور بال وغیرہ تو عدت، نفاس اور دیگر احکام میں وہ مثل کامل الخلقت کے ہیں۔

-5 کسی دائی یا ڈاکٹر وغیرہ سے اسقاط کرایا تھا تو اس کے ذمہ تاوان نہیں ہوگا البتہ اسے گناہ ہوگا۔

دوسری صورت میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی نے حاملہ کے پیٹ یا پشت یا کسی اور حصے پر ضرب لگائی ہو یا اچانک زور سے چیخ ماری ہو۔اس میں مندرجہ ذیلی صورتیں ہیں(5)

-1 جنین مردہ پیدا ہوا تو ضارب وغیرہ کی عاقلہ پر ایک سال میں غرہ کا تاوان واجب الادا ہوگا۔

-2 بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن پھر مر گیا تو مکمل دیت لازم آئے گی۔

-3 بچہ مردہ پیدا ہوا پھر ماں مرگئی تو ماں میں دیت اور بچہ میں غرہ دینا ہوگا۔

-4 اگر ماں پہلے مرگئی پھر مردہ بچہ نکلا تو فقط ماں کی دیت آئے گی۔

-5 ماں پہلے مرگئی پھر بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن بعد از پیدائش مر گیا تو دو مکمل دیتیں آئیں گی یعنی ماں کی اور بچہ کی۔

-6 بچہ زندہ پیدا ہوا پھر دونوں ماں اور بچہ مر گئے تو اس صورت میں بھی دو دیتیں ہونگی۔

(امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے عاقلہ کے ذمہ ایک سال میں غرہ کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا تھا)

مسئلہ: اپنی بیوی کے پیٹ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو دیت باپ کی عاقلہ کے ذمہ آئے گی اور خود باپ اس مال میں وراثت سے محروم رہے گا۔

حوالجات

(1) درمختار ص407 ج5

(2,3,4) عالمگیری ص24 ج6

(5) درمختار ص409 ج5

(6) عالمگیری ص24 ج6

(7) درمختار ص408 ج5

(8,9,10,11,12,13,14,15,16) عالمگیری ص24 ج6

(17,18,19) عالمگیری ص26 ج6

(20) عالمگیری ص27 ج6

(21) عالمگیری ص28 ج6

باب:40

حدود

حد (جمع: حدود) = اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہونے والی متعین سزا کو حد کہتے ہیں۔

حدود چند ہیں

(1) حد زنا (2) حد سرقہ (3) حد قطع طریق

(4) حد شرب خمر (5) حد قذف (6) حد ارتداد

زنا کی حد

موجب حد زنا کی تعریف: دار الاسلام میں کسی مکلّف (یعنی عاقل و بالغ) اور قوت گویائی والے کا اپنی خوشی سے حشفہ کے بقدر اپنے آلہءتناسل کو کسی قابل شہوت عورت خواہ وہ قابل شہوت فی الحال ہو یا کبھی رہی ہو اب بوڑھی ہو چکی ہو جو اس کی ملکیت (نکاح وغلامی) اور ملکیت کے شبہ سے خالی ہو اس کی آگے کی راہ میں داخل کرنا۔[1]

حد زنا: یہ محصن مرد و عورت میں رجم یعنی سنگساری ہے جبکہ غیر محصن میں سو کوڑے ہیں۔

محصن: وہ شخص ہوتا ہے جو آزاد ہو عاقل بالغ مسلمان ہو اور جس نے آزاد، عاقل اور بالغ مسلمان عورت سے صحیح نکاح کے بعد جماع کیا ہو۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُذُوْا عَنِّی خُذُوْا عَنِّی قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْیُ سَنَةٍ وَالثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ۔ (مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان زنا کار بیویوں کے لئے (اور ان سے ملوث مردوں کے لئے ضابطہ مقرر فرما دیا ہے۔ غیر شادی شدہ مرد کی غیر شادی شدہ عورت سے بدکاری میں سو کوڑے اور

ایک سال کی جلاوطنی ہے۔(یہی حکم ان مردوں اور عورتوں کا ہے جن کا نکاح ہو چکا ہو لیکن صحبت نہ ہوئی) اور شادی شدہ مرد کی شادی شدہ عورت سے بدکاری میں (جب کہ دونوں پہلے نکاح سے صحبت بھی کر چکے ہوں) سو کوڑے اور رجم ہے۔

مسئلہ: زنا صریح اقرار سے بھی ثابت ہوتا ہے جبکہ اقرار کرنے والا ہوش میں ہو نشے میں نہ ہو اور دوسرے فریق نے اس کی تکذیب نہ کی ہو اور نہ ہی اس کے جھوٹے ہونے پر کوئی دلیل ظاہر ہوئی ہو مثلاً اس کا آلہ تناسل ہی کٹا ہوا ہو یا عورت کے فرج میں سخت رسولی ہو جو دخول penetration کے مانع ہو۔اسی طرح مرد کا اقرار گونگی عورت سے زنا کا نہ ہو اور عورت کا اقرار گونگے مرد سے زنا کا نہ ہو۔[2]

مسئلہ: اگر زنا نشہ کی حالت میں کیا ہو تو حد لگے گی۔

مسئلہ: کسی مریض نے زنا کیا تو اگر حد رجم ہے تو وہ مرض کی حالت ہی میں لگائی جائے گی اور اگر حد کوڑے ہیں تو وہ اس کے تندرست ہونے پر لگائے جائیں گے۔البتہ اگر مریض کے تندرست ہونے سے مایوسی ہو جائے یا وہ انتہائی ضعیف خلقت کا ہو تو پھر اس کو مثلاً کھجور کا ایک خوشہ کہ جس میں سو ٹہنیاں ہوں ایک دفعہ مارا جائے گا اس طور پر کہ وہ تمام ٹہنیاں اس کے بدن کو لگ جائیں۔[3]

عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ اشْتَكَى رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى أَضْنَى فَعَادَ جَلْدَةً عَلَى عَظْمٍ فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ جَارِيَةٌ لِبَعْضِهِمْ فَهَشَّ لَهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالُ قَوْمِهِ يَعُودُونَهُ أَخْبَرَهُمْ بِذٰلِكَ وَقَالَ اِسْتَفْتُوا لِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِّي قَدْ وَقَعْتُ عَلَى جَارِيَةٍ دَخَلَتْ عَلَيَّ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ ﷺ وَقَالُوا مَا رَأَيْنَا بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الضُّرِّ مِثْلَ الَّذِي هُوَ بِهِ لَوْ حَمَلْنَا إِلَيْكَ لَتَفَسَّخَتْ عِظَامُهُ مَا هُوَ إِلَّا جِلْدٌ عَلَى عَظْمٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَأْخُذُوا لَهُ مِائَةَ شِمْرَاخٍ فَيَضْرِبُوهُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً (ابوداؤد)۔

ایک انصاری صحابی سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص بیمار ہوا (اور اس کی بیماری بڑھی) یہاں تک کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا اس کے پاس انصار کی کوئی باندی (کسی کام سے) گئی تو اس کی وجہ سے اس میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے جماع کر بیٹھا۔(بعد میں)

جب اس کی قوم کے لوگ اس کی عیادت کرنے آئے تو اس نے ان کو یہ قصہ سنایا اور کہا آپ لوگ میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں کیونکہ میرے پاس جو باندی آئی میں اس سے جماع کر بیٹھا۔ ان حضرات نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا اور یہ بھی کہا کہ ان کی جو بری حالت ہے ایسی ہم نے کسی کی نہیں دیکھی۔ اگر ہم ان کو آپ کے پاس اٹھا کر لائیں تو ان کی ہڈیاں چیخ جائیں وہ تو بس ہڈیوں کا ڈھانچہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ (چونکہ یہ کنوارے ہیں اور ان میں زنا کی حد سو کوڑے ہیں تو ان کے لئے یہ تدبیر کرو کہ) ان کے لئے کھجور کے سو گچھے لو اور وہ سب ان کو ایک ہی دفعہ ماردو۔

فائدہ: ایسی ہی ایک تدبیر قرآن پاک میں بھی بتائی گئی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی اہلیہ کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ اہلیہ ان کی حالت مرض کی رفیق تھیں اور جان بوجھ کر کوئی قصور بھی نہ کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچا کرنے کی تدبیر بتا دی۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ (سورہ ص: 44)

اور پکڑ و اپنے ہاتھ میں (سو) تنکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لو اور قسم میں جھوٹے نہ بنو۔

مسئلہ: جس کوڑے سے حد لگائی جائے وہ ایسا ہو کہ اس میں گرہیں نہ لگی ہوں دوسرے اس کے مارنے سے تکلیف تو ہوتی ہو لیکن زخم نہ آتا ہو۔[4]

عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِسَوْطٍ فَأُتِيَ بِسَوْطٍ شَدِيدٍ لَهٗ ثَمَرَةٌ فَقَالَ سَوْطٌ دُوْنَ هٰذَا فَأُتِيَ بِسَوْطٍ مَكْسُوْرٍ لِيْنٍ فَقَالَ سَوْطٌ فَوْقَ هٰذَا فَأُتِيَ بِسَوْطٍ بَيْنَ سَوْطَيْنِ فَقَالَ هٰذَا فَأَمَرَ بِهٖ فَجَلَدَهٗ (عبدالرزاق)

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول مجھ سے (کوڑوں کی) حد کا موجب فعل سرزد ہو گیا ہے تو آپ اس کو مجھ پر قائم کر دیجئے (تاکہ میں اس گناہ سے پاک ہو جاؤں) رسول اللہ ﷺ نے ایک چھڑی منگوائی تو ایک سخت چھڑی لائی گئی جس پر گرہیں بھی تھیں۔ آپ نے فرمایا اس سے ہلکی چھڑی لاؤ۔ پھر

چھڑی لائی گئی جو ٹوٹی ہوئی بہت نرم تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کچھ سخت لاؤ۔ (تیسری مرتبہ) ایسی چھڑی لائی گئی جو (سابقہ) دو چھڑیوں کے درمیان کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) یہ (ٹھیک) ہے اور اس کا حکم دیا اور اس شخص کو کوڑے لگوائے۔

عَنْ حَنْظَلَةَ السَّدُوْسِیِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ يُؤْمَرُ بِالسَّوْطِ فَيُقْطَعُ ثَمَرَتُهٗ ثُمَّ يُدَقُّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ حَتّٰى يَلِيْنَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِهٖ قُلْنَا لِأَنَسٍ فِیْ زَمَانِ مَنْ كَانَ هٰذَا قَالَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (ابن ابی شیبہ)

حنظلہ سدوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چھڑی منگوائی جاتی تھی اور (اگر وہ سخت ہوتی تھی تو) اس کی گرہیں کاٹ دی جاتی تھیں پھر اس کو دو پتھروں کے درمیان کوٹا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ نرم ہو جاتی۔ پھر اس سے کوڑے لگائے جاتے تھے۔ حنظلہ کہتے ہیں ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کس کے زمانے کی بات ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے (زمانے کی بات ہے)۔

مسئلہ: اگر مجرم بہت کمزور ہو کہ کوڑے لگانے سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو کوڑا آہستگی سے مارا جائے تاکہ وہ اس کو برداشت کر سکے۔ (5)

مسئلہ: کوڑے جسم کے مختلف حصوں پر لگائے جائیں البتہ سر، چہرے، شرمگاہ، سینہ اور پیٹ پر نہیں مارا جائے گا۔ (6)

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن متواتر پچاس کوڑے لگائے جائیں اور اسی طرح بقیہ پچاس دوسرے دن لگائے جائیں۔ (7)

مسئلہ: بچے اور ناقص العقل پر حد زنا نہیں لگتی کیونکہ ان کے فعل پر زنا کی مذکورہ تعریف صادق نہیں آتی۔

مسئلہ: گونگے پر حد نہیں لگائی جائے گی خواہ اس کے خلاف جرم اس کے تحریر یا اشارہ کے ساتھ اقرار سے ثابت ہوا ہو یا اس کے خلاف گواہی سے۔ البتہ نابینا زنا کا اقرار کرے یا اس کے خلاف شہادت ملے دونوں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (8)

مسئلہ: اگر زانیہ کو حمل ٹھہر چکا ہو تو خواہ اس کی حد رجم ہو یا کوڑے ہوں وضع حمل سے پیشتر اس پر حد نہیں لگائی جائے گی تاکہ بچہ ہلاک نہ ہو جو بے قصور ہے۔ پھر اگر حد رجم ہے تو اگر کوئی بچے

کی پرورش کرنے والا موجود ہوتو وضع حمل کے فوراً بعد رجم کیا جائے گا اور اگر کوئی پرورش کرنے والا نہ ہوتو حد کا نفاذ اس وقت تک ملتوی رکھا جائے گا جب تک بچہ خود کھانے پینے نہ لگے۔ اور اگر حد کوڑے ہوں تو وہ نفاس سے فراغت کے بعد لگائے جائیں گے۔(9)

مسئلہ: اگر زانیہ جس کا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو حمل کا دعوی کرے تو اس کا معائنہ کرایا جائے گا۔ اگر حمل ثابت ہوتو مدت حمل میں اس کو قید میں رکھا جائے گا اس کے بعد اگر اس کی حد رجم ہوتو اس کو رجم کیا جائے گا۔(10)

مسئلہ: کوڑے لگاتے ہوئے ان دو باتوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے

(1) مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اونچا نہ کرے۔

(2) اور نہ ہی جسم پر کوڑا لگنے کے بعد جسم پر کوڑے کو کھینچے۔(11)

حد سرقہ

پہلی دفعہ چوری کرنے میں کلائی کے جوڑ سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ دوسرے مرتبہ چوری کرنے پر ٹخنوں سے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔(12)

عَنۡ إِبۡرَاهِيۡمَ النَّخۡعِيِّ قَالَ فِيۡ قِرَاءَ تِنَا وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ تُقۡطَعُ أَيۡمَا نُهُمۡ (بیهقی)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہماری قراءت میں (جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حدیث کی حیثیت رکھتی ہے یوں) ہے چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کاٹو۔

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الۡمَفۡصَلِ (کامل ابن عدی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (کلائی کے) جوڑ سے ہاتھ کٹوایا۔

عَنۡ عُمَرَ أَنَّهٗ كَانَ يَقۡطَعُ السَّارِقَ مِنَ الۡمَفۡصَلِ (بیهقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ چور کا ہاتھ (کلائی کے) جوڑ سے کٹواتے تھے۔

مسئلہ: دایاں ہاتھ اس وقت بھی کاٹا جائے گا جبکہ وہ شل ہو یا اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا اس کا انگوٹھا کٹا ہوا ہو۔(13)

مسئلہ: سخت گرمی اور سخت سردی میں جبکہ ہاتھ کاٹنے سے جان جانے کا خطرہ ہوتو موسم کے

معتدل ہونے تک چور کو قید میں رکھیں گے اور ابھی اس کا ہاتھ نہیں کاٹیں گے۔ یہی حکم شدید مرض کی حالت میں بھی ہے۔[14]

مسئلہ: ہاتھ کاٹنے کے بعد خون روکنے کی کوشش کرنا واجب ہے خواہ وہ خوب گرم تیل سے داغنے کے ذریعہ سے ہو یا کسی اور جدید طریقے سے۔[15]

مسئلہ: ہاتھ کاٹنے کا اور خون روکنے کا ان دونوں کا خرچہ چور کے ذمے ہے کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔[16]

مسئلہ: اگر چور تیسری مرتبہ چوری میں ملوث ہو کر گرفتار ہو (اور پہلی چوریوں کے سبب سے اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جا چکا ہو) تو اس مرتبہ اس کا کوئی اور ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے بلکہ اس کو قید اور ضرب کی سزا دیں گے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔[17]

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ إِذَا سَرَقَ السَّارِقُ مِرَارًا قَطَعْتُ يَدَهٗ وَ رِجْلَهٗ ثُمَّ إِنْ عَادَ اِسْتَوْدَعْتُهُ السِّجْنَ (ابن ابی شیبه)

شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جب چور متعدد بار چوری کرے تو میں (پہلے) اس کا (دایاں) ہاتھ (کاٹوں گا اور دوسری مرتبہ میں) اس کا (بایاں) پاؤں کاٹوں گا پھر بھی اگر وہ چوری کا اعادہ کرے تو میں اس کے (مزید ہاتھ پیر نہ کاٹوں گا بلکہ) میں اس کو قید میں ڈال دوں گا۔

مسئلہ: اگر چور کا بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہو یا بایاں ہاتھ شل ہو یا انگوٹھے کے علاوہ دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو اس کا دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کا دایاں پاؤں کٹا ہوا ہو یا شل ہو تو اسکا بایاں پاؤں نہیں کاٹا جائے گا۔ بلکہ توبہ کرنے تک اس کو قید خانہ میں رکھا جائے گا۔[18]

مسئلہ: قاضی نے ہاتھ کاٹنے والے کو دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس نے عمداً یا سہواً بجائے دائیں کے بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو کاٹنے والے پر کچھ ضمان نہ آئے گا اور اگر قاضی نے مطلق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور پھر بایاں ہاتھ کاٹا تو بطریق اولی تاوان نہیں ہوگا۔ عدم تاوان کا حکم اس صورت میں بھی ہے جب مامور کے علاوہ کوئی دوسرا شخص چور کا بایاں ہاتھ کاٹ دے۔[19]

رہزنی اور ڈکیتی پر حد

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡتُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ۔ (سورہ مائدہ: 33)

جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور (اس کی صورت یہ ہے کہ) ملک میں فساد (یعنی بدامنی) پھیلاتے پھرتے ہیں (جس سے یہاں مراد مسلمان یا ذمی پر ڈکیتی و راہزنی ہے۔ جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں) ان کی یہی سزا ہے کہ (ایک حالت میں تو) قتل کئے جائیں۔ (وہ حالت یہ ہے کہ ان رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو) یا (اگر دوسری حالت ہوئی ہو تو) سولی دیئے جائیں (یہ وہ حالت ہے کہ انہوں نے مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو)۔ یا (اگر تیسری حالت ہوئی ہو تو) ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے (یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں۔ (یہ وہ حالت ہے کہ صرف مال لیا ہو قتل نہ کیا ہو) یا (اگر چوتھی حالت ہوئی ہو تو) زمین (پر آزادانہ آباد رہنے) سے نکال کر جیل میں بھیج دیئے جائیں۔ (یہ وہ حالت ہے کہ نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو بلکہ کچھ کرنے سے پہلے ہی گرفتار ہو گئے ہوں)۔

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ فِیۡ قُطَّاعِ الطَّرِیۡقِ قَالَ إِذَا قَتَلُوۡا وَأَخَذُوۡا الۡمَالَ قُتِّلُوۡا وَ صُلِّبُوۡا۔ وَإِذَا قَتَلُوۡا وَلَمۡ یَاخُذُوۡا الۡمَالَ قُتِّلُوۡا وَلَمۡ یُصَلَّبُوۡا ۔ وَإِذَا أَخَذُوا الۡمَالَ وَلَمۡ یَقۡتُلُوۡا قُطِّعَتۡ أَیۡدِیۡھِمۡ وَأَرۡ جُلُھُمۡ مِنۡ خِلَافٍ وَإِذَا أَخَافُوا السَّبِیۡلَ وَلَمۡ یَاخُذُوۡا مَالاً نُفُوۡا مِنَ الۡأَرۡضِ (مسند الشافعی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راہزنوں کے بارے میں فرماتے ہیں جب وہ قتل کریں اور مال لوٹیں تو (سزا میں) ان کی تقتیل کی جائے (جس کی صورت یہ ہے کہ مخالف جانب سے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹا جائے اور پھر ان کو قتل کر دیا جائے۔ اور اگر ان کو صرف قتل کرنے پر اکتفا کیا تو یہ بھی درست ہے) اور ان کو سولی پر لٹکایا جائے۔ اور اگر راہزن قتل کریں اور مال نہ لوٹیں تو ان کو قتل کیا جائے سولی پر نہ لٹکایا جائے اور جب رہزن مال لوٹیں اور کسی کو قتل نہ کریں تو مخالف جانب سے ان کا ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹا جائے اور اگر

رہزنوں نے شاہراہ پر خوف وہراس ہی پھیلایا ہو اور مال نہ لوٹا ہو تو ان کو قید کیا جائے گا۔

غرض مذکورہ حد کی تفصیل یہ ہے:

1- اگر لوٹ مار اور کسی کو قتل کرنے سے پیشتر ہی ڈاکو و رہزن پکڑ لئے گئے تو خوف و ہراس پھیلانے کی بنا پر مناسب تعزیر کے بعد ان کو قید کر دیا جائیگا یہاں تک کہ توبہ کر لیں اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں یعنی نیک لوگوں کے طور طریقے اختیار کر لیں یا پھر اسی قید میں انکو موت آجائے۔[20]

2- اگر کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور وہ اتنا ہے کہ ان ڈاکوؤں پر برابر برابر تقسیم ہو تو ہر ایک کے حصے میں دس درہم (30 گرام) کی مالیت آتی ہے تو اگر ان کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو سب کے مخالف جانب کے ایک ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔[21]

3- اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا لیکن مال نہ لوٹ سکے تھے تو انکو بطور حد کے قتل کیا جائے گا خواہ ان میں سے کسی نے فقط قتل پر مدد ہی دی ہو اور خواہ قتل تلوار و بندوق سے کیا ہو یا پتھر و لاٹھی سے۔ مقتول کے وارث ان کو معاف کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے کیونکہ یہ قصاص نہیں ہے۔[22]

4- اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو حاکم و جج کو چھ طرح کے اختیار حاصل ہوتے ہیں۔

i- چاہے تو پہلے مخالف جانب سے ان کے ایک ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کو قتل کر دے۔

ii- چاہے تو پہلے مخالف جانب سے ان کے ایک ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کو صلیب دے۔

iii- چاہے تو یہ تینوں ہی سزائیں دے یعنی قطع، قتل اور صلیب

iv- چاہے تو پہلے قتل کرے پھر صلیب دے۔

v- چاہے تو فقط قتل کرے۔

vi- چاہے تو فقط صلیب دے۔[23]

5- اگر مال لوٹا اور زخمی کیا تو ان کے مخالف جانب کے ایک ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔[24]

مذکورہ بالا احکام ڈاکوؤں کی پوری جماعت پر نافذ ہونگے اگر چہ ان میں سے بعض نے فقط مال لوٹا ہو اور بعض نے فقط قتل کیا ہو اور بعض نے فقط خوفزدہ کیا ہو۔[25]

زندہ کو صلیب دینے کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایک لکڑی زمین میں سیدھی گاڑ دی جائے۔

پھر اس کے ساتھ چوڑائی میں نیچے ایک اور لکڑی باندھ دی جائے جس پر مجرم اپنے پاؤں رکھے۔ پھر ایک اور لکڑی پہلی لکڑی کی چوڑائی میں اوپر باندھی جائے جس کے ساتھ مجرم کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں پھر ایک نیزہ مجرم کے بائیں پستان سے ذرا نیچے کو چبھویا جائے اور سینے میں گھما دیا جائے یہاں تک کہ مجرم مرجائے۔ [26]

تین دن عبرت کیلئے صلیب پر چھوڑنے کے بعد مجرم کے لواحقین کو اس کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے اس کیلئے نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ [27]

شراب پینے پر حد

یہ حد اسی کوڑے ہیں

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ يُؤْتَى بِالشَّارِبِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَإِمْرَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُومُ عَلَيْهِ بِأَيْدِينَا وَنِعَالِنَا وَأَرْدِيَتِنَا حَتّٰى كَانَ آخِرَ إِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِينَ حَتّٰى إِذَا عَتَوْا وَّ فَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِينَ (بخاری)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع کے دور میں شرابی کو پکڑ کر لایا جاتا تھا تو ہم اپنے ہاتھوں سے اور اپنی جوتیوں سے اور اپنی چادروں کے ساتھ (پٹائی کیلئے) کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری دور ہوا تو انہوں نے چالیس کوڑے مقرر کئے۔ پھر جب لوگ مزید سرکشی کرنے لگے اور حد سے تجاوز کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مقرر فرمائے۔

عَنْ ثَوْرِبْنِ زَيْدِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ إِنَّ عُمَرَ اِسْتَشَارَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ أَرٰى أَنْ تَجْلِدَهٗ ثَمَانِينَ جَلْدَةً فَإِنَّهٗ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَإِذَا سَكِرَ هَذٰى وَإِذَا هَذٰى اِفْتَرٰى فَجَلَدَ عُمَرُ فِي حَدِّ الْخَمْرِ ثَمَانِينَ (مؤطا مالك)

ثور بن زید دیلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب پینے کی حد کے بارے میں اور حضرات سے مشورہ کیا تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میری رائے ہے کہ آپ اس کو اسی کوڑے لگائیں کیونکہ جو آدمی شراب پیتا ہے تو نشہ میں آجاتا ہے اور جب نشہ میں آجاتا ہے تو ہذیان بکتا ہے

اور جب ہذیان بکتا ہے تو (اکثر دوسرے لوگوں پر بدکاری کی) تہمت لگاتا ہے (غرض شراب پینا اکثر تہمت لگانے کا سبب بن جاتا ہے تو جو حکم تہمت کا ہے یعنی اسی کوڑے وہی اس کے سبب کیلئے بھی مقرر کر دیجئے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد میں اسی کوڑے مقرر فرمائے۔

مسئلہ: کسی شخص نے شراب پی اور ابھی شراب کی بو منہ سے آرہی تھی کہ پکڑا گیا یا نشہ میں مدہوش کو پکڑ کر لائے اور گواہوں نے اس کے خلاف شراب پینے کی گواہی دی تو حد لگے گی۔[28]

مسئلہ: اگر اس حالت میں شراب پینے کا اقرار کیا کہ شراب کی بو موجود تھی تو حد لگے گی البتہ اگر بو زائل ہو جانے کے بعد اقرار کیا تو حد نہیں لگے گی۔[29]

مسئلہ: اسی طرح اگر گواہوں نے نشہ اور شراب کی بو زائل ہو جانے کے بعد گواہی دی تب بھی حد نہیں لگے گی۔[30]

مسئلہ: لیکن اگر متعلقہ حاکم کسی دوسرے قصبہ، شہر میں ہوتا ہو اور مسافت کی دوری کی بنا پر گواہی دینے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ نشہ اور بو جاتے رہے تو اس سے حد ساقط نہیں ہوگی۔[31]

مسئلہ: نشہ میں مبتلا شخص نے اپنے خلاف شراب پینے کا اقرار کیا تو اس سے حد نہیں لگے گی۔[32]

مسئلہ: گواہوں نے نشے میں مدہوش کے خلاف گواہی دی تو ہوش میں آنے تک اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ ہوش میں آنے کے بعد حد لگائی جائے گی خواہ شراب کی بو ابھی باقی ہو یا زائل ہو چکی ہو۔

مسئلہ: مسلمان اگر شراب کی قے کرے تو محض اس بنا پر حد نہیں لگے گی کیونکہ یہ امکان موجود ہے کہ اس کو زبردستی شراب پلائی گئی ہو۔[33]

مسئلہ: کسی مسلمان کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دیں یا وہ خود اس کا اقرار کرے کیونکہ بعض دفعہ کسی اور چیز کے استعمال کرنے سے بھی ویسی بو منہ سے آنے لگتی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا

يقولون لی انكه قد شربت مدامة　　　فقلت لهم بل اكلت السفرجلا

(ترجمہ: بعض لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تو نے شراب پی ہے تو میں انکو جواب دیتا ہوں کہ نہیں بلکہ میں نے سفرجل (بہی) کھائی ہے۔

مسئلہ: ایک گواہ نے شراب پینے کی گواہی دی جبکہ دوسرے گواہ نے شراب کی قے کرنے کی گواہی دی تو اس صورت میں حد نہیں لگے گی۔[34]

مسئلہ: شراب پینے کی حد صرف اس شخص کو لگتی ہے جو عاقل بالغ مسلمان اور قابل گویائی (ناطق) ہو۔ لہٰذا بچے، پاگل، کافر اور گونگے پر حد نہیں لگائی جاتی۔[35]

مسئلہ: گونگے پر حد کسی صورت میں نہیں لگتی خواہ اس کے خلاف گواہی دی گئی ہو یا اس نے معروف اشاروں سے اقرار کیا ہو۔[36]

مسئلہ: جس پر حد آتی ہو وہ اگر انتہائی ضعیف الخلقت ہو یا مایوس العلاج مریض ہو تو اس میں بھی وہی حیلہ و تدبیر کی جائے گی جو حد زنا میں ذکر ہوئی ہے۔

مسئلہ: خمر (شراب) کے علاوہ دیگر نشہ آور مائع (Liquid) اشیاء میں نشہ کی وہ حد جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوتی ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ نشے میں مبتلا شخص مختلف چیزوں کے درمیان مثلاً عورت مرد کے درمیان اور آسمان زمین کے درمیان تمیز نہ کر سکے جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ اس شخص کی اکثر گفتگو میں خلط ہو۔ یہی قول راجح ہے۔[37]

مسئلہ: اجوائن خراسانی، بھنگ اور افیون وغیرہ کی اتنی مقدار کھانا جس سے نشہ پیدا ہو جائے اس پر تعزیر واجب ہوتی ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر بھی حد لگے گی۔[38]

حوالجات

(1) درمختار ص155 ج3

(2) درمختار ص158 ج3

(3) درمختار ص162 ج3

(4,5,6,7) درمختار ص161 ج3

(8) ردالمختار ص155 ج3

(9,10) ردالمختار ص163 ج3

(11) درمختار ص161 ج3

(12,13) درمختار ص226 ج3

(14,15,16,17,18,19) ردالمختار ص226 ج3

(20,21,22,23,24,25) درمختار ص233 ج3

(26,27) ردالمختار ص234 ج3

(28,29,30,31,32) ردالمختار ص234 ج3

(33) ردالمختار ص180 ج3

(34) عالمگیری ص160 ج2

(35,36)ردالمحتار ص178 ج3

(37)درمختار ص181 ج3

(38)ردالمحتار ص181 ج3

باب:41

قصاص وحد میں کاٹے گئے عضو کی یا ظلم وخطا سے کاٹے گئے عضو کی پیوندکاری کے احکام

[یہ مضمون حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے مقالہ ''اس عضو کی پیوندکاری جس کو حد یا قصاص میں علیحدہ کر دیا گیا ہو'' سے ماخوذ ہے جو فقہی مقالات نمبر 5 میں شامل ہے]۔

قصداً ہتھیلی کے جوڑ سے، کسی کا ہاتھ کاٹ دیا یا اس کے کان کاٹ دیے پھر مظلوم نے فوری پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کٹے ہوئے عضو یا حصے کو جڑوا لیا۔ اسی طرح مجرم نے قصداً کسی کو مکہ مار کر اس کا دانت توڑ دیا اور مظلوم نے اس دانت کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور وہ اپنی جگہ پر جڑ گیا۔ پھر ہر ایک میں یہ احتمال ہے کہ وہ جڑ کر مکمل بحال ہو گیا ہو یا اس میں کمزوری اور نقص رہ گیا ہو۔ تو کیا ان صورتوں میں مجرم سے قصاص لیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مجرم سے ہر حال میں قصاص لیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے:

i- امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں سے پے در پے روایات آئی ہیں جو سب کی سب اس پر متفق ہیں کہ جرم عمد کی صورت اگر مظلوم شخص اپنے عضو کو دوبارہ اپنی جگہ پر لگا لے تب بھی مجرم سے قصاص میں ساقط نہیں ہوگا چاہے وہ عضو اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آیا ہو یا اس کے اندر عیب باقی رہ گیا ہو۔

ii- حنفیہ کے نزدیک قصاص ہوگا۔ اس پر کوئی صریح جزئیہ موجود نہیں ہے۔ قصاص واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک جرم اگر خطا سے ہوا ہو تو عضو کے اعادے کے باوجود ارش یا دیت ساقط نہیں ہوتی تو جرم کے عمداً ہونے کی صورت میں قصاص بطریق اولی ساقط نہیں ہوگا۔

iii- شافعیہ کے نزدیک قصاص ہوگا اس لیے کہ کٹے ہوئے عضو کو اس کی جگہ سے جدا کرنے کی وجہ سے قصاص واجب ہوتا ہے اور جدا کرنا پایا گیا ہے۔

iv- حنابلہ کی اس مسئلے میں دو روایتیں ہیں:

ا۔قصاص ہوگا اس لیے کہ قصاص عضو کو جدا کرنے سے واجب ہوتا ہے اور مجرم نے اس عضو کو جدا کیا ہے۔

ب۔ابوبکر کتاب الخلاف میں لکھتے ہیں کہ اس صورت میں مجرم پر قصاص نہیں ہے البتہ جو زخم ہوا ہے اس پر حکومت عدل یعنی مجرم کے ذمہ علاج اور کھانے پینے کا واجبی خرچہ آتا ہے۔لیکن اگر جوڑا ہوا عضو جلد ہی خراب ہو کر گر جائے تو قصاص کا حکم لوٹ آئے گا۔

2- کسی کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے یا کسی کا کان یا کوئی اور عضو خطا سے کاٹ دیا اور مظلوم نے پلاسٹک سرجری کرالی ہو تو کیا اس صورت میں بھی دیت وارش واجب ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ واجب ہوگا:

i- مالکیہ کے نزدیک اگر سرجری کرانے سے پہلے دیت کا فیصلہ دیا جا چکا ہو تو دیت ساقط نہ ہو گی اور اگر سرجری کے بعد فیصلہ دینا ہو تو دیت کا فیصلہ نہ دیا جائے گا۔

ii- حنفیہ کے نزدیک دیت وارش ساقط نہ ہوگا کیونکہ کٹا ہوا عضو یا توڑا ہوا دانت جڑنے کے باوجود اپنی اصل حالت پر واپس نہیں آتا۔

مفہوم مخالف سے یہ بات حاصل ہوئی کہ عضو جوڑے جانے کے بعد اگر منفعت اور جمال کی سابقہ حالت پر آجائے تو مظلوم کو کھانے پینے کا اور علاج کا خرچہ ملے گا دیت نہیں ملے گی۔

iii- شافعیہ کے نزدیک دیت ساقط نہ ہوگی کیونکہ قصاص اور دیت کا حکم عضو کے جدا کرنے سے متعلق ہے جو پایا گیا ہے۔

iv- حنابلہ کی دو روایتیں ہیں:

ا۔علامہ ابوبکر کی روایت میں دیت ساقط ہو جائے گی۔

ب۔قاضی ابویعلی کی روایت میں دیت ساقط نہ ہوگی۔

3- قصاص میں کاٹے گئے عضو کی پیوندکاری جائز ہے۔

i- شافعیہ کے نزدیک اگر پیوندکاری کرالی ہو تو دوبارہ قصاص نہ ہوگا۔

-ii حنابلہ کے دو قول ہیں:

ا) دوبارہ قصاص نہ ہوگا۔

ب) دوبارہ قصاص ہوگا۔

(iii) حنفیہ کے نزدیک

زید نے قصداً بکر کے سامنے کے دانت توڑ دیے۔ قصاص میں زید کے دانت توڑے گئے۔ پھر زید جو کہ مجرم ہے اس کے دانت دوبارہ نکل آئے تو دوبارہ قصاص نہ ہوگا۔

یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ مجرم کے عضو کو ایک بار قصاص میں جدا کرنے کا حکم ہے اور مظلوم کو یہ حق نہیں ہے کہ قصاص میں کاٹا ہوا عضو ہمیشہ فوت شدہ حالت میں رہے۔

4- چوری کی حد میں کاٹے گئے ہاتھ یا پاؤں کو سرجری کے ذریعے دوبارہ جوڑنا

یہ جائز نہیں ہے کیونکہ:

-i ہاتھ پاؤں کا کاٹنا چوری کی حد کے طور پر ہے۔ اگر ایک چوری میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹا گیا اور مجرم اس کی پیوندکاری کرا لے خواہ وہ کسی قدر ناقص ہی ہو، پھر دوسری چوری میں پکڑا جائے تو اب بھی ہاتھ کٹنا چاہیے حالانکہ دوسری مرتبہ میں بایاں پاؤں کاٹنا منصوص ہے۔

-ii حدود کے جرائم میں سزا حق اللہ ہے جب کہ کسی کا ناحق عمداً ہاتھ کاٹنے میں قصاص حق العبد ہے اور بندہ چاہے تو قصاص لے، چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو تاوان لے لے۔ اس مثال میں ان تین میں کسی ایک کو اختیار کرنے سے مظلوم بندے کا حق پورا ہو جاتا ہے اور مجرم کے سرجری یا پیوندکاری کرانے سے مظلوم کا کچھ تعلق نہیں بنتا۔

اس کے برعکس حق اللہ ثابت ہو جانے کے بعد نہ معاف ہو سکتا ہے اور نہ تاوان میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے زیادہ احتمال ہے کہ حق اللہ کا تعلق صرف ہاتھ کاٹنے سے نہیں بلکہ کٹے رہنے کے دوام کے ساتھ بھی ہو جیسا کہ حد قذف میں توبہ کے باوجود حنفیہ کے نزدیک مجرم کی گواہی ہمیشہ کے لیے مردود رہتی ہے۔

باب:42

مشت زنی (استمناء بالید)

(masturbation)

مسئلہ: وہ استمناء جو اپنے ہاتھ سے ہو یا اپنے ہی جسم کے کسی حصے کے ذریعے سے ہو اور محض لذت کیلئے ہو، حرام ہے اور قابل تعزیر ہے اس پر سخت وعید حدیث میں آئی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَبْعَۃٌ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ إِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَا یَجْمَعُھُمْ مَعَ الْعَالَمِیْنَ یُدْخِلُھُمُ النَّارَ أَوَّلَ الدَّاخِلِیْنَ إِلَّا أَنْ یَّتُوْبُوْا إِلَّا أَنْ یَّتُوْبُوْا إِلَّا أَنْ یَّتُوْبُوْا فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَلنَّاکِحُ یَدَہٗ وَالْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِہٖ (بیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سات (قسم کے) آدمی ہیں کہ اللہ تعالی قیامت کے دن نہ تو ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کو گناہوں سے پاک صاف کریں گے اور نہ ہی اہل جہاں کے ساتھ ان کو اکٹھا کریں گے بلکہ ان کو جہنم میں اول داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل فرمائیں گے الا یہ کہ یہ لوگ توبہ کرلیں الا یہ کہ یہ لوگ توبہ کرلیں الا یہ کہ یہ لوگ توبہ کرلیں اور (قاعدہ یہ ہے کہ) جو کوئی توبہ کرے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں (ان سات اقسام میں سے ایک) مشت زنی کرنے والے ہیں۔

عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْإِسْتِمْنَاءِ فَقَالَ ذٰلِكَ نَائِكٌ نَفْسَہٗ (محلی ابن حزم)

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مشت زنی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا (جب یہ کسی مجبوری سے نہ ہو تو) یہ تو خود اپنے آپ سے جماع کرنا ہے۔ (جو انتہائی قبیح حرکت ہے)۔

مسئلہ: لیکن اگر کسی شخص پر شہوت کا بے انتہا غلبہ ہوجائے اور اس کی بیوی پاس نہ ہو مثلاً یہ شخص سفر یا جہاد میں ہو تو شہوت کو دبانے اور تسکین دینے کیلئے استمناء بالید کی گنجائش ہے۔ اسی طرح اگر شہوت کا غلبہ اتنا شدید ہوجائے کہ زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو استمناء بالید واجب ہوجاتا ہے۔

عَنْ زِيَادٍ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَهُ فِي الْمَغَازِيْ يَعْنِي الْإِسْتِمْنَاءَ يَعْبَثُ الرَّجُلُ بِذَكَرِهِ يَدْلُكُهُ حَتّٰى يُنْزِلَ (اعلاء السنن)

زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحابہ ﷺ جہاد (کے دنوں) میں (جب شہوت کا بہت زور ہوتا تو اس کو ختم کرنے کے لئے) مشت زنی کر لیتے تھے یعنی آدمی اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ سے رگڑے یہاں تک کہ انزال ہوجائے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ مَنْ مَضٰى يَامُرُوْنَ شَبَابَهُمْ بِالْإِسْتِمْنَاءِ يَسْتَعْفُوْنَ بِذٰلِكَ (عبدالرزاق)

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں پہلے لوگ (یعنی صحابہ ﷺ) اپنے جوانوں کو (جب ان پر شہوت کا غلبہ ہوتا) مشت زنی کرنے کو کہتے تا کہ اس کے ذریعے اپنے کو بدکاری سے بچائیں۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ كَانَ لَايَرٰى بَاسًا بِالْمَرْأَةِ تُدْخِلُ شَيْئًا تُرِيْدُ السِّتْرَ تَسْتَغْنِيْ بِهٖ عَنِ الزِّنَا (عبدالرزاق)

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ اس میں کچھ حرج نہ سمجھتے تھے کہ عورت (پر جب شہوت کا شدید غلبہ ہو اور شوہر نہ ہو یا پاس نہ ہو تو محض حیاداری کی خاطر اور زنا سے بچنے کی خاطر اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز داخل کرے (جس کی وجہ سے اسے انزال orgasm ہوجائے اور شہوت کا غلبہ جاتا رہے)۔

مسئلہ: غلبہ شہوت کی حالت میں بیوی تو پاس ہے لیکن حیض ونفاس یا کسی اور بیماری کی بنا پر اس سے مجامعت ممکن نہ ہو تو بیوی کے ہاتھ سے رگڑ کر یا (حیض نفاس کے علاوہ میں) اس کی رانوں کے درمیان رگڑ کر منی خارج کردے۔ ضرورت کے وقت بیوی کے ہاتھ سے رگڑ کر منی خارج کرنا بلا کراہت جائز ہے البتہ بلا ضرورت محض لذت کیلئے ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (در مختار ص171 ج3، رد المحتار ص109 ج2)

نوٹ: یاد رہے کہ حیض ونفاس کے دوران ناف سے گھٹنے تک بیوی کے اعضاء کو دیکھنا اور چھونا ناجائز ہے۔

طبی نقطہ نظر سے استمناء بالید کی ضرورت مندرجہ ذیل صورتوں میں پیش آتی ہے۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں مرد کے مادہ منویہ کی صلاحیت جاننے کیلئے برائے تجزیہ

چونکہ اس صورت میں لذت حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا جبکہ گناہ اس وقت ہوتا ہے جب مقصد شہوت کو ابھارنا اور لذت حاصل کرنا ہو۔ لہٰذا ان مواقع میں حدیث میں مذکورہ وعید تو نہیں آتی لیکن اگر کوشش کی جائے کہ ان مواقع میں بھی بیوی کے ہاتھ سے رگڑ کر منی حاصل کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

ii- مصنوعی تخم ریزی (Artificial Insemination) کے لیے۔

باب:43

مصنوعی تخم ریزی

(Artificial Insemination)

اس کی چند صورتیں ہیں

پہلی صورت: منی اپنے زندہ شوہر کی ہو۔

i- اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کا ہوگا۔

ii- شوہر کے ساتھ مجامعت یا خلوت کی نوبت تو نہیں آئی تھی لیکن شوہر کی منی اپنے فرج میں داخل کی یا کرائی۔ اس کے بعد شوہر نے طلاق دیدی تو عدت گزارنا پڑے گی۔

دوسری صورت: منی غیر شوہر کی ہو لیکن اس کو شوہر کی منی سمجھ کر داخل کیا۔

i- اس صورت میں عورت کو عدت گزارنا پڑے گی اور جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اس کا شوہر اس سے صحبت نہیں کر سکتا ورنہ گناہ گار ہوگا۔

ii- اور اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو وضع حمل تک عدت ہوگی اور یہ بچہ اس شخص کا ہوگا جس کی منی عورت نے غلطی سے اپنے فرج میں داخل کی۔

تیسری صورت: منی غیر شوہر کی ہو لیکن اس کی رضامندی کے بغیر دھوکے سے عورت نے اس کی منی اپنے فرج میں داخل کی ہو۔

i- ایسا کرنا عورت کے حق میں حرام اور سخت گناہ ہے اور عورت تعزیر کی مستحق ہوگی۔

ii- عدت اور نسب کے مسائل وہی ہیں جو دوسری صورت کے ذیل میں گزرے۔

چوتھی صورت: منی غیر شوہر کی ہو لیکن اس کی رضامندی سے عورت نے وہ منی اپنے فرج میں داخل کی ہو۔

ایسا کرنا حرام ہے (اگرچہ اس پر زنا کی وہ تعریف صادق نہیں آتی جس پر زنا کی حد لگتی ہے)

ii- چونکہ یہ نطفہ حرام کا ہے لہذا اس کو کچھ حرمت حاصل نہ ہوگی اور عدت نہ ہوگی۔

iii- اگراس سے حمل ٹھہر گیا تو بچہ منی والے کا تو کسی صورت میں نہیں ہوگا بلکہ شوہر کا بچہ شمار ہوگا الا یہ کہ وہ اس کے اپنے سے ہونے کی نفی کرے اور گواہوں سے ثابت کر کہ اس کی بیوی نے حرام مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اس کا اقرار کرلے۔

تنبیہات

(الف) شوہر وفات پا گیا جبکہ اس کا مادہ منویہ محفوظ کیا ہوا ہو تو بیوہ کیلئے اس مادہ کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانے کے باعث اب وہ مادہ غیر شوہر کا ہو گیا ہے۔

(ب) جب عورت نے خود منی داخل نہ کی ہو بلکہ کسی لیڈی ڈاکٹر سے داخل کروائی ہو اور ڈاکٹر نے غلطی سے غیر شوہر کی منی داخل کی ہو تب تو وہی احکام ہیں جو عورت کے غلطی کرنے کی صورت میں ہیں۔ البتہ اگر لیڈی ڈاکٹر نے جانتے بوجھتے غیر شوہر کی منی داخل کی ہو اور کسی کے مطالبہ سے ایسا کیا ہو یا کسی کے مطالبہ کے بغیر ایسا کیا تو لیڈی ڈاکٹر بھی گناہ گار ہوگی اور تعزیر کی مستحق ہوگی۔

(ج) مصنوعی تخم ریزی سے عورت پر غسل واجب نہیں ہوتا۔

مصنوعی تخم ریزی سے متعلقہ مسائل درمختار اور ردالمحتار وغیرہ میں دیئے گئے ان جزئیات سے حاصل کیے گئے ہیں۔

1- واما النكاح الفاسد فلا تجب فيه العدة الا بالوطء قلت ومماجرى مجراه مالو استدخلت منيه فى فرجها كما بحثه فى البحر

2- اذا ادخلت منيا فرجها ظنته منى زوج اوسيد عليها العدة كالموطوءة بشبهة۔ قال فى البحر ولم اره لا صحابنا والقواعد لا تاباه لان وجوبها لتعرف براءة الرحم۔

3- ادخلت منيه فى فرجها هل تعتد فى البحر بحثا نعم لا حتياجها لتعرف براءة الرحم۔ (قوله فى البحر بحثا نعم) حيث قال ولم ار حكم ما اذا وطئها فى دبرها او ادخلت منيه فى فرجها ثم طلقها من غير ايلاج فى قبلها۔ وفى تحرير الشافعية وجوبها فيهما ولا بد ان يحكم على اهل المذهب به فى الثانى لان ادخال المنى يحتاج

الی تعرف براء ة الرحم اکثر من مجرد الایلاج اه یعنی واما فی الاول فلا لان الوط فی الدبر ان کان فی الخلوة فالعدة تجب بالخلوة وان کان بغیر خلوه فلا حاجة الی تعرف البراء ة لانه سفح الماء فی غیر محل الحرث فلا یکون مظنة العلوق۔

4- اذا عالج الرجل جاریته فیما دون الفرج فانزل فاخذت الجاریة ماء ه فی شیء فاستدخلته فرجها فی حدثان ذلک فعلقت الجاریة وولدت فالولد ولده والجاریة ام ولد له۔

اس موقع پر دو باتیں قابل غور ہیں۔

1- شبہ سے نطفوں کے اختلاط ہونے کی صورت میں بچے کا نسب نطفہ والے سے ثابت ہوتا ہے جبکہ زنا یا عمداً غیر شوہر کے نطفہ سے اختلاط کی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوتا۔ایسا کیوں ہے؟

2- کیا اولاد کے حصول کیلئے مصنوعی طریقہ کو اختیار کرنا جائز ہے؟

بحث اول شرعی قانون میں مرد کے نطفہ اور اس سے بننے والے بچے کا پورا اکرام کیا گیا ہے کہ اس میں کسی اور کا خلط نہ ہو اور اس کی انفرادیت قائم رہے۔ یہ اکرام صرف اس وقت ہے جب مرد نے بھی اس نطفہ کو شریعت کے جائز قرار دیئے ہوئے محل میں ڈالا ہو اور اگر مرد نے ایسا نہ کیا ہو تو شریعت کی نظر میں اس کے نطفہ کی انفرادیت واحترام باقی نہیں رہتا۔اسی لئے زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا جو درحقیقت مرد کے نطفہ اور نتیجتاً خود اس مرد کی بطور سزا تذلیل ہے۔البتہ اگر شبہ اور غلطی سے کسی عورت سے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے صحبت کر لی تو چونکہ اس صورت میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے سرکشی کا قصد نہیں تھا بلکہ ایسا شبہ سے ہوا ہے لہذا شریعت ایسے شخص کی تذلیل نہیں کرتی بلکہ اس کو شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس کا اور اس کے نطفہ کا احترام برقرار رکھتی ہے لہذا اس سے نسب بھی ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ شوہر والی ہو تو شوہر کو بھی روک دیا جاتا ہے کہ جب تک عورت کے رحم کی فراغت نہ ہو جائے تب تک صحبت نہ کرے تاکہ اگر حمل ہو تو وہ اس حمل کو اپنے نطفہ سے ملوث نہ کرے۔

بحث دوم

مصنوعی تخم ریزی کے دو مراحل ہیں ایک منی حاصل کرنا دوسرے اس کو بیوی کے رحم میں مصنوعی طور سے داخل کرنا۔

ان دونوں مرحلوں کے لئے کسی دوسرے کے سامنے شرمگاہ کو کھولنا پڑتا ہے۔اس مقصد کے لئے عورت کو کسی مرد کے سامنے اپنا ستر کھولنا تو جائز نہیں البتہ مرد سے متعلق مراحل کوئی مرد ڈاکٹر پورے کرے اور عورت سے متعلق مراحل کوئی لیڈی ڈاکٹر پورے کرے تو اس عمل کے ذریعہ سے اولاد حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔

تنبیہ : بعض حضرات کا کہنا ہے کہ عورت کی شرمگاہ یا رحم میں کوئی ایسا مرض ہو جو جسمانی تکلیف اور اذیت کا باعث ہو تو اس کا علاج کسی لیڈی ڈاکٹر سے کروایا جا سکتا ہے لیکن اولاد کی تحصیل کسی تکلیف و اذیت کا علاج نہیں ہے بلکہ محض ایک فائدہ حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے عورت کو کسی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے بھی شرمگاہ کھولنا جائز نہیں۔اس کی دلیل کے طور پر وہ ردالمحتار کی یہ عبارت ذکر کرتے ہیں

قال العلامة ابن عابد بن رحمه الله وقال فی الجوهرة اذاکان المرض فی سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر اليه عند الدواء لانه موضع ضرورة۔ و ان كان فی موضع الفرج فينبغی ان يعلم امراة تداويها فان لم توجد و خافوا عليها ان تهلك او يصيبها وجع لا تحتمله يستر منها كل شئی الا موضع العلة ثم يداويها الرجل و يغض بصره ما استطاع الا عن موضع الجرح اه فتامل و الظاهر ان ينبغی هنا للوجوب۔(احسن الفتاوی ص: 215 ج8)

ان حضرات کی رائے سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ شرمگاہ کے علاوہ عورت کے جسم کے کسی دوسرے حصہ میں مرض و تکلیف ہو تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مرد تک کو متعلقہ حصہ دیکھنا جائز ہے اور ضرورت سے مراد شرعی مجبوری نہیں بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''یہ ضرورت شرعیہ نہیں بمعنی التاثیر بتر کہ بلکہ طبعی و عادی ہے جس کا شریعت مقدسہ نے مکلفین کے ضعف کے سبب اعتبار کیا ہے اور طبعی و عادی ہونا اس کا بمعنی موقوف علیہ الصحۃ عادۃ غالبہ ہونا ظاہر ہے''۔(امداد الفتاوی ص 211 ج4)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی بات سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے مراد طبعی و عادی ضرورت

ہے۔آگے ہم کہتے ہیں کہ جیسے ازالہ مرض ایک طبعی ضرورت ہے اسی طرح تحصیل اولاد بھی ایک طبعی ضرورت ہے۔اس کا طبعی ضرورت ہونا محتاج بیان نہیں۔

اگر ہم یہ بات تسلیم نہ کریں تو پھر لازم آئے گا کہ محض عقم (Infertility) کی تشخیص وعلاج میں کبھی کسی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے بھی شرمگاہ کھولنا جائز نہ ہو کیونکہ اس میں کوئی تکلیف اوراذیت تو ہوتی نہیں حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

باب:44

ٹیسٹ ٹیوب بار آوری

(Test tube fertilisation)

مصنوعی تخم ریزی کے مسائل سے چند اصولی باتیں معلوم ہوئی تھیں جو یہ ہیں۔

1- نسب کے ثابت ہونے میں جس مرد کا نطفہ ہو اس کا اعتبار کیا جاتا ہے بشرطیکہ زنا یا قصداً حرام تخم ریزی نہ ہو۔

2- جس عورت کے نطفہ کے ساتھ مرد کے نطفہ کا اختلاط ہوا ہے وہ یا تو اس مرد کی زوجہ ہوگی یا غیر زوجہ ہوگی لیکن غیر زوجہ ہونے کی صورت میں اختلاط غلطی اور شبہ سے ہو گیا ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تو نطفہ والے مرد سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

لہٰذا ٹیسٹ ٹیوب بار آوری کی مختلف صورتوں میں احکام یہ ہوں گے۔

i- شوہر و بیوی کے نطفوں میں اختلاط کیا گیا ہو بعد ازاں اس کو بیوی کے رحم میں ٹھہرا دیا گیا ہو۔ اس صورت میں بچہ شوہر کا ہوگا۔ بیوی بچے کی ماں ہوگی۔

ii- بیوی اور غیر شوہر کے نطفوں میں اختلاط کیا گیا ہو بعد ازاں اس کو بیوی کے رحم میں ٹھہرا دیا گیا ہو۔

(الف) اگر اختلاط اور رحم میں ٹھہرانا شبہ و غلطی سے ہوا ہو تو بچہ نطفہ والے کا ہوگا اور عورت کو وضع حمل تک عدت گزارنی ہوگی جس میں شوہر بیوی سے صحبت نہیں کر سکتا۔

(ب) اگر اختلاط عمداً کیا گیا ہو تو بچہ شوہر کا ہوگا الا یہ کہ شوہر بچے کا اپنے سے ہونے کا انکار کرے۔

اور ان دونوں صورتوں میں عورت بچے کی ماں شمار ہوگی۔

ٹیسٹ ٹیوب بار آوری کے چار مراحل ہیں۔

(1) شوہر کی منی حاصل کرنا

(2) بیوی کا نطفہ (ovum) حاصل کرنا۔

(3) ٹیسٹ ٹیوب بیوی کے نطفہ کوشوہر کے نطفہ سے بارآور کرنا۔

(4) بارآور شدہ نطفہ (جواب علقہ ہے) کو بیوی کے رحم میں منتقل کرنا۔

یہ تمام مراحل علاج عقم کے طور پر جائز ہیں۔ لہٰذا اگر بعض عوارض کی بنا پر کوئی جوڑا اس طریقہ کو اختیار کر کے اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو جائز ہے۔

تنبیہ نمبر 1: ٹیسٹ ٹیوب طریقہ کا جواز صرف اسی صورت میں ہے جب میاں بیوی کے نطفوں میں اختلاط کیا گیا ہو اور بیوی کے رحم ہی میں جنین نے بعد میں پرورش پائی ہو۔ اس کے علاوہ باقی کی تمام صورتیں اختیار کرنا ناجائز ہے۔

تنبیہ نمبر 2: یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہر مرحلے میں ستر اور حجاب کا لحاظ رکھا جائے اور عورت سے متعلق مراحل کوئی لیڈی ڈاکٹر کرائے)

ٹیسٹ ٹیوب عمل کے دوران خاوند کی وفات یا اس کی طرف سے طلاق کی صورت میں کیا ہو گا۔

اس بارے میں تین احتمالات ہیں۔

(1) جرثوموں کے ٹیسٹ ٹیوب میں اتصال و بارآوری سے پیشتر خاوند کی وفات یا اس کی طرف سے طلاق بائن ومغلظہ واقع ہوئی ہو۔ اس صورت میں عمل کو جاری رکھنا سراسر ناجائز ہے کیونکہ نکاح ختم ہو چکا ہے اور بیوی اجنبی ہو چکی ہے۔ اور اگر طلاق رجعی دی ہو تو محض بیوی کی خواہش پر اس عمل کو جاری رکھنا جائز نہ ہو گا البتہ اگر شوہر بھی چاہتا ہو تو یہ عمل اس کی جانب سے رجعت پر دلیل بنے گا۔ احتیاطاً شوہر پر واجب ہو گا کہ وہ زبان سے بھی رجوع کرنے کا کہہ لے۔

(2) اگر شوہر کی وفات یا اس کی جانب سے کسی بھی نوع کی طلاق بارآور شدہ بیضہ اثنی (یعنی علقہ) کے بیوی کے رحم میں استقرار کے بعد واقع ہوئی ہو تو اس کے وہی احکام ہیں جو عام حاملہ میں ان کے وقوع پر ہوتے ہیں۔

(3) خاوند کی وفات یا اس کی جانب سے طلاق بائن ومغلظہ اتصال و بارآوری کے بعد لیکن استقرار فی الرحم سے پیشتر واقع ہوئی ہو۔ اس صورت میں واجب ہے کہ اس عمل کو ترک کر دیا جائے اور اگر شوہر نے طلاق رجعی دی تھی تو شوہر کے مطالبے پر استقرار فی الرحم کروانے پر رجعت کا حکم لگایا جائے گا البتہ احتیاطاً شوہر پر واجب ہو گا کہ زبان سے بھی رجوع کر لے۔

باب:45

ٹیسٹ ٹیوب تولید میں مستعار رحم

(Borrowed-womb)

ٹیسٹ ٹیوب میں میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والے علقہ کو مزید پرورش کے لئے کسی اجنبی عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے تو چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

1- کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟

2- بیوی کا بچے سے کیا رشتہ ہوگا؟

3- اجنبی عورت جس کے رحم میں جنین نے پرورش پائی اس کا بچے سے کیا رشتہ ہوگا؟

4- کیا تولید کا یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے؟

ان سوالات کا جواب جاننے کے لئے چند مقدمات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

ضروری مقدمات

1- بچے کی تخلیق مرد و عورت دونوں کے نطفوں سے ہوتی ہے۔ عادتاً ایسا ہی ہوتا ہے اور عادتاً صرف ایک کے نطفہ سے بچے کی تخلیق نہیں ہوتی

2- مردانہ و زنانہ نطفوں کے اختلاط اور بیضۂ انثی کی بارآوری کے بعد جو علقہ حاصل ہوتا ہے اس میں کسی اور زنانہ بیضہ انثی کو بارآور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

3- شریعت میں شوہر کے نطفہ کو احترام حاصل ہے جب تک اس کو جان بوجھ کرنا جائز اور حرام محل میں نہ ڈالا گیا ہو۔ اس سے جو مقصود ہے وہ اس کا زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط ہے خواہ وہ رحم کے اندر ہو یا رحم کے باہر ہو۔

4- جائز حمل شروع دن سے ثابت النسب ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے لَا يَسْقِيُ مَاءُ أَحَدِكُمْ زَرْعَ غَيْرِهِ یعنی تم میں سے ایک کے نطفے کا پانی دوسرے کی کھیتی سیراب نہ کرے۔ اس

حدیث میں حکم حمل کے دوران کا ہے جس کی کوئی خاص مدت ذکر نہیں کی گئی۔اس حدیث میں دوسرے کی کھیتی کا ذکر کیا جس سے معلوم ہوا کہ حمل دوسرے کی طرف منسوب ہے۔ اس سے اسکا نسب معلوم ہوا۔

جوابات

1- چونکہ اجنبی عورت کے رحم میں داخل کی جانے والی چیز مردانہ نطفہ نہیں ہے بلکہ جائز میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ہے جو کہ جیسا اوپر ذکر ہوا ثابت النسب ہے لہٰذا علقہ کی نشو ونما اور ترقی سے جو بچہ حاصل ہوگا وہ بھی ثابت النسب ہوگا اور اس کا باپ وہ شوہر ہوگا جس کے نطفہ کا اختلاط اس کی بیوی کے نطفہ کے ساتھ ہوا ہے۔

2- علقہ کی تخلیق میں بیوی کا نطفہ استعمال ہوا ہے اور حقیقی ماں بننے کے لئے بچے کی تخلیق میں صرف اس کا نطفہ ہونا کافی ہے وضع حمل اس کیلئے شرط نہیں لہٰذا بیوی بچے کی حقیقی ماں ہو گی۔

3- مستعار رحم والی اجنبی عورت بچے کے لئے رضاعی ماں کی مثل ہوگی۔حقیقی ماں نہیں ہوگی۔

4- تولید کا یہ طریقہ کسی طرح بھی جائز نہیں بچے کے ثابت النسب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ طریقہ جائز اور حلال ہو۔عدم جواز کے یہ دلائل ہیں:

i- درمنثور ص:5، ج:6 میں ابن سیرین رحمہ اللہ اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے روایت ہے لَا یُعَارُ الْفَرْجُ یعنی فرج کو عاریت میں نہیں دیا جاسکتا۔جب کہ تولید کے مذکور طریقے میں فرج اور رحم دونوں کو عاریت پر لیا جاتا ہے۔اور اگر اجرت پر لیں تو بطریق اولیٰ ناجائز ہے۔

ii- قرآن پاک میں ہے۔ نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ یعنی تمہاری بیویاں خاص تمہارے لئے کھیتیاں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرں کے لئے نہیں ہیں۔لہٰذا غیر شوہر کے لئے عورت کے رحم کو عاریت میں نہیں لیا جاسکتا۔

iii- فطرت انسانی جب کہ وہ سلیم ہو اس طریقے سے اباء کرتی ہے۔

باب:46

حمل کے دوران یا حمل کے مستحکم ہونے سے قبل موروثی بیماری مثلاً تھیلا سیمیا کی تشخیص

1- حمل کے دوران

(i) حمل کے نویں اور گیارہویں ہفتے کے دوران یہ تشخیص کی جا سکتی ہے کہ جنین صحت مند ہے یا تھیلا سیمیا کا، یاCysticfibrosis کا یاDown`s Ayndrone کا مریض ہے۔

(ii) حمل ٹھہرنے کے بعد جنین کے تھیلے کے پانی سے خلیے حاصل کر کے ان کا معائنہ کیا جائے یا CVS کے طریقے سے معائنہ کیا جائے۔ تشخیص ہونے کی صورت میں کوئی چاہے تو حمل کو چار ماہ یعنی 120 دن مکمل ہونے سے پہلے اس کا اسقاط کرا سکتا ہے۔

i) It is possible to precisely diagnose before three months (between nine and eleven weeks) whether the foetus is normal or is a thalassaemia carrier or has thalassaemia disease. The parents can then have the option to continue or to terminate thepregnancy.

ii) Its mentioned, the other option available is to become pregnant and request prenatal diagnosis by chorionic villus sampling (CVS), or amniocentesis, but in this case they have to face one in four chance of terminating pregnancy if foetus is found to be affected (thalassaemic).

(2) رحم میں جنین کی منتقلی سے پہلے

Preimplantion genetic diagnosis (PGD)

PGD is the most recent and exciting progress in the

control of congenital diseases, such as thalassaemia, before pregnancy is established.

PGD تشخیص کا طریقہ انتہائی جدید ہے اور موروثی بیماریوں مثلاً تھیلا سیمیا پر قابو پانے میں خوش کن ترقی ہے۔ پھر اسکے دو طریقے ہیں:

(i) PGD test is performed using the woman`s egg by products, called the first and second polar bodies, which are discarded during oocyte maturation and ferlilisation and have no biological role in embryo development. The procedure involves a follicular stimulation and oocytes retrieval, using a standard IVF protocol

By testing the first and second polar bodies, the doctors can determine whether the woman`s eggs carry this severe disorder of thalassaemia-

عورت کے بیضۂ انثی کے ساتھ دو چیزیں اور بنتی ہیں ان کو پہلی اور دوسری پولر باڈی کہا جاتا ہے۔ بیضہ کے پختہ ہونے میں اور بارآوری کے عمل میں ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ جنین کی نشو ونما میں ان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ پہلی اور دوسری پولر باڈی کے معائنے سے ڈاکٹر یہ طے کر سکتے ہیں کہ آیا عورت کا بیضہ تھیلا سیمیا جیسی بیماری کا حامل ہے یا نہیں۔

(ii) PGD entails assessment of the chromosomal status of an embryo in vitro, before its transfer to the uterus. Most frequenthy, the procedure is performed by biopsy of one or two blastomeres on day 3 of development, when the embryo is at the 6- to 10 cell stage. Each isolated cell is immediately fixed and screened for chromosomal content using fluorescence in situ hybridization.(FISH) with chromosome specific DNA probes.

PGD طریقہ تشخیص کے ذریعہ ٹیسٹ ٹیوب میں تیار علقہ جس کے 6 سے 10 تک خلیے بن چکے ہوں اور ایسا نشو ونما کے تیسرے دن تک ہو جاتا ہے اس کے ایک یا دو خلیے لے کر ان کے کروموسوم کی کیفیت کو دیکھا جاتا ہے اور اس کے لیے FISH تکنیک کو استعمال کیا جاتا ہے۔

(Fertility and sterility (vol 72 No.2)

اگرچہ تیکنیک کے اعتبار سے دونوں طریقے یکساں ہیں البتہ دونوں طریقوں میں بس اتنا

فرق ہے کہ پولر باڈی کے ٹیسٹ سے بیضہ کے کروموسوم کی بناوٹ معلوم ہوتی ہے جب کہ ٹیسٹ ٹیوب کے خلیے کے معائنہ سے اس کے جینیاتی اجزاء کا پتہ چلتا ہے۔

Allhough the techniques and final goals of PGD or biopsied polar bodies and blastomeres are similar these two procedures are, in fact slightly different. Genetic assessment of polar bodies reveals the chromosomal constitution of oocytes, whereas the genetic testing of blastomeres evaluates the genetic contents of preem bryos. (Fertility and sterility Vol 72 No2)

شرعی حکم: اس عمل تشخیص کی دونوں صورتیں ٹیسٹ ٹیوب بار آوری (IVF) کی تکنیک پر مشتمل ہیں لہٰذا ان کو اختیار کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

عورت کے بیضۂ انثی کے ساتھ جو دو چیزیں اور بنتی ہیں جن کو پہلی اور دوسری پولر باڈی کہا جاتا ہے۔ بیضہ کے پختہ ہونے میں اور بار آوری کے عمل میں ان و چھوڑ دیا جاتا ہے اور جنین کی نشوونما میں ان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ پہلی اور دوسری پولر باڈی کے معائنے سے ڈاکٹر یہ طے کر سکتے ہیں کہ آیا عورت کا بیضہ تھیلا سیمیا جیسی بیماری کا حامل ہے یا نہیں۔

باب:47

جنین کی رحم میں منتقلی سے پہلے جنس معلوم کرنا اورلڑکے کی طلب میں لڑکی کے علقہ کوضائع کرنا

مذکورہ بالاعمل تشخیص(PGD) کے دوران آئندہ پرورش پانے والے بچے کی جنس بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

The PGD Strategy has been applied to determine the sex of embyos. (Fertility and Sterility Vol.79-No.6)

Sequential PCR (polymerase chain reaction) can be used to confirm gender determination to avoid misdiagnosis. Ten samples used to perform the sequenlial PCR resulted in consistent sexing in all of the samples.

(Fertility and sterility Vol 72 No.2)

ابMicro Sortکے نام سے ایک نئی تکنیک آئی ہے جوXاورY کروموسومز والے کرم(Sperms) کوجداجدا کرتی ہے۔

Micro Sort is a form of sex selection. It is done by taking a sperm sample and separating out the girl sperm from the boy sperm.

In general any sperm sample should be about 50% girl and 50% boy sperm. The intent of the Micro sort process is to increase that percentage. It is not possible at this point to have 100% pure sample of either male or

female sperm.

The sperm sample is run through a flow cytometer to separate the female and male sperm. This is possible because the female sperm (X) have about 3 times more DNA material than the male sperm (Y). The purity of the sperm sample is then measured using a process for DNA analysis known as FISH on an unused portion of the sample.

Once the sample is sorted, it will then be put inside the woman's body, typically in a process known as intrauterine insemination.

The use of sorted sperm can also be done using in vitro fertilization.

Micro sort can also be used in combination with other procedures like intracytoplasmic sperm injection (ICSI) and even PGD.

Currently the sex selection for boys yields about a 73% pure sample, with 76% of the Y sort babies being boys and the sex selection for girls provides about an 88% pure sample, with 91 of the micro- sort X sort babies being girls.

منی کا عام نمونہ لیں تو اس میں 50% X کروموسوم والے کرم ہوتے ہیں اور 50% Y کروموسوم والے کرم ہوتے ہیں۔ مائکروسورٹ کی تکنیک سے دونوں قسم کے کروموسوم والے کرموں (Sperms) کو علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی X کرم والے

نمونے میں 20 سے 25 فیصد تک Y کرم شامل ہوتے ہیں اور Y کرم والے نمونے میں تقریباً 25% X کرم شامل ہوتے ہیں۔ اگر لڑکا مطلوب ہو تو Y کرم والا نمونہ اور اگر لڑکی مطلوب ہو تو X کرم والا نمونہ عورت کے رحم میں منتقل کیا جاتا ہے۔ اس کو مصنوعی تخم ریزی کہتے ہیں۔ چونکہ Y75% کرم کے ساتھ 25% X کرم ہوتے ہیں اس لیے اگر چہ لڑکا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے لیکن بہرحال لڑکی ہونے کا احتمال بھی رہتا ہے۔

IVF یعنی ٹیسٹ ٹیوب بارآوری میں بھی اس تکنیک کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ حاصل شدہ نمونے میں ایک کرم زیادہ ہوں گے اور دوسرے کم اس لیے IVF میں ہوسکتا ہے کہ لڑکا مطلوب ہو اور لڑکی ہو جائے یا لڑکی مطلوب ہو اور لڑکا ہو جائے۔ اس لیے مرد و عورت کے نطفوں کی بارآوری کئی ٹیسٹ ٹیوبوں میں کی جاتی ہے۔ پھر جو جنس مطلوب ہو اس کے موافق جو جنین ہو اس کو رحم میں منتقل کیا جاتا ہے اور باقی جنین تلف کر دیئے جاتے ہیں۔

جو جنین (Embryos) تلف کئے جاتے ہیں وہ ایک طرح کا اسقاط ہی ہے جو بلا عذر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلے سے متعلق مزید تفصیل یہ ہے:

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی جوڑا یہ چاہے کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو لڑکی نہ ہو تو کیا ڈاکٹر ان کے مطالبہ پر یہ کر سکتا ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب سے رحم میں صرف اس جنین کو منتقل کرے جو نر (Male) ہو جب کہ جو جنین مادہ (Female) ہو اس کو ضائع کر دے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نر و مادہ کی تقسیم (Distribution) جس طرح اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہم اس کو نہیں جانتے اور نہ ہی جان سکتے ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے لڑکے کی امید میں اللہ تعالیٰ سے یوں گزارش کی۔

رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَكَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ (آل عمران 35)

(ترجمہ: اے میرے رب میں نے نذر کیا تیرے جو میرے پیٹ میں ہے آزاد کیا ہوا تو تو مجھ سے قبول کر۔)

مطلب یہ تھا کہ وہ تمام دنیوی مشاغل وغیرہ سے آزاد رہ کر ہمیشہ خدا کی عبادت اور مسجد کی خدمت میں لگا رہے گا۔ لیکن جب جنا تو وہ لڑکی تھی۔ اور چونکہ لڑکیاں اس خدمت کے لئے قبول نہ کی جاتی تھیں اس لئے حسرت سے کہنے لگیں۔ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی یعنی اے میرے رب

میں نے تو وہ لڑکی جنی۔اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى (آل عمران: 36)

اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو اس نے جنا اور نہیں لڑکا اس لڑکی کی طرح

مطلب یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا چیز جنی۔اس لڑکی کی قدر و قیمت کو خدا ہی جانتا ہے۔جس طرح کے بیٹے کی انہیں خواہش تھی وہ اس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا ہے۔یہ بیٹی بذات خود بابرکت و باسعادت ہے۔

جب لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا کہ ان کیلئے لڑکے کا ہونا خوش بختی ہے یا لڑکی کا ہونا بابرکت ہے تو بندوں کو اس کام میں مداخلت کرنا جائز نہیں۔

علاوہ ازیں لوگ قدرتی طور پر لڑکے کے ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔اگر لوگوں کی خواہش کے مطابق عمل کیا جانے لگے تو لڑکوں سے لڑکیاں کم ہو جائیں گی اور اس صورت میں جو خرابیاں ہو سکتی ہیں ان کا کچھ علاج نہ ہوگا جب کہ اگر قدرتی طور پر لڑکیاں لڑکوں کی نسبت سے زیادہ بھی ہو جائیں تو تعدد ازدواج (Polygamy) میں اس کا حل موجود ہے۔

البتہ لڑکا ہونے کیلئے دعا کرنا یا کوئی تعویذ کرنا یہ جائز ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا لڑکے کی دعا کرنا قرآن پاک میں ثابت ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے اللہ تعالیٰ کے کام میں مداخلت نہیں ہے۔

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ (سورہ مریم :4)

(تو عطا فرمایئے مجھ کو اپنے پاس سے ایک (بیٹا) کام سنبھالنے والا جو نیابت کرے میری اور نیابت کرے آل یعقوب کی اور اے میرے رب آپ اس کو (اپنا) پسندیدہ بنایئے۔)

کوئی ایسی دوا یا غذا استعمال کرنا جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ اس سے مطلوب حاصل ہوگا تو یہ بھی جائز ہے۔

باب:48

ولادت سے پہلے بچے کی جنس معلوم ہونا

قرآن پاک کی سورہ لقمان کی آخری آیت ہے

اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰہِ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ 0

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جان کو نہیں معلوم کہ کل کو کیا کیا کرے گا اور کسی کو بھی خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا۔

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا علم کہ رحم میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہوسکتا ہے حالانکہ موجودہ طبی سائنس کی ترقی سے انسان اب اس قابل ہو چکا ہے کہ مختلف تجربات کے ذریعہ سے رحم میں موجود جنین کی جنس کی تعیین کر سکے۔

اس اشکال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ کے علم کو اس کے لڑکے یا لڑکی ہونے میں محدود سمجھ لیا گیا حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث اور تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے اس علم کی بہت سی تفصیلات ہیں جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں

وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ ای ا ذکر ام انثی ا تام ام ناقص و کذلك ما سوی ذلك من الاحوال

(ترجمہ: یعنی یہ کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔ وہ تام الخلقت ہے یا ناقص الخلقت ہے اور اسی طرح اور دیگر حالات)

اور دیگر حالات سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل ایک حدیث میں ملتی ہے۔

عَنۡ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَکَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَکًا یَقُوۡلُ یَا رَبِّ نُطۡفَۃٌ

يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَ الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ فَحِيْنَئِذٍ يَعْلَمُ بِذٰلِكَ الْمَلَكُ وَمَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ خَلْقِهٖ عَزَّوَجَلَّ۔(بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ رحم پر ایک فرشتے کو مقرر فرمادیتے ہیں جو کہتا (جاتا) ہے۔اے میرے رب یہ(اب) نطفہ ہے۔اے میرے رب یہ (اب) علقہ یعنی جما ہوا خون ہے۔اے میرے (رب) یہ اب مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا ہے۔پھر جب اللہ تعالیٰ جنین کی خلقت کو پورا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو فرشتہ پوچھتا ہے۔یہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔بد بخت ہے یا نیک بخت ہے۔(اس کا) رزق کتنا ہے اور اس کی عمر کیا ہے؟ جبکہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو یہ امور لکھ دیے جاتے ہیں۔پس اس وقت ان امور کا اس فرشتے کو اور اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے جس کو اللہ چاہتے ہیں علم ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں سے دو باتیں حاصل ہوئیں

1- مَا فِي الْأَرْحَامِ: کے علم سے مراد ہے اس مجموعہ معلومات کو جاننا کہ رحم میں موجود جنین کی جنس کیا ہے؟ اس کا رنگ کیا ہے۔اس کی خلقت یعنی جسمانی بناوٹ مکمل ہے یا ناقص ہے۔اس کی عمر کتنی ہوگی۔اس کا رزق کتنا ہوگا۔وہ نیک بخت یعنی جنتی ہوگا یا جہنمی ہوگا۔

مذکورہ مجموعہ معلومات کو اپنے طور پر جاننا انسان کے بس کی بات نہیں۔اس مجموعہ کی ایک دو باتوں کے جان لینے کو ظاہر ہے کہ مجموعے کو جاننا نہیں کہتے۔

باب:49

انسانی کلوننگ(Human cloning)

کسی بھی جاندار کے جسم کی اکائی خلیہ(Cell) ہوتا ہے۔مثال کے طور پر انسانی جسم میں اوسطاً دس کھرب خلیے موجود ہوتے ہیں خلیے آپس میں مل کر بافتیں(Tissues) بناتے ہیں اور بافتیں ملک کر عضو(Organ) اور عضومل کر کسی بھی نظام(System) کو تشکیل دیتے ہیں۔ نظام کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ خلیے دو قسم کے ہوتے ہیں۔

1- تولیدی خلیے(Reproductive cells)

2- جسمانی خلیے(Somatc cells)

خلیے کے اندر مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے جس میں ہر جاندار کی مخصوص تعداد میں کروموسومز (Chromosomes) ہوتے ہیں۔انسان میں 46 کروموسومز ہوتے ہیں کروموسومز کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

1- جنسی کروموسومز(sex chromosomes)اور

2- آٹوسومز(Autosomes)

کروموسومز کسی بھی جاندار کی صنف یعنی نر و مادہ ہونے کو متعین کرتے ہیں۔ یہ انسانی مادہ(Female) میں XX اور نر(Male) میں XY ہوتے ہیں۔ان جنسی کروموسومز کے علاوہ باقی سب آٹوسومز ہوتے ہیں۔

جنسی خلیے کے اندر کروموسومز کی تعداد جسمانی خلیے کی نسبت آدھی ہوتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ خلیے جو بعد میں جنسی یعنی تولیدی خلیوں میں تبدیل ہوتے ہیں ان میں کروموسومز کی تعداد پوری ہوتی ہے لیکن جنسی خلیے بنتے وقت ایک خاص قسم کے عمل تقسیم میں تعداد آدھی رہ جاتی ہے۔لہٰذا جب بارآوری(Fertilisation) کا عمل ہوتا ہے تو آدھے کروموسومز ماں سے آتے

ہیں اور آدھے باپ سے۔اس طرح ننھے بچے کے پہلے خلیے میں تعداد پوری ہوجاتی ہے۔

کروموسومز جینیاتی مادے DNA اور مخصوص اساسی لحمیات Basic Proteins کے اکٹھے ہونے سے بنتے ہیں۔اساسی لحمیات پیچ دار دھاگوں کی طرح DNA کے گرد ہوتی ہیں اور اس طرح کروموسومز کے اندر DNA کو محفوظ رکھنے کا کام کرتی ہیں۔

جینیاتی مادے (Genetic material) یعنی DNA میں جینیاتی کوائف (Genetic Data) نامیاتی اساسوں Organic Bases کی ایک خاص ترتیب میں پنہاں ہوتے ہیں۔ یہ خاص ترتیب ایک جین کو دوسری جین سے ممتاز کرتی ہے اور جین خلیے یا جاندار کی ساخت یا فعلی خصوصیت میں ناقابل تبدیلی کردار ادا کرتا ہے۔

کلوننگ کیا ہے؟

کلوننگ کا لغوی معنی ہے کہ ایک ہی طرح کی چیزیں بنانا یا پیدا کرنا۔بالفاظ دیگر ایک شے کی ہوبہو مثل (Photo- copy) بنانا

اس کا اصطلاحی معنی ہے حیاتی عمل (Biological process) سے کسی جاندار شے کی ہوبہو مثل بنانا۔

کلوننگ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نمو (Growth) کے ابتدائی مراحل میں جب علقہ (Zygote) تقسیم ہورہا ہوتا ہے تو اس کے تمام خلیوں میں تمام کروموسومز مکمل طور پر فعال (Active) ہوتے ہیں اور اپنے اپنے عمل کررہے ہوتے ہیں۔مگر جوں جوں نمو کا عمل آگے بڑھتا ہے اور جسم کے مختلف حصے ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں تو جسم کے ایک حصے میں کچھ کروموسومز کے کچھ جین اپنا عمل چھوڑ دیتے ہیں جب کہ جسم کے دوسرے حصے میں کروموسومز کے یہی جین کام کررہے ہوتے ہیں اور دوسرے جین کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں مثلاً جو خون بنائیں گے ان کے کروموسومز اور جین صرف ہیموگلوبن (Hemoglobin) بنائیں گے اور باقی کے تمام جین اس مقام پر اپنا کام بند کردیں گے اس طرح جگر میں وہ تمام جین جو پٹھوں رگوں یا لبلبہ کا کام کرتے ہیں وہ خاموش ہوجائیں گے جب کہ دوسرے جین وہ کام جاری رکھیں گے جو جگر کا خاصہ ہیں۔ مختصر یہ کہ جسم کے تمام حصوں میں ہر خلیے میں پورے کروموسومز یا جین ہوتے ہیں مگر ہر جگہ یہ جین

کام نہیں کرتے مثلاً پستانیہ (Udder) کے تمام خلیے صرف ایک ہی کام میں مصروف ہیں کہ وہ دودھ پیدا کریں گے گو اس کے اندر باقی کے تمام جین بھی موجود ہیں مگر وہ تمام جین اس وقت کام نہیں کر رہے۔ جوں جوں نمو کا عمل بڑھتا جاتا ہے اور مکمل جاندار بن کر پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم کے سارے حصے اپنے اپنے عمل میں مختص (Specialized) ہو چکے ہوتے ہیں اور خلیہ ہر کام نہیں کر سکتا جبکہ نمو کے ابتدائی مراحل میں اس میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

کلوننگ کا عمل:

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔

ایک چھ سالہ مادہ بھیڑ (A) کے پستانیہ (Udder) سے خلیے الگ کیے گئے۔ یہ خلیے جسمانی یعنی غیر جنسی تھے۔ ان کو تجربہ گاہ میں اس طرح کلچر کیا گیا کہ پہلے ان کے لئے مخصوص خوراک اور درجہ حرارت کا اہتمام کیا گیا۔ ان موافق حالات میں خلیوں نے عمل تقسیم کے ذریعے اپنی تعداد میں اضافہ شروع کر دیا۔ یہ بات یاد رہے کہ اس دوران دودھ کے خلیوں میں تمام کروموسومز موجود ہیں۔ جب کافی مقدار میں خلیے تیار ہو گئے تو ان کی خوراک کو سابق کا صرف بیسواں حصہ کر دیا جائے۔ خوراک کی کمی کی صورت میں تمام جینز جو پہلے ساکن یا عارضی طور پر ناکارہ ہو گئے تھے دوبارہ فعال اور کارآمد ہو گئے۔

دوسری بھیڑ B کا بیضہ حاصل کر کے اس میں سے مرکزہ (Nucleus) نکال لیا گیا۔ اب اس بیضہ کو جس میں سے مرکزہ نکالا جا چکا ہے۔ بھیڑ A کے دودھ کے غدود کے کلچر کئے ہوئے خلیوں کے ساتھ بجلی کے کرنٹ کے ذریعے ضم کر دیا گیا۔

ان ضم شدہ کو پھر ایک تیسری بھیڑ C کے رحم میں رکھ دیا گیا۔ مقررہ مدت کے بعد جو بچہ تیسری بھیڑ سے پیدا ہوا اس کی شکل اس بھیڑ A سے ملتی تھی جس سے دودھ کے غدود (Milk gland) کا خلیہ لیا گیا تھا۔ چونکہ اس بچے کی جینیاتی معلومات بھیڑ A سے لی گئی تھیں اس لئے یہ بچہ ہو بہو بھیڑ A کی مثل تھا۔ لہٰذا اس بچے کو بھیڑ A کا کلون کہیں گے۔ بھیڑ B کے بیضہ میں سے مرکزہ نکالنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے اندر موجود DNA کو ختم کیا جائے جو بھیڑ B کی مخصوص موروثی خصوصیات کو کنٹرول کرتا ہے۔

انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت:

1- کلوننگ کی جو تفصیل اوپر ذکر ہوئی اس کے مطابق انسانی کلوننگ کرانا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں تک نسل انسانی کا تسلسل مطلوب ہے۔اس تسلسل کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے طلب اولاد کی صورت میں پیدا کیا ہے۔طلب اولاد پر ابھارنے کیلئے شہوت پیدا کردی اور اللہ تعالیٰ نے شہوت کو پورا کرنے کا جائز محل بتادیا قرآن پاک میں فرمایا:

نِسَائُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأتُوا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ وَقَدِّ مُوا لِاَنْفُسِکُمْ۔(سورہ بقرہ: 223)

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔تو جاؤ اپنی کھیتی میں جیسے چاہو اور اپنے لئے آگے کی تدبیر کرو (یعنی اولاد صالحہ مطلوب ہو)۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰیٓ اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَo (سورہ مومنون: 7-5)

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا اپنی لونڈیوں پر تو کچھ الزام نہیں۔پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے علاوہ تو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حاصل یہ ہے کہ شہوت کی تخلیق اور اسکو پورا کرنے میں اصل مقصود طلب اولاد ہے۔اور قضائے شہوت اور طلب اولاد کے لئے محل کی تعیین کردی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد صرف میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے ہو۔اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ شریعت نے نہیں رکھا۔ غرض شریعت میں تولید کا طریقہ صرف جنسی ہے جو جائز محل میں ہو۔

اس کے برعکس کلوننگ غیر جنسی تولید ہے کیونکہ اس میں مرد کے نطفہ کو نہیں لیا جاتا۔اور عورت کے نطفہ (بیضہ انثی) کے مرکزہ کو نکال کر اسی کی جگہ مرد یا عورت کے جسمانی خلیہ (Somatic cell) کے مرکزہ کو داخل کردیا جاتا ہے۔

کلوننگ کے عمل میں اگر کسی اجنبی عورت کے رحم کو عاریت یا اجرت پر استعمال کیا گیا ہو تو یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

کیا انسانی کلوننگ ممکن بھی ہے؟

قرآن پاک کے مطالعہ سے ہم نے جو سمجھا وہ یہ ہے کہ کلوننگ کے مذکورہ طریقے سے انسان حاصل کرنا شاید ممکن ہی نہیں ہے اس کے دلائل ہیں۔

1- فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَo خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍo (سورہ فاطر: 11)

ترجمہ: اب دیکھ لے آدمی کہ کس چیز سے بنا ہے۔ بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے۔

2- وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ۔ (سورہ فاطر: 11)

ترجمہ: اللہ نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے۔

حضرت آدم، حضرت حوا اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو چھوڑ کر جن کی غیر معمولی تخلیق کی قرآن نے خود صراحت کی ہے۔ باقی تمام انسانوں کی تخلیق کا ذکر قرآن نے یہ کیا کہ وہ نطفہ سے ہوئی ہے اور اس میں بھی غلبہ مرد کے نطفہ کو ہے۔

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنٰى o (سورہ قیامة: 37)

کیا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی جو ٹپکی

ان آیات میں خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ لہٰذا کلوننگ جو کہ غیر جنسی تولید ہے اور جس میں مرد کے نطفہ کو کچھ بھی دخل نہیں انسانوں میں ممکن نہیں۔

باب:50

ضبط ولادت

ضبط ولادت کے مندرجہ ذیل تین طریقے ہیں:

(1) مصنوعی بانجھ پن

(2) عزل یا منع حمل

(3) اسقاط

مصنوعی بانجھ پن(sterilization)اوراس کا حکم

تولیدی صلاحیتوں کو قطع کرنے کا عمل مرد وعورت دونوں میں کیا جاتا ہے۔عورت میں اس مقصد کیلئے تین قسم کے مندرجہ ذیل اپریشن کئے جاتے ہیں۔

i- رحم کو کاٹ کر جدا کرنا(hysterectomy)

ii- رحم کی نالیوں کو بند کرنا(tubal ligation)

iii- رحم کی نالیوں کو گرہ دے کر قطع کرنا(resection with ligation)

مرد میں آج کل مروجہ (i) اپریشن(vasectomy) ہے جبکہ

ii پہلے زمانے میں اختصاء یعنی خصیتین کو کاٹ کر جدا کرنا(castration) رائج رہا ہے۔

مصنوعی بانجھ پن کا شرعی حکم

ضبط تولید کا یہ طریقہ خواہ مرد کیلئے اختیار کیا جائے یا عورت کیلئے ناجائز وحرام ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِىْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ۔ (بخاری و مسلم)

1- حضرت عبداللہ بن مسعودص نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے

اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں (جوانی کے تقاضے سے جنسی خواہش ہمیں پریشان کرتی تھی) اس لئے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ ہم اختصاء (castration) کرلیں۔رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔

2-عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّیْ رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلٰی نَفْسِیَ الْعَنَتَ وَلَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ كَأَنَّهٗ یَسْتَاذِنُهٗ فِی الْإِخْتِصَاءِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاخْتَصَّ عَلٰی ذٰلِكَ أَوْ ذَرْ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جوان مرد ہوں اور مجھے اپنے اوپر زنا کا اندیشہ ہے اور میرے پاس کچھ مال نہیں جس سے عورتوں سے نکاح کرسکوں (لہٰذا آپ مجھے اختصاء کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیجیے) رسول اللہ ﷺ نے میری بات پر سکوت فرمایا میں نے پھر وہی بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے (پھر) اس پر سکوت فرمایا۔ میں نے پھر وہی بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے (پھر) اس پر سکوت فرمایا میں نے پھر وہی بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے وہ لکھا جاچکا ہے۔ اگر برائی ہونا لکھا جاچکا ہے تو وہ کسی نہ کسی طرح ہوجائے گی خصی ہونے سے کچھ فرق نہ پڑے گا اور اگر برائی سے بچنا لکھا ہے تو خصی ہوئے بغیر بھی بچاؤ ہوجائے گا تو ایسا عمل کرنے سے کیا فائدہ جس میں اللہ کی ناراضگی ہو اور برائی سے بچاؤ یقینی نہ ہو۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد) پس اب تم (خود فیصلہ کرو کہ) اختصاء کرو یا رہنے دو۔[1]

3- قرآن پاک میں ہے کہ شیطان نے کہا

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (سورة نساء آیات:**119**)

اور میں ان کو ضرور حکم کروں گا لہٰذا وہ اللہ کی خلقت کو ضرور بدلیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے عن نهجة صورة او صفة

یعنی اس کی نہج کو بدلیں گے خواہ صورت کے اعتبار سے ہو یا صفت کے اعتبار سے۔ نیز اس میں ویندرج فیه خصاء العبید (اس میں غلاموں کو خصی کرنا بھی شامل ہے) مصنوعی بانجھ پن کے مذکورہ بالا ہر طریقے میں یا تو صورت کی یا صفت کی تبدیلی اور تغییر ملتی ہے۔

1- اگر کسی مرض مثلاً رحم کی رسولیوں یا سرطان کے ابتدائی مرحلہ (fibroids and carcinoma in situ) میں رحم کو کاٹ کر جدا کیا جائے یعنی (hysterectomy) کی جائے تو جائز ہے۔

ii- جب کوئی بچی یا عورت دیوانی ہو یا ذہنی طور پر بالکل پسماندہ ہو جیسے Down`s Syndrome میں ہوتا ہے اوراس کو نہ اپنی کچھ ہوش ہو اور نہ ہی اس کو طہارت کا کچھ ہوش ہو اور نہ ہی وہ خود طہارت کر سکتی ہو تو حیض کی نجاست وطہارت کے مسئلہ سے بچنے کے لئے اس کا رحم نکالا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے نکالنے میں اصلاح احوال مقصود ہے غرض فاسد مقصود نہیں ہے۔

2- منع حمل(Contraception)اوراس کا حکم

اس کیلئے موجودہ دور میں کئی طریقے ہیں۔عزل(coitus interruptus) بھی اس میں داخل ہے۔

1- خاص خاص ضرورتوں کے تحت شخصی وانفرادی طور پر کوئی مانع حمل طریقہ اختیار کرنا جائز ہے: مثلاً

i عورت اتنی کمزور ہے کہ حمل کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی

ii عورت کسی دور دراز کے سفر میں ہے یا دور کے پر مشقت سفر مثلاً حج کا قصد ہے۔

iii کسی ایسے مقام میں ہے جہاں پر قیام وقرار کا امکان نہیں خطرہ لاحق ہے۔

iv زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہیں علیحدگی کا قصد ہے۔

ان سب اعذار کا خلاصہ یہ ہے کہ شخصی اور انفرادی طور پر کسی شخص کو عذر پیش آجائے تو عذر کی حد تک اس طرح کا عمل بلا کراہت جائز ہے۔ بغیر عذر کے یہ عمل مکروہ ہے اسی طرح عذر دور ہو جانے کے بعد بھی اس پر مداومت مکروہ ہے۔منع حمل کے یہ دونوں حکم مندرجہ ذیل روایات سے ملتے ہیں۔

(i) عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ غَزْوَۃِ بَنِی الْمُصْطَلَقِ فَأَصَبْنَا سَبْیًا...... وَ أَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

بَیْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَیْکُمْ أَلَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَةٍ کَائِنَةٍ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ إِلَّا وَهِیَ کَائِنَةٌ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی کنیزوں سے عزل کرنا چاہا (تا کہ گھر کے دوسرے کاموں میں حرج پیش نہ آئے) مگر یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کئے بغیر ہم ایسا کریں۔ آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرو تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کیونکہ جو جان پیدا ہونے والی ہے وہ تو ضرور ہو کر رہے گی۔

ii- عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ کُلِّ الْمَاءِ یَکُوْنُ الْوَلَدُ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ شَیْءٍ لَمْ یَمْنَعْهُ شَیْءٌ۔ (مسلم)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہر نطفہ سے تو بچہ پیدا نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالی کسی کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی طاقت اسے نہیں روک نہیں سکتی۔

مطلب یہ ہے کہ جس نطفہ سے کسی بچہ کا پیدا کرنا اللہ تعالی نے مقدر کر دیا ہے وہ ضرور اپنے مستقر پر پہنچ کر حمل بنے گا تم کتنی ہی تدبیریں اس کے خلاف کرو کامیاب نہ ہو گے۔

iii- عَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ یَنْزِلُ وَزَادَ مُسْلِمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمْ یَنْهَنَا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ ہم اس زمانے میں عزل کرتے تھے جب کہ قرآن کا نزول جاری تھا۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں اتنا اور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے اس عمل کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔

عَنْ جُذَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ ...... سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذٰلِكَ الْوَادُ الْخَفِیُّ وَهِیَ وَإِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ۔ (مسلم)

جذامہ بنت وھب رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو خفیہ طور پر اولاد زندہ در گور کر دینے کے حکم میں ہے اور آیت قرآن اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ اس کو شامل ہے۔ یعنی اگر چہ یہ ظاہر اور حقیقت

کے اعتبار سے موودہ نہیں مگر اسی مقصد کا ایک پوشیدہ راستہ ہے جس کیلئے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔

حضرت جذامہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اس عمل کی کراہت ظاہر ہوئی جبکہ پہلی روایتوں سے اس عمل کا جواز مگر ناپسندیدگی کے ساتھ ثابت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ عمل جائز تو ہے مگر شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ۔ ہاں اگر کوئی قابل اعتبار عذر ہو تو کراہت باقی نہ رہے گی۔

3- اجتماعی طور پر اس کی ترویج بہر حال ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اور اس کو قوم کی فلاح و ترقی کا ذریعہ قرار دینا قرآن و سنت کی تعلیمات کا مقابلہ کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا (ھود 12:11)

زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو وہ ان سب کے ٹھکانے کو جانتا ہے۔

وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَ نَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر 21:15)

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں اور ہم ان میں سے ایک مخصوص مقدار نازل کرتے ہیں۔

ان آیات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس عالم میں جتنی جانیں پیدا فرماتے ہیں ان کے رزق کا سامان بھی پیدا فرماتے ہیں البتہ انسانوں کا کام صرف اتنا ہے کہ اختیاری اسباب کی حد تک زمین کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کریں، غلہ اور سامان کو بچانے کی فکر کرے۔ اور حاصل شدہ سامان کی تقسیم عدل و انصاف کے ساتھ کریں تاکہ کوئی محروم نہ رہ جائے۔ اگر کوئی محروم رہتا ہے تو وہ انسانوں کی اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کے باعث ہے۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ انسانوں نے اپنے کرنے کے کام تو چھوڑ رکھے ہیں یا بے پروائی سے خراب کر رکھے ہیں اور ضبط تولید کے فلسفہ و عمل میں پڑ کر رب العالمین کے نظام ربوبیت میں مداخلت کرنے کی فکر میں پڑ گئے ہیں۔

4- اگر کوئی ایسی غرض یا ایسا خود ساختہ عذر ہو جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا مثلاً

i- اگر لڑکی ہوگی تو بدنامی ہوگی

ii مفلسی کے وہم سے

3-اسقاط(abortion) اوراس کا حکم

حمل کو جب ایک سوبیس دن ہو جائیں تو جنین میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ ...... يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا کہ تم میں سے ہر ایک کی ابتدائی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں کی جاتی ہے (چالیس چالیس دن کے تین مراحل میں جن کو سائنسی تحقیق سے قطع نظر کسی مناسبت سے تین موٹے موٹے نام دیئے گئے ہیں) چالیس دن مرحلہ نطفہ میں پھر اتنی مدت مرحلہ علقہ میں اور پھر اتنی ہی مدت مرحلہ مضغہ میں......اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

لہٰذا اس مدت کے بعد اسقاط بالکل حرام ہے اور اس کا مرتکب قتل کا مرتکب شمار ہوگا۔اس مدت سے پیشتر یہ فعل کسی قابل اعتبار عذر کے بغیر مکروہ ہے اگر چہ اس کا مرتکب قتل نفس میں ماخوذ نہ ہوگا۔اور اگر کوئی قابل اعتبار شرعی عذر ہو تو اس مدت سے پیشتر اسقاط جائز ہے۔قابل اعتبار شرعی اعذار کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

i- حمل کے ظہور کے بعد عورت کا دودھ ختم ہو جائے اور پہلے سے موجود شیر خوار بچے کے باپ میں کسی انا کو اجرت پر رکھنے کی استطاعت نہ ہو اور (دیگر متبادل وسائل نہ ہونے کی بنا پر) بچے کی ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

ii- حمل ٹھہر گیا ہو لیکن بعض امراض کی بنا پر حمل کے بار کا تحمل نہ ہو۔

iii- بچے کے ناقص الخلقت ہونے کا قوی احتمال ہو۔

باب: 51

انسانی روح کی حقیقت اوراس کے معاملات

قرآن پاک میں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ (سورہ بنی اسرائیل: **85**)

یہ (یہودی) لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ جواب میں یہ فرما دیجئے کہ روح (کے متعلق اس وقت اجمالی طور پر بس اتنا جان لو کہ وہ) ایک چیز ہے جو میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔

کائنات کی ہر ہر چیز میں اس کے مناسب شان روح ہوتی ہے

قرآن پاک میں ہے

وَاِنْ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ (سورہ بنی اسرائیل: **44**)

ہر ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ تسبیح حالی نہیں ہے بلکہ قولی ہے کیونکہ تسبیح حالی کو تو لوگ سمجھ ہی لیتے ہیں۔اور جو تسبیح و تحمید قولی ہو اس کے لئے تسبیح وتحمید کرنے والے میں کسی قدر شعور کا ہونا ناگزیر ہے اور ذی شعور حقیقت روح ہوتی ہے۔تو اس آیت کی رو سے عالم کی ہر شے میں روح ہوتی ہے خواہ وہ شے ظاہری اعتبار سے ذی حیات ہو یا نہ ہو۔

انسانوں کی ارواح پہلے سے موجود ہیں

قرآن پاک میں ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ

بِرَبِّكُمۡ قَالُوۡا بَلٰى (سورہ اعراف: 172)

اور جب آپ کے رب نے (عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے تو خود ان کی اولاد کو اور) اولاد آدم کی پشت سے (سلسلہ بسلسلہ) ان کی اولاد (کی ارواح) کو (چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے قالب میں) نکالا اور چونکہ ارواح شعور رکھتی ہیں اس لئے ان کو سمجھ عطا کر کے) ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے (اس عقل خداداد سے اصل حقیقت کو سمجھ کر) جواب دیا کہ کیوں نہیں (واقعی آپ ہی ہمارے رب ہیں)۔

ارواح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیدا کردہ نور سے بنایا ہے

عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ الۡأَنۡصَارِيِّ قَالَ قُلۡتُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ بِأَبِیۡ أَنۡتَ وَ أُمِّیۡ أَخۡبِرۡنِیۡ عَنۡ أَوَّلِ شَیۡءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَبۡلَ الۡأَشۡيَاءِ قَالَ يَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبۡلَ الۡأَشۡيَاءِ نُوۡرَ نَبِيِّكَ مِنۡ نُوۡرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوۡرُ يَدُوۡرُ بِالۡقُدۡرَةِ حَيۡثُ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمۡ يَكُنۡ فِیۡ ذٰلِكَ الۡوَقۡتِ لَوۡحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا أَرۡضٌ وَلَا شَمۡسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنِّیٌّ وَلَا إِنۡسِیٌّ فَلَمَّا أَرَادَ اللّٰهُ أَنۡ يَّخۡلُقَ الۡخَلۡقَ قَسَّمَ ذٰلِكَ النُّوۡرَ أَرۡبَعَةَ أَجۡزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الۡجُزۡءِ الۡأَوَّلِ الۡقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِیۡ اللَّوۡحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الۡعَرۡشَ ثُمَّ قَسَّمَ الۡجُزۡءَ الرَّابِعَ أَرۡبَعَةِ أَجۡزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الۡأَوَّلِ حَمَلَةَ الۡعَرۡشِ وَمِنَ الثَّانِیۡ الۡكُرۡسِیَّ وَ مِنَ الثَّالِثِ بَقِيَّةَ الۡمَلَائِكَةِ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ أَرۡبَعَةَ أَجۡزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الۡأَوَّلِ السَّمَاوَاتِ وَ مِنَ الثَّانِیۡ الۡأَرۡضِيۡنَ وَمِنَ الثَّالِثِ الۡجَنَّةَ وَالنَّارَ...... (عبدالرزاق)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے سب سے پہلی چیز کیا پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے (علم میں موجود خزانہ) نور سے تمہارے نبی (کی روح اور تمام مخلوقات کی ارواح) کا (مادہ ایک) نور پیدا کیا (اور چونکہ وہ جزو جس سے رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ کی تخلیق کی گئی اس مادہ میں مرکزہ کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے پورے مادہ نور کی نسبت شرافت کے طور پر آپ ﷺ کی طرف کی گئی۔) وہ (مادہ) نور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گردش کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح محفوظ تھی۔ نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ کوئی

جن تھا نہ کوئی انسان تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق (کی ارواح) کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا (یعنی جب اللہ تعالیٰ کے ازلی علم وارادہ میں ارواح کی پیدائش کا جو وقت تھا وہ ہوا) تو اس نور کے چار حصے کئے۔ پہلے حصہ سے قلم (کی روح) کو دوسرے سے لوح (محفوظ کی روح) کو اور تیسرے سے عرش (کی روح) کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کے آگے چار جزو کئے۔ ان میں سے پہلے جزو سے حاملین عرش (کی ارواح) کو دوسرے سے کرسی (کی روح) کو تیسرے سے باقی فرشتوں (کی ارواح) کو پیدا کیا اور چوتھے جزو کے پھر چار ٹکڑے کئے۔ ان میں سے پہلے ٹکڑے سے آسمانوں (کی ارواح) کو دوسرے سے زمینوں (کی ارواح) کو تیسرے سے جنت و دوزخ کی ارواح کو پیدا کیا......

انسانی روح جسمانی حیات(Life) سے علیحدہ چیز ہے

جب جنین کی عمر ایک سو بیس دن یعنی چار ماہ کی ہو جاتی ہے اس وقت اس میں روح ڈالی جاتی ہے حالانکہ جنین میں حیات (Life) تو شروع دن سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں نشوونما کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ ...... يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا کہ تم میں سے ہر ایک کی ابتدائی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں کی جاتی ہے (چالیس چالیس دن کے تین مراحل میں) چالیس دن مرحلہ نطفہ میں پھر اتنی مدت مرحلہ علقہ میں اور پھر اتنی ہی مدت مرحلہ مضغہ میں پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

زندگی میں بھی روح نیند اور بے ہوشی میں جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے لیکن آپس میں تعلق قائم رہتا ہے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى

عَلَيُهَا الُمَوُتَ وَيُرُسِلُ الُاُخرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی (سورہ زمر: 42)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہوان کے مرنے کا۔اور جونہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک۔

اس آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو نیند میں کھینچ لیتے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کی روح اس کے جسم سے خارج ہوتی ہے لیکن جسم کے ساتھ اس کا تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ جب کسی حادثہ یا بیماری کے سبب جسمانی حیات باقی نہیں رہ سکتی تو روح کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے۔

نیند میں جب روح جسم سے آزاد ہوتی ہے تو دیگر زندوں اور مردوں کی روحوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے

عَنُ عُمَارَةَ بُنِ خُزَيُمَةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيُتُ فِي الُمَنَامِ كَأَنِّي أَسُجُدُ عَلٰی جَبُهَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخُبَرُتُهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ الرُّوُحَ لَيَلُقَی الرُّوُحَ فَأَقُنَعَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ هٰكَذَا قَالَ عَفَّانُ بِرَاسِهٖ إِلٰی حَلُقِهٖ فَوَضَعَ جَبُهَتَهٗ عَلٰی جَبُهَةِ النَّبِيِّ ﷺ (نسائی)۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں نبی ﷺ کے ماتھے پر سجدہ کر رہا ہوں (یعنی آپ کے ماتھے سے میں نے اپنا ماتھا لگا رکھا ہے)۔ میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (اس خواب کی حقیقت یہ ہے کہ نیند میں سوئے ہوئے کی) روح (جسم سے نکل کر دیگر زندوں اور فوت شدہ) کی روحوں سے ملاقات کرتی ہے۔ (اور یہ بات بھی سچے خواب کا سبب بنتی ہے۔ حدیث کے راوی) عفان کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ (ان کے خواب کو سچا کرنے کیلئے) اپنا سر جھکا دیا اور حضرت خزیمہ نے اپنی پیشانی رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر رکھ دی۔

عَنُ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَی الُمَدِيُنَةِ هَاجَرَ إِلَيُهِ الطُّفَيُلُ بُنُ عَمُرٍو وَهَاجَرَ مَعَهٗ رَجُلٌ مِنُ قَوُمِهٖ فَاجُتَوَوُا الُمَدِيُنَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ فَشَخَبَتُ يَدَاهُ حَتّٰی مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَيُلُ بُنُ عَمُرٍو فِیُ مَنَامِهٖ فَرَاٰهُ وَ هَيُئَتُهٗ حَسَنَةٌ وَرَاٰهُ مُغَطِّياً

يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَلِيْ بِهِجْرَتِيْ إِلَى نَبِيِّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ مَالِيْ أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيْلَ لِيْ لَنْ يُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَّ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب نبی ﷺ نے مدینہ (منورہ) کی طرف ہجرت کی تو آپ کی طرف حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی اور وہ شخص بیمار ہو گیا اور (بیماری سے) اتنا پریشان ہوا کہ مجبور ہو کر اس نے اپنے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ (کی روح کی نیند میں اس شخص کی روح سے ملاقات ہوئی جس کی وجہ سے طفیل رضی اللہ عنہ) نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ اچھی ہیئت میں ہے اور دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ (تمہارے مرنے کے بعد) تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی وجہ سے میری بخشش کر دی۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات تم نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ جو تم نے خود کاٹ کر بگاڑے ہیں ہم ان کو درست نہ کریں گے (اور چونکہ وہ درست نہیں ہوئے اس لئے میں نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ (اے اللہ) اس شخص کے ہاتھوں کو بھی بخش دیجئے۔

موت کے وقت فرشتے روح کو نکال لیتے ہیں اور روح اپنے عقائد و عمل کے موافق یا تو خوشبودار ہوتی ہے یا بدبودار ہوتی ہے

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ أُخْرُجِيْ رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلَى رَوْحِ اللّٰهِ وَ رَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى يَأْتُوْا بِهِ أَبْوَابَ السَّمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا أَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِيْ جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ...... وَأَنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ أُخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطاً عَلَيْكِ إِلَى

عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ حَتّٰى يَاتُوْنَ بِهٖ إِلٰى بَابِ الْأَرْضِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا أَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيحَ۔ (احمد و نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مومن کی موت آتی ہے تو (ملک الموت کے ساتھ) رحمت کے فرشتے (اس کے پاس) سفید ریشم لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں (اے نیک روح اللہ سے) راضی ہو کر اور اللہ کی پسندیدہ ہو کر راحت اور خوشبو کی طرف نکل......تو وہ مشک کی عمدہ ترین خوشبو کی طرح خوشبودار ہو کر نکلتی ہے اور فرشتے ریشم میں لپیٹتے ہیں اور باری باری اس کو لے کر آسمان کے دروازوں پر پہنچتے ہیں تو وہاں کے فرشتے بھی کہتے ہیں یہ کیسی عمدہ خوشبو ہے جو تمہارے پاس زمین سے آئی ہے......اور جب کافر کی موت آتی ہے تو ملک الموت کے ساتھ عذاب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں اے بری روح اللہ سے ناراض ہو کر اور اللہ کی ناراضگی کے ساتھ اللہ عزوجل کے عذاب کی طرف نکل تو وہ مردار کی انتہائی سڑاند کی طرح بدبودار ہو کر نکلتی ہے۔ فرشتے اس کو ٹاٹ میں لپیٹتے ہیں اور اس کو لے کر آسمان دنیا پر آتے ہیں تو وہاں کے فرشتے بھی کہتے ہیں کہ یہ کتنی بری سڑاند ہے۔

جب روح نکالی جاتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى أَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصرُهٗ فَأَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوْحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (ان کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی)۔ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں۔

نوٹ: انسان کے اندر شعور وادراک کرنے والی اور ارادہ رکھنے والی اور کسب کرنے والی اصل چیز روح ہوتی ہے۔ اپنے کام میں روح جسمانی اور دماغی اعضاء اور قوتوں کو اپنے آلہ کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ ان آلات میں خلل آنے سے ظاہری طور پر جسمانی اور دماغی کاموں میں فرق آتا ہے لیکن روح کی اپنی صلاحیتیں متاثر نہیں ہوتیں۔

باب:52

دماغی موت:(Brain death)

کبھی مریض کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ ڈاکٹروں کی نظر میں مریض کا دماغ اپنا عمل بالکل ترک کر چکا ہوتا ہے لیکن قلب کی حرکت کی وجہ سے اس کو فی الحال مکمل موت کہنا درست نہیں ہے۔اس وجہ سے اگر دو تین ماہرین کی رائے ہو کہ مریض کا دماغ ناکارہ ہو چکا ہے اور بالفاظ دیگر دماغ کی موت (Brain Death) واقع ہو چکی ہے اور اب مریض کو قلب و تنفس کی مصنوعی حرکت پر رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تو تنفس کی مصنوعی تحریک (Resuscitation) کو بند کیا جاسکتا ہے۔لیکن اس کا فیصلہ کرنے میں محض ایک ڈاکٹر کی رائے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ دو تین ماہرین کی رائے لی جائے۔

باب:53

قتل ترحم (Mercy Killing)

جو مریض اپنے ہوش وحواس میں نہ ہو بلکہ مکمل یا نصف کوما (Coma) کی حالت میں ہو یا مریض سخت اذیت میں ہو اور اس کے تندرست ہونے کا امکان معدوم ہو تو کیا ایسی حالت میں مریض کو سکون پہنچانے کی خاطر اس کو موت کے حوالے کیا جا سکتا ہے؟ مثلاً اس طرح سے کہ اس کو کوئی خواب آور دوا مہلک مقدار میں دے دی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جب آدمی کو تکلیف کی وجہ سے خودکشی کرنا حرام ہے جیسا کہ نیچے دی گئی حدیثوں سے واضح ہے تو کسی دوسرے کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے خودکشی کرنے پر اس سے تعاون کرے یا خود اس کو مار دے۔ اتنا تو ہو سکتا ہے کہ اگر شفاء کی امید نہ رہے تو علاج ترک کر دیا جائے لیکن کسی غیر تکلیف دہ طریقے سے اس کو مار دیا جائے جائز نہیں اور اس سے جان بوجھ کر قتل کرنے کا گناہ ہوگا۔ عدم جواز کے یہ دلائل ہیں۔

1- عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُنَيْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يُدْعٰى بِالْإِسْلَامِ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالاً شَدِيْدًا فَاصَابَتْهُ جَرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ الَّذِىْ قُلْتَ لَهٗ آنِفا أَنَّهٗ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهٗ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالاً شَدِيْدًا وَ قَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ إِلَى النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يَّرْتَابَ فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ إِذْ قِيْلَ فَإِنَّهٗ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنْ بِهٖ جَرَاحًا شَدِيْدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ الَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجَرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ حنین میں شریک ہوئے تو ایک شخص جو مسلمان کہلاتا تھا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جہنمیوں میں سے ہے۔ جب لڑائی ہوئی تو وہ شخص خوب تندہی سے لڑا اور زخمی ہوا۔ آپ کو بتایا گیا

کہ یارسول اللہ ﷺ جس شخص کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ تو آج خوب لڑااور مرگیا (یعنی شہید ہوگیا) آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو جہنم کی طرف گیا ہے۔اس پر بعض لوگ تردد میں مبتلا ہوئے (کہ یہ کیسے ہے؟) اسی دوران کسی نے (آکر) بتایا کہ وہ خود نہیں مرا تھا بلکہ وہ سخت زخمی ہوگیا تھااور جب رات ہوئی تو وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کرسکا اور خودکشی کرلی۔ (اورحرام موت کی پاداش میں وہ جہنم کا مستحق ہوگیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ قبر کی یا حشر کی کچھ سختیوں کے بعداللہ تعالیٰ معاف فرمادیں)۔

2- عَنْ شَيْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ فَلَمَّا آذَتْهُ إِنْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهٖ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَأِ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (مسلم)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ تم سے پہلے صحابہ ﷺ کے دور میں ایک شخص کے پھوڑا نکلا۔ جب پھوڑے کی تکلیف (اسے زیادہ) ہوئی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور (اپنی جان ختم کرنے کی خاطر) اس نے اس سے پھوڑے کو (بری طرح) کاٹ ڈالا۔ تو اس سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اس پر جنت (میں فوری اور بغیر سزا کے داخلہ) کو حرام کردیا۔

باب:54

پوسٹ مارٹم معائنہ (Post mortem)

یعنی بعد از مرگ معائنہ

مروجہ پوسٹ مارٹم مندرجہ ذیل اغراض کے لئے کیا جاتا ہے۔

1- غیر معلوم نعش کی شناخت کرنا۔

2- موت کے سبب اور موت کے بعد کی مدت کی تعیین کرنا۔

3- نومولود میں اس امر کی تحقیق کرنا کہ پیدائش کے وقت وہ زندہ تھا اور اس میں زندہ رہنے کی قابلیت تھی یا نہیں۔

اصول

مروجہ پوسٹ مارٹم کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ پوسٹ مارٹم معائنہ مفصل اور مکمل ہو۔جسم کے تینوں جوف (Cavities) یعنی سینہ، پیٹ اور کھوپڑی کو کھول کر معائنہ کرنا چاہئے اگرچہ موت کا سبب کسی ایک جوف میں دریافت بھی ہو گیا کیونکہ معائنہ کرنے والے میڈیکل افسر کو صرف اتنا ہی درج نہیں کرنا کہ فلاں فلاں اعضاء کو زخم پہنچا ہے بلکہ اس بات کو بھی واضح کرنا ہے کہ بقیہ اعضاء درست پائے گئے ہیں۔

طریقہ کار

مروجہ پوسٹ مارٹم معائنہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ظاہری معائنہ (External Examination) اور اندرونی معائنہ (Internal Examination) ان دونوں معائنوں کی تفصیلات طب قانونی کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

یہاں ہماری غرض پوسٹ مارٹم کوشریعت کی رو سے جانچنا ہے۔

شرعی اصول

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ (ابو داؤد) مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهٗ قَالَ لَا تَغْدِرُوْا...... وَلَا تُمَثِّلُوْا...... (احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب اپنے لشکر روانہ کرتے تھے تو ان سے فرماتے تھے کہ نہ تو عہد توڑنا اور نہ مثلہ کرنا۔

1- جیسے کسی زندہ کے جسم کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اسی طرح موت کے بعد اس کے جسم کو توڑ پھوڑ اور کانٹ چھانٹ سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس میں مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر یہودیوں کی قبروں سے ان کی ہڈیاں دستیاب ہوں تو ان کو توڑنا بھی منع ہے۔

2- کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے مثلاً کسی زندہ کی حرمت کی حفاظت کے لئے اور کسی آدمی کے حق کی خاطر بھی میت کا حق (حرمت) باطل ہو جاتا ہے۔

3- جس امر کا جواز کسی ضرورت کی بنا پر ہو وہ فقط ضرورت کے بقدر ہوگا اس سے زیادہ جائز نہیں۔

4- ستر کا چھپانا جس طرح زندگی میں فرض ہے اسی طرح موت کے بعد بھی فرض ہے۔ اسی طرح پردے کے احکام بھی ایسے ہی باقی رہتے ہیں بلکہ شوہر کے لئے تو اس حد تک بدل جاتے ہیں کہ وہ مردہ بیوی کے ننگے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی چہرہ ہاتھ وغیرہ کے علاوہ باقی جسم کو دیکھ سکتا ہے۔

مذکورہ شرعی اصول کا حاصل یہ ہے کہ

i- میت کے بیرونی معائنہ میں ستر اور پردے کے احکام کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

ii- میت کے جسم کو پھاڑنا چیرنا جیسا کہ پوسٹ مارٹم کے اندرونی معائنہ میں کیا جاتا ہے اس کے احترام کے منافی ہے اور جب تک کوئی ایسی قوی وجہ نہ ہو کہ اس کے سامنے اس کی بے حرمتی کو نظر انداز کیا جا سکے چیر پھاڑ جائز نہیں ہو سکتی۔

مروجہ پوسٹ مارٹم کا جو اصول اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کے تحت پوسٹ مارٹم معائنہ سے

حاصل شدہ معلومات علمی دلچسپی (Academic Interest) کی چیز تو زیادہ ہوسکتی ہے لیکن بہت سے واقعات میں ان کا حصول نعش کی چیر پھاڑ کے لئے قوی وجہ نہیں بن سکتا کیونکہ پوسٹ مارٹم معائنہ کے لئے لائی جانے والی نعشوں میں سے بہت سی ایسی ہوتی ہیں جن کے ظاہری معائنہ سے موت کا سبب مثلاً قتل وغیرہ کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زہر خوری کے باعث ہلاک ہونے والے بہت سے افراد میں ظاہری معائنہ ہی سے زہر خوری کے موت کا سبب ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔ بعض افراد میں قوی ضرورت ہوگی تو فقط ان سے غذا کے اجزا حاصل کر کے معائنہ کرنے سے کافی معلومات اکٹھی ہو جائیں گی۔ بہت ہی کم ایسے Cases ہوں گے جن میں کسی اندرونی عضو کے معائنہ کی ضرورت پیش آئے۔

پوسٹ مارٹم معائنہ سے اصل غرض یہ ہونی چاہئے کہ موت کا کوئی ایسا سبب معلوم ہو جائے کہ یقینی طور پر یا غالب گمان کے طور پر میت میں موت کی نسبت اس کی طرف کی جاسکے۔ اگر وہ ظاہری معائنہ ہی سے معلوم ہو جائے تو بس اس پر اکتفا کیا جائے اس سے تجاوز کر کے نعش کی چیر پھاڑ کرنا جائز نہیں۔ اور اگر فی الواقع ظاہری معائنہ کافی نہ ہو اور کسی انتہائی قوی ضرورت کی بنا پر اندرونی معائنہ کرنا پڑے تو فقط اتنا حصہ کھولا جائے جو تحقیق کے لئے واقعی ضروری ہو۔ اس سے تجاوز کرنا قطعاً جائز نہیں۔

مروجہ پوسٹ مارٹم میں مذکورہ بالا اصولوں کے توڑنے کو ایک مثال سے سمجھیں۔

Medico-Legal case کے طور پر ایک بائیس سالہ نوجوان کی نعش لائی گئی جس کو خنجر کا وار کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کو بیضوی شکل کا بھونکا ہوا زخم 3 سم لمبا اور ڈیڑھ سم چوڑا کمر پر لگا۔ یہ زخم دائیں کمر پر درمیان سے ساڑھے چار سم باہر کی جانب اور دائیں Scapula کے 7 سم نیچے اور اندر کی جانب واقع تھا۔ ماہرین کا اندازہ تھا کہ زخمی ہونے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ مر گیا تھا۔ کمر کی جانب قمیص خون سے بھری ہوئی تھی اور بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔

اس Case میں ظاہری معائنہ سے موت کا ایسا سبب سامنے ہے جس کی طرف موت کی نسبت یقینی طور پر بلا کسی تردد کے کی جاسکتی ہے۔ شرعی اصولوں کی روشنی میں اب ایسی کوئی قوی وجہ موجود نہیں کہ نعش کا ستر کھولا جائے اور اس کی چیر پھاڑ کی جائے۔

باب:55

تشریح الابدان کی تعلیم کے لئے نعش کی کانٹ چھانٹ

(Body Dissection)

1- پوسٹ مارٹم معائنہ کی بحث میں نعش کی حرمت واحترام کا ذکر ہو چکا ہے۔

2- مردے کو نہلانا اور اس کی تجہیز و تکفین کرنا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ کسی کے بھی نہ کرنے سے اس مردہ کے بارے میں تمام باخبر مسلمان گناہ گار ہوتے ہیں۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ خِصَالٍ یَعُوْدُهٗ إِذَا مَرِضَ وَیَشْهَدُهٗ إِذَا مَاتَ وَیُجِیْبُهٗ إِذَا دَعَا وَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ إِذَا لَقِیَهٗ وَیُشَمِّتُهٗ إِذَا عَطَسَ وَیَنْصَحُ لَهٗ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَا (نسائی)

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ (جب وہ) بیمار (ہو جائے تو اس) کی عیادت کرنا۔ (اس کے) جنازہ کے ساتھ چلنا (جب) وہ (مدد کے لئے) بلائے تو اس کی مدد کرنا اور جب اس سے ملے تو اس کو سلام کہے اور جب وہ چھینک کر الحمد اللہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ کہنا۔ اور اس کی خیر خواہی کرنا خواہ وہ سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ باتیں مسلمان میت کا دوسرے مسلمانوں پر حق ہیں۔ نعش کی کانٹ چھانٹ (Dissection) میں مندرجہ ذیل قباحتیں لازم آتی ہیں۔

1- نعش کی ہتک حرمت ہوتی ہے۔

2- میت اپنے حق سے محروم رہتی ہے۔

3- اس سے باخبر تمام مسلمان فرض کفایہ کے ترک اور مسلمان کے حقوق کے ضائع کرنے کی بنا پر گناہ گار ہوتے ہیں کیونکہ (Dissection) میں کام آنے والی نعش اگر نماز جنازہ سے نہیں تو تکفین و تدفین سے محروم رہتی ہے۔

4- یہ شرعی حکم گزر چکا ہے کہ لاش کا مثلہ نہ کرو۔اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهٗ قَالَ لَا تَغْدِرُوْا...... وَلَا تُمَثِّلُوْا ...... (احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب اپنے لشکر روانہ کرتے تھے تو ان سے فرماتے تھے کہ نہ تو نقض عہد کرنا اور نہ مثلہ کرنا۔

5- میت کے ستر چھپانے کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

اب ہمیں دیکھنا ہوگا کہ نعش کی (Dissection) کرنے میں یہ پانچ بڑی بڑی قباحتیں لازم آتی ہیں تو کیا اس کا متبادل طریقہ کوئی ہے؟

موجودہ دور میں مصنوعی ڈھانچے اور مصنوعی اجسام (Dummies) تیار کئے جارہے ہیں اور ان سے استفادہ بھی کیا جارہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تشریح الابدان کے علم کی تحصیل میں ان پر اکتفا نہ کیا جائے۔

غرض ان قباحتوں کا تحمل کرنے کی کوئی قوی وجہ موجود نہیں ہے اور اس لئے انسانی میت کی Dissection کسی طور پر جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: Dissection کے جائز نہ ہونے پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں سرکاری کالجوں میں اور بہت سے پرائیویٹ کالجوں میں بھی Dissection کو میڈیکل یعنی انگریزی طبی تعلیم کا ایک لازمی جزو ہے تو کیا طبی تعلیم حاصل کرنا بھی ناجائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے مقاصد میں سے ایک حفاظت جان بھی ہے جو کہ طبی تعلیم پر موقوف ہے لہٰذا طبی تعلیم کو تو ترک نہیں کیا جائے گا اگرچہ اصحاب اختیار پر لازم ہے کہ وہ اصلاح احوال کریں اور طبی تعلیم کے غیر شرعی حصوں کو تبدیل کریں۔ جب تک حالات شریعت کے مطابق نہیں بنتے تعلیم تو حاصل کی جائے البتہ Dissection میں عملی دلچسپی نہ لی جائے صرف مشاہدہ پر اکتفا کیا جائے، دل میں اس کو غلط اور برا سمجھا جائے اور یہ عزم رکھا جائے کہ اصلاح احوال کی سنجیدگی سے کوشش

کریں گے۔

باب:56

طبیب ومعالج کی اجرت

طبیب کا اجرت لینا جائز ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهٗ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اس کی اجرت دی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِيْهِ لَدِيْغٌ أَوْسَلِيْمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنَ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَاقٍ فَإِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيْغًا أَوْسَلِيْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلٰى أَصْحَابِهٖ فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْ أَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْراً حَتّٰى قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ أَجْرًا عَلَيْهِ كِتَابُ اللّٰهِ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب کا ایک پانی پر گزر ہوا (جس کے پاس عرب کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس قبیلہ کے یعنی) وہاں کے لوگوں کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا تھا۔ اس قبیلہ کا ایک شخص ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے کیونکہ قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہے۔ ان میں سے ایک صاحب گئے اور کچھ بکریوں کے عوض سورہ فاتحہ پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ وہ سردار ٹھیک ہو گیا (اور ان صحابی کو بکریاں مل گئیں)۔ یہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ساتھیوں نے ان کے اجرت لینے کو ناپسند کیا اور کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ واپس مدینہ منورہ آئے (اور نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے) تو کہا اے اللہ کے رسول انہوں نے تو

کتاب اللہ پر اجرت وصول کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ تو بیماری کا علاج تھا عبادت کا کام نہیں تھا اور کسی بیماری کے علاج میں) سب سے صحیح بات جس پر تم اجرت لو کتاب اللہ ہے (کہ اور دواؤں کے مقابلہ میں اس کا ذریعہ علاج ہونا زیادہ پختہ بنیاوں پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام ہی حقیقتاً مؤثر ہیں جب کہ دواؤں کے پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم اور اسی کی قدرت کارفرما ہوتی ہے)۔

طبیب کی اجرت سے متعلق احکام

مسئلہ: طبیب کو مشورہ فیس یعنی تشخیص و تجویز نسخہ کی اجرت لینا جائز ہے۔[(1)]

تنبیہ: لیکن اس کی مقدار مقرر کرنے میں انسانی ہمدردی اور اسلامی خیر خواہی کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ یہی تاکید طب کے دوسرے شعبوں مثلاً دوائیں بنانے والی کمپنیوں اور لیبارٹریوں کے لئے ہے کیونکہ ان کا نظام بھی اکثر و بیشتر سرمایہ دارانہ Capitalist بنیادوں پر چل رہا ہے۔ دنیا کی دوسری چیزوں کے لینے نہ لینے میں آدمی کو اختیار ہوتا ہے لیکن مریض علاج سے متعلقہ ادویات و دیگر اشیاء خریدنے میں اور بتائے گئے ٹیسٹ کرانے میں مجبور ہوتا ہے اور کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا خود ناجائز ہے۔

مسئلہ: طبیب کے اجرت لینے کی بظاہر دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت۔ طبیب کسی مریض کو خواہ اپنے مکان پر دیکھتا ہے یا مریض کے مکان پر دیکھتا ہے اور اس کے مرض کی تشخیص کرتا ہے اور اس کو دوا بتلاتا ہے یا اپنے پاس سے دوا دیتا ہے اور نہ کچھ فیس مقرر کرتا ہے اور نہ کوئی شرط رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود مریض طبیب کو کچھ دیتا ہے۔ یہ صورت بظاہر ہدیہ (Gift) کی ہے کہ اس نے محض اللہ تعالی سے ثواب کی خاطر مریض کی خدمت کی اور مریض نے بطور ہدیہ طبیب کو کچھ دیدیا۔ یہ شرعاً جائز ہے۔

مذکورہ بالا صورت میں مریض نے کچھ نہیں دیا تو طبیب کو جبراً لینے کا حق نہیں۔ اگر لے گا تو حلال نہ ہوگا۔

یہ صورت اکثر ان ڈاکٹروں کو پیش آتی ہے جو اپنی پرائیویٹ پریکٹس Prlvate practice نہیں کرتے۔

دوسری صورت ۔ یہ ہے کہ طبیب کوئی رقم بطور فیس واجرت کے مقرر کرلے کہ میں اپنے عمل پر یا اپنی دوا پر یہ رقم لوں گا۔شرعاًیہ بھی جائز ہے۔[2]

مسئلہ: طبیب کو اپنے معالجہ کے معاوضہ میں فیس مقرر کر کے لینا حلال ہے خواہ مریض صحت یاب ہو جائے یا مر جائے۔[3]

مسئلہ:اگر طبیب کو گمان ہے کہ مریض مر جائے گا تو اس وقت بھی فیس مقرر کر کے لینا جائز ہے۔[4]

مسئلہ: ڈاکٹر اور کسی لیبارٹری کے درمیان یا طبیب اور دوا والے) کے درمیان کمیشن کا معاملہ کہ ڈاکٹر وطبیب جتنے مریضوں کو اس لیبارٹری یا دوا والے کے پاس بھیجے گا اس پر فی مریض اتنا کمیشن وصول کرے گا۔ یہ رشوت ہے اور ناجائز وحرام ہے کیونکہ ڈاکٹر اپنے مشورہ کی فیس تو لیتا ہی ہے خواہ وہ دوا کی قیمت کے اندر ہی شامل ہو اور ضرورت ہو تو کسی اچھی لیبارٹری کا یا کسی اچھے دوا والے کا مشورہ دینا ڈاکٹر کے فرائض میں شامل ہوا۔[5]

حوالجات

(1,2) فتاوی خلیلیہ ص 251

(3,4) فتاویٰ خلیلیہ ص 251,252

(5) امدادالفتاوی ص 410 ج 3

باب:57

طبیب و معالج پر تاوان

علاج تین طرح سے کیا جاتا ہے

1- آپریشن کے ذریعے

2- ہسپتال میں داخل کر کے مریض کے مرض کی تشخیص کرنا اور علاج کرنا۔

3- مریض کا معائنہ کر کے دوا زبانی بتانا یا نسخہ تحریر کر کے دے کر مریض کو فارغ کرنا۔

آپریشن کے ذریعے علاج میں تاوان سے بچنے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔

(i) سرجری کے معروف طریقے اور طبی اصول وضوابط کے مطابق آپریشن کرنا۔

(ii) مریض یا اس کے ولی کی اجازت سے آپریشن کرنا۔

ان میں سے ایک بات بھی مفقود ہو اور کوئی نقصان ہو جائے تو طبیب پر تاوان آئے گا۔

اس بات کو علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے بحر رائق میں اس طرح ذکر کیا:

وظاهر عبارة المؤلف ان الضمان بنتفی بعدم المجاوزة۔ و ذکر فی الجامع الصغیر و حجامة العبد بامر المولی حتی اذا لم یکن بامرالمولی یجب الضمان۔ قال فی الکافی عبارة المختصر ناطقة بعدم التجاوز و ساکنة عن الاذن۔ و عبارة الجامع الصغیر ناطقة بالاذن ساکتة عن التجاوز فصار مانطق به هذا بیانا لما سکت عنه الأخر و یسفاد بمجموع الروایتین اشتراط عدم التجاوز و الاذن لعدم وجوب الضمان حتی اذا عدم احدهما او کلاهما یجب الضمان (29/8)

مثالیں

i- دانتوں کے سرجن سے ایک دانت نکلوایا لیکن اس نے احتیاط نہ کی اور ساتھ والا دانت بھی گر گیا تو سرجن پر تاوان آئے گا۔

ولو قلع ما امره ولکن سن آخر متصل بهذا السن سقط ضمنه۔

-ii سرجن نے کسی کا ختنہ کیا یا اس کے نشتر لگایا اور مریض مر گیا یا کچھ اور نقصان ہوا تو اس پر تاوان نہیں ہوگا الا یہ کہ اس نے جو معروف طریقہ ہے اس سے تجاوز کیا ہو اور کچھ زیادہ کاٹ دیا ہو۔

حجم او ختن او بزغ و تلف لم یضمن الا اذا تجاوز المعتاد۔ (بزازیه ج5 ص 89)

-iii ختنہ کرتے ہوئے اگر حشفہ (Glans Penis) کاٹ دیا تو تاوان آئے گا اور اگر چھوٹا (یعنی بچہ) یا بڑا اس سے مر گیا تو اس سرجن پر نصف دیت آئے گی۔ اور اگر تندرست ہو گیا تو پوری دیت آئے گی۔

فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب ختنہ کرانے والا مر گیا تو اس کی موت دو وجہ سے ہوئی۔ ایک وجہ اجازت یافتہ فعل سے ہوئی یعنی کھال کاٹنے سے اور دوسری وجہ بغیر اجازت کے ہوئی یعنی حشفہ کاٹنے سے۔ اس لیے نصف دیت آئے گی۔ اور جب تندرست ہو جائے تو کھال کے کاٹنے کی اجازت تھی تو وہ تو ایسے ہوا گویا کہ ہوا ہی نہیں اور حشفہ کا کاٹنا باقی رہا لہٰذا پوری دیت آئے گی۔ طبیب کی دیت اس کی عاقلہ یعنی یونین پر آئے گی۔

الا اذا جاوز الحشفة۔ و ان مات منه فعلیه نصف بدل النفس وان برأ فعلیه تمام بدل النفس۔ والفرق انه اذا مات فقد تلف بامرین ما ذون و هو قطع الجلدة و غیر ماذون و هو قطع الحشفة۔ و اذا برئ ققطع غیر الحشفة ماذون فجعل کان لم یکن و بقی قطع الحشفة فیضمن کمال الدیة۔

قال الخطابی...... و جنایة الطبیب فی قول عامة الفقهاء علی عاقلته۔ (بذل المجهود ص 187 ج 6)

صرف دواؤں سے علاج کیا خواہ ہسپتال میں داخل کر کے یا اس کے بغیر

اس صورت میں تاوان سے بچنے کی یہ شرطیں ہیں:

-i طبیب ہنر یافتہ ہو۔

-ii صحیح تشخیص کے لیے ضروری ٹیسٹ کرائے ہوں۔

-iii طبی اصولوں کے مطابق اور کامل احتیاط کے ساتھ علاج کرے اور اگر مریض ہسپتال میں

داخل ہوتو اس کی مکمل دیکھ بھال کرے۔

اگر مرض کو لا علاج سمجھ کر ڈاکٹر مریض کو ازخود یا مریض یا اس کے لواحقین کے کہنے پر نیند آور دوا کی جان لیوا مقدار (Lethal Dose) کا ٹیکہ لگا دے اور اس سے مریض مر جائے تو ڈاکٹر پر دیت آئے گی۔

اگر طبیب نے مریض کو ایسی دوا کا ٹیکہ لگایا جس کی حساسیت مریض میں موجود ہو اور طبیب نے حساسیت کا ٹیسٹ کئے بغیر لگایا ہو اور مریض اس سے مر گیا تو طبیب پر دیت آئے گی اور اگر طبیب کی واضح ہدایت کہ مریض میں حساسیت کا ٹیسٹ کرنے کے بعد ٹیکہ لگایا جائے لیکن معاون نے ہدایت کو نظر انداز کر کے ٹیکہ لگایا اور اس سے مریض مر گیا تو معاون پر دیت آئے گی۔

اور اگر تشخیص کرنے میں اور علاج کرنے میں غفلت اور لا پرواہی اور سستی سے کام لیا اور کوئی ضروری ٹیسٹ نہ کرایا یا ہسپتال میں ہونے کے باوجود مریض کی دیکھ بھال کرنے میں لا پرواہی کی جس کی وجہ سے مریض کو نقصان پہنچا یا وہ مر گیا تو طبیب پر تاوان آئے گا۔

یہاں لا پرواہی، غفلت اور سستی سے مراد وہ ہے جو طبیب نے جان بوجھ کر اختیار کی ہو۔ مکمل احتیاط کے باوجود کسی بھول چوک کا ہو جانا معاف ہے۔ اسی طرح جب متعدد احتمالات ہوں اور مرض کی تعیین کرنے یعنی تشخیص کرنے میں خطا کا ہو جانا بھی معاف ہے۔

جدید فقہی مباحث میں (i) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

اگر کمال احتیاط اور کمال رعایت کے باوجود معالج سے کہیں بھول چوک واقع ہوگئی اور کسی ایسے معاملہ میں اس نے غلط رائے اختیار کی جس میں ایک سے زیادہ رائے کی گنجائش تھی تب بھی اس پر تاوان نہیں۔ (ص 58)

بھول چوک کی ایک مثال یہ سامنے آئی کہ ایک 55 سالہ شخص جس کی شوگر کی سطح بھی بلند تھی اور جس کو خون کی الٹیاں آ رہی تھیں ہسپتال میں آیا۔ خون کی الٹیوں کو روکنا بھی ایک ایمرجنسی ضرورت تھی اس لیے ڈاکٹر نے اپنی توجہ اس طرف لگا دی اور اس مشغولیت میں شوگر ٹیسٹ کرانا بالکل بھول گیا۔ اس ٹیسٹ کی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ زیادہ شوگر کی وجہ سے Acidosis ہو سکتا تھا۔ آٹھ دس گھنٹے کی دیکھ بھال کے باوجود مریض کی حالت بجائے بہتر ہونے کے خراب ہوتی گئی۔ اب ڈاکٹر کو اس ٹیسٹ کا خیال آیا۔ ٹیسٹ کرانے پر شوگر 300 نکلی اور معلوم ہوا کہ اس

کی وجہ سے Acidosis ہو چکا ہے۔اس کا علاج شروع کیا لیکن مریض جانبر نہ ہوسکا۔ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اگر ٹیسٹ بروقت ہو جاتا اور Acidosis کا علاج بھی ساتھ ساتھ ہوتا تو شاید مریض کی جان بچ جاتی۔

اس بارے میں ہمارے ایک ساتھی مولانا مفتی رفیق صاحب کی یہ تجویز مناسب معلوم ہوتی ہے کہ چند ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں کا ایک بورڈ یہ فیصلہ کرے کہ مریض کو نقصان ڈاکٹر کی سہل پسندی اور غفلت کی وجہ سے ہوا یا بھول چوک سے ہوا اور کیا وہ بھول چوک عذر بن سکتی ہے یا نہیں۔

اگر ڈاکٹر کی غفلت اور سہل پسندی سے مریض مر جائے یا اس کو نقصان پہنچے تو ڈاکٹر کو تعزیر کی جائے گی۔دونوں صورتوں میں ڈاکٹر پر دیت نہیں آئے گی کیونکہ قتل کی جو پانچ قسمیں ہیں ان میں قاتل بالواسطہ یا بلاواسطہ مثبت طور پر فعل کا مرتکب ہوتا ہے جب کہ مذکورہ صورت میں ڈاکٹر کی جانب سے ایسا کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔

اس کے باوجود بھی انسان ہونے کے ناطے ڈاکٹر سے غلطیاں سرزد ہونا یا مریض کو نقصان پہنچ جانا بعید نہیں۔اس صورت میں تقریباً تمام فقہاء متفق ہیں کہ ڈاکٹر پر اس کی ذمہ داری نہ ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ علاج کرنا ایک اجتماعی ضرورت ہے۔طبی خدمات کے دوران ہونے والے نقصانات کا ذمہ دار اگر ڈاکٹر کو قرار دیا جائے اور قانونی یا تمدنی کسی بھی اعتبار سے اس کی گرفت کی جائے تو اس سے ڈاکٹروں کی حوصلہ شکنی ہوگی اور ان کے فن اور خدمات کی ناقدری ہو گی اور اس صورت میں کوئی بھی ڈاکٹر کھلے دل اور حاضر دماغ کے ساتھ مریض کا علاج نہیں کرسکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ قانونی یا معاشرتی گرفت کا احساس ان پر اس حد تک غالب ہو جائے کہ وہ اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی بجائے اپنی فنی خدمات ہی سے سبکدوش ہو جائیں اور خدانخواستہ اگر ایسا ہو جائے تو بہت بڑا اجتماعی نقصان ہوگا۔(ص123)

مسئلہ: طبیب حاذق نے اپنے اجتہاد سے مریض کے لیے ایک نئی دوا تجویز کی جس کا استعمال اب تک کسی نے تجویز نہ کیا ہو اور اس کے استعمال کے تسلی بخش تجربے بھی نہ ہوئے ہوں اور اس دوا سے مریض مر گیا ہو تو اس صورت میں طبیب پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: طبیب حاذق نے مریض کی دکھتی آنکھ میں دوا ڈالی جس سے آنکھ کی بینائی جاتی رہی تو طبیب پر تاوان نہ آئے گا۔لیکن اگر طبیب نے غفلت سے غلط اور نقصان دہ دوا ڈالی تو اس پر تاوان

آئے گا۔

الکحال اذا صب الدواء فی عین رجل فذهب ضوء ہ لم یضمن کالختان الا اذا غلط۔ (بزازیه 89/5)

مسئلہ: طبیب نے مریض کے لیے لیزر شعاؤں (Laser) سے آنکھ کا علاج تجویز کیا۔ مریض نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ میرا علاج کرو لیکن شرط یہ ہے کہ میری بینائی زائل نہ ہو۔

طبیب نے ضابطے کے مطابق کام کیا لیکن مریض کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی تو طبیب پر تاوان نہیں آئے گا کیونکہ صحیح علاج کے باوجود قدرتی طور پر نقصان نہ ہونے دینا طبیب کی طاقت سے باہر ہے۔

قال للکحال داو بشرط ان لا یذهب البصر فذهب لایضمن لانه لیس فی وسعه۔ (بزازیه، ج 5 ص 89)

غیر ہنر مند طبیب اگر علاج میں مریض کا نقصان کر دے تو اس پر تاوان آئے گا

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ قال من تطبب و لا یعلم منه طب فهو ضامن۔ (ابو دائود)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مریض کا علاج کیا جب کہ وہ طبیب نہیں ہے تو (کوئی نقصان ہونے پر وہ ذمہ دار ہوگا اور) اس پر تاوان آئے گا۔

عن عبد العزیز قال قال رسول الله ﷺ ایما طبیب تطبب علی قوم لا یعرف له تطبب قبل ذلك فاعنت فهو ضامن۔ (ابو داؤد)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس طبیب نے کسی قوم کا علاج کیا حالانکہ پہلے سے اس کا طبیب ہونا معروف نہ ہو اور اس نے مریضوں کو نقصان پہنچایا (اور ہلاک کیا) تو اس پر تاوان آئے گا۔

رحم میں جنین کا قتل

4 مہینے (120 دن) پورے ہونے پر جنین میں روح ڈال دی جاتی ہے۔قتل کہتے ہیں ایسے عمل کو کرنا جس سے ذی روح کی روح کا تعلق جسم سے بالکل منقطع ہو جائے۔اس کو اختیار کرنے کی کوئی بھی وجہ ہو اور خواہ اس کو اختیار نہ کرنے میں ماں کی جان کو خطرہ ہو یہ جائز نہیں مثلاً رحم تشنج کی حالت میں ہو اور بچہ کی پوزیشن Transverse lie کی ہو یا سر میں پانی پھر گیا ہو (Hydrocephalus) ہو وغیرہ کیونکہ ایک جان کو بچانے کے لیے دوسری جان کو قصداً قتل کرنا اور مارنا جائز نہیں۔اگر طبیب نے جنین کے مارنے کو اختیار کیا تو اس پر دیت آئے گی۔

باب:58

دواکے نمونہ جات(Samples)
اور
ہدایا(Gifts) کے احکام

مسئلہ: دواؤں کی کمپنیوں کی جانب سے نمونہ جات (Samples) یا چھوٹے چھوٹے ہدیے مثلاً معمولی قیمت کا قلم، نسخہ لکھنے کا پیڈ، کیلنڈر وغیرہ ڈاکٹروں کو دیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹروں کے لیے ان کو لینا اور ان کو اپنے استعمال میں لانا یا دوسروں کو مفت استعمال کیلئے دینا جائز ہے۔

مسئلہ: قیمتی ہدیے مثلاً کار، ریفریجریٹر، کمپیوٹر، کسی بیرونی ملک کے سفر کا ٹکٹ، دواؤں میں کمیشن اور کسی بڑے ہوٹل میں کھانے کا خرچ وغیرہ، یہ سب رشوت کی صورتیں ہیں اور ان کا لینا دینا دونوں ناجائز ہیں قیمتی ہدیوں سے مراد وہ ہدیے ہیں جو کمپنی والے ہر کسی ڈاکٹر کو نہیں دیتے۔

مسئلہ: وہ ڈاکٹر جو سرکاری ہسپتالوں میں کام کرتے ہیں ان کو بھی کمپنیوں کے نمائندے (Representatives) دواؤں کے نمونہ جات ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے دیتے ہیں سرکاری ملازم کی حیثیت سے نہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ ڈاکٹر ملازمت چھوڑ کر اپنا نجی مطب کھول لے تب بھی یہ نمائندے اس کے پاس آتے ہیں اور نمونہ جات و ہدیے دیتے ہیں۔

البتہ اگر کوئی ڈاکٹر سرکاری ملازمت میں ایسی حیثیت میں ہو کہ اس کو کمپنیوں سے دوائیں خریدنے کا اختیار ہو اور کمپنیوں کے نمائندے اس کو نمونہ جات دیتے ہوں تو یہ نمونہ جات سرکاری ملکیت ہونگے اور ڈاکٹر کے ذمہ واجب ہوگا کہ وہ ان کو ہسپتال کے سٹور میں جمع کرائے اور جائز مصرف میں خرچ کرے۔ اسی حیثیت میں جو ہدیے ملیں وہ بھی سرکاری ملکیت ہونگے۔ ڈاکٹر کی ذاتی ملکیت شمار نہیں ہوں گے۔ ہدیے اگر ہسپتال کے استعمال میں آسکیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کو فروخت کر کے دوائیں یا ہسپتال کی ضرورت کی دیگر اشیاء خرید لی جائیں۔

تنبیہ: مذکورہ اختیار والا سرکاری ڈاکٹر اگر علاج معالجہ بھی کرتا ہو اور مریضوں کو نسخہ جات تجویز کرتا ہو تو اگر چہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس کو معالج کی حیثیت سے نمونہ جات و ہدیے دیے گئے ہوں لیکن چونکہ کاروباری نقطہ نظر سے سرکاری اختیار کی حیثیت غالب ہوتی ہے اور احتیاط بھی اسی پہلو کو اختیار کرنے میں ہے لہٰذا اس ڈاکٹر کو ملنے والے تمام نمونہ جات و ہدایا خواہ ہسپتال میں دیے گئے ہوں یا نجی مطب میں دیے گئے ہوں سرکاری ملکیت شمار ہونگے۔

2- کسی غیر سرکاری ادارے کے تحت چلنے والے ہسپتال میں ایسے بااختیار ڈاکٹر کیلئے بھی یہ ہی حکم ہے۔

مسئلہ: کمپنیاں ڈاکٹروں کو جو نمونے دیتی ہیں اس شرط کے ساتھ دیتی ہیں کہ ان کو فروخت نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ کمپنیوں کا ہبہ مطلق نہیں ہوتا بلکہ اس غرض سے ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ان کے نمونوں (Samples) کو خود استعمال کر کے یا دوسروں کو استعمال کرا کے ان کے اثرات کا تجربہ و مشاہدہ کریں اور مفید پا کر مریضوں کو تجویز کریں۔ اور چونکہ یہ غرض اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب ڈاکٹر ان کو فروخت نہ کریں نہ بازار میں نہ مطب میں بلکہ ان کو خود استعمال کریں یا خود دوسروں کو استعمال کرائیں لہٰذا کمپنیوں کی جانب سے یہ شرط فاسد نہیں ہے بلکہ غرض کے مناسب ہے اور اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ کے تحت اس شرط کی پابندی و پاسداری ضروری ہے۔

غرض شرط کی پابندی کرتے ہوئے ڈاکٹروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ نمونہ جات کو فروخت کریں۔ لیکن اگر کوئی ان کو فروخت کر دے تو اصل ہبہ کے اعتبار سے بیع صحیح ہو جائے گی البتہ ڈاکٹر پر لازم ہوگا کہ وہ ان کی قیمت کو اپنے استعمال میں نہ لائے بلکہ اس رقم سے وہی دوا یا اگر وہ دوا اس کے دائرہ استعمال میں نہ آتی ہو تو کوئی اور دوا خرید کر لوگوں کو مفت استعمال کیلئے دیدے۔ اور اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اس رقم کو صدقہ کر دے۔

اگر ڈاکٹر نمونہ جات کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم اپنے استعمال میں لائے گا تو اگر چہ وہ رقم اور اس سے خرید کردہ شے ڈاکٹر کے حق میں حرام نہیں ہوتی لیکن شرط کے خلاف کرنے پر ڈاکٹر گناہ گار ہوگا۔

تنبیہ: کسی کو یہ خیال ہو کہ تجربہ و مشاہدہ تو ایک دو مرتبہ کے استعمال سے ہو جاتا ہے جبکہ کمپنیوں والے نمونہ جات بار بار دے جاتے ہیں۔ لہٰذا بار بار دینے میں کمپنی کی وہ غرض باقی نہیں

رہتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کمپنی والے تکرار کے ساتھ نمونہ (Sample) کہہ کر اور لکھ کر دیتے ہیں۔اسی طرح شرط بھی لکھی ہوتی ہے۔اور دوا میں نمونہ (Sample) سے غرض وہی ہوتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی جبکہ بار بار تجربہ و مشاہدہ کرنا بے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ مفید ہی ہوتا ہے کیونکہ مختلف مریضوں میں ایک دوا کے مختلف مفید و مضر اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔لہٰذا غرض معدوم نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے۔

مسئلہ: آج کل نمونہ جات (Samples) میں رشوت کا عنصر شامل ہوتا جا رہا ہے۔ کمپنیاں زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے مابین مقابلہ بھی زیادہ ہو گیا ہے اور کمپنی کے نمائندے اپنی ملازمت کو مستقل کرانے کی خاطر یا مزید ترقی کی خاطر ان ڈاکٹروں کو زیادہ نمونہ جات دیتے ہیں جو ان کی کمپنی کی مصنوعات زیادہ لکھتے ہیں یا زیادہ لکھنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔اس وجہ سے ڈاکٹروں پر لازم ہے کہ وہ کمپنیوں سے نمونہ جات اور ہدیے لینے میں استغناء کو اختیار کریں اور کمپنی کے نمائندوں کی خاطر ضابطہ اخلاق و قانون شریعت کو نہ توڑیں۔

مسئلہ: کمپنی کے نمائندوں کی خاطر یا ان سے مزید نمونہ جات (Samples) یا دیگر ہدایا اور مفادات حاصل کرنے کی خاطر بلا ضرورت دوائیں تجویز کرنا یا کم استطاعت والے مریضوں کو متبادل مؤثر اور سستی ادویہ کے ہوتے ہوئے مہنگی ادویہ تجویز کرنا ظلم و خیانت ہے اور ناجائز ہے۔

مسئلہ: نمونہ (Sample) کی دوائیں اگر کسی میڈیکل سٹور پر فروخت ہو رہی ہوں تو بہتر ہے کہ ان کو نہ خریدا جائے۔اگر خرید ہی لیا تو دوا حلال ہو گی لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ۔یہ حکم اس وقت ہے جب معلوم نہ ہو کہ سٹور میں دوا کس ذریعہ سے آئی۔

البتہ اگر معلوم ہو کہ کمپنی کے نمائندوں نے مال چوری کر کے سٹور کو دیا ہے یا ڈاکٹروں میں تقسیم کرنے کے بجائے سٹور کو فروخت کر دیا ہے۔تو چونکہ وہ غصب اور چوری کا مال ہے لہٰذا اس کو خریدنا ناجائز ہے۔

دواؤں کی کمپنیوں کی زیرِ سرپرستی طبی کانفرنسیں

کمپنیاں از خود یا ڈاکٹروں کی تحریک و درخواست پر طبی کانفرنسیں کرواتی ہیں۔یہ کانفرنسیں

چھوٹے بڑے پیمانے پر ہوتی ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کانفرنس کا کل خرچہ صرف ایک یا ایک سے زائد کمپنیاں برداشت کرتی ہیں۔اس میں شرکائے کانفرس کے اعلی ہوٹل میں قیام وطعام کا خرچہ اور بعض خصوصی شرکاء اور مہمانوں کے سفری اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں۔

مسئلہ: کمپنی ازخود اپنی تحریک پر ایسی کوئی کانفرنس کرے تو بظاہر کوئی حرج نہیں ہے لیکن چونکہ اس سے کمپنی کا مقصود اپنی مصنوعات کی ترویج ہوتا ہے اور ترویج کا ذریعہ ڈاکٹر ہوتے ہیں لہٰذا ڈاکٹر کا کمپنی کی ایسی کسی پیشکش سے فائدہ اٹھانا جس سے وہ کسی بھی حدتک اس کمپنی کی مصنوعات کی ترویج کا پابند ہوجائے یا اپنے آپ کو پابند محسوس کرے ناجائز ہے اور رشوت ہے۔اس میں اعلی ہوٹل میں قیام وطعام بھی شامل ہے اور سفری خرچہ بھی۔

مسئلہ: جب خود ڈاکٹروں کی درخواست ومطالبہ پر کوئی کمپنی کسی طبی کانفرنس کی سرپرستی کرے تو اس صورت میں ڈاکٹروں کو بہت زیادہ احتیاط اور استغناء کی ضرورت ہے۔کوئی ایسا فائدہ اٹھانا خواہ وہ سفری ٹکٹ کا ہو یا ہوٹل میں قیام وطعام کا ہو جس کے بعد ڈاکٹر کمپنی کے کسی درجہ میں پابند ہوجائیں یا پابندی محسوس کریں جائز نہیں۔

مسئلہ: خاص کانفرنس کے انتظام کی مجبوری ہو یا کسی خاص ناگزیر مہمان کو باہر سے بلانا ہو تو یہ کمپنی کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔البتہ دیگر منتظمین ڈاکٹر اور شرکاء کے قیام وطعام کے اور سفر کے اخراجات خود ان کے اپنے ذمے ہوں۔کمپنی کے انتظام کرنے سے کمپنی کو اپنی مطلوبہ تشہیر حاصل ہوجائے گی اور قیام وطعام اور سفر کے اخراجات خود برداشت کرنے سے ڈاکٹر کمپنی کے پابند بھی نہیں رہیں گے۔

مسئلہ: مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں ضروری ہے کہ اسراف وتبذیر سے بچا جائے اور مادی آسائشوں کے بجائے علمی معیار کو ترجیح دی جائے۔

باب:59

دوا کے بارے میں احکام

جو چیزیں علاج میں کام آتی ہیں چار قسم کی ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات اور ان سے مرکب چیزیں۔

دوا کے استعمال کے طریقے

علاج میں کام آنے والی دواؤں کے استعمال کے دو طریقے ہیں اور دونوں کے شرعی حکم علیحدہ ہیں۔ایک داخلی استعمال اور دوسرا خارجی استعمال۔

داخلی استعمال صرف حلق میں اور پیٹ میں پہنچ جانے کو کہتے ہیں یعنی داخلی استعمال کھانے پینے کا نام ہے۔اس کے سوا جتنے طریقے استعمال کے ہیں سب خارجی ہیں حتی کہ تر چیز ناک میں سڑکنا (استنشاق) اور تر دوا ناک میں ٹپکانا (سعوط) اور ناک میں دوا پھونکنا (نفوخ) اور منجن ملنا (سنون) اور کوئی تر یا خشک دوا سونگھنا (شموم) اور ناس لینا (عطوس) اور چبانا اور کلی کرنا اور ٹیکہ لگوانا بھی خارجی استعمال ہیں بشرطیکہ دوا حلق میں نہ پہنچے۔لیکن سوائے شموم (سونگھنے) کے اور ٹیکے کے سب میں خطرہ ہے کہ دوا حلق میں پہنچ جائے بلکہ اغلب ہے کہ پہنچ جاتی ہے لہٰذا اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے یہ سب بھی داخلی استعمال کے حکم میں ہیں اور یہ احتیاط ضروری ہے کہ جس چیز کا داخلی استعمال درست نہیں وہ ان طریقوں سے استعمال نہ کی جائیں ورنہ اگر ذرا بھی حلق میں پہنچ گئی تو حرام چیز کھانے کا گناہ ہوگا اور کوئی احتیاط کر سکے (کہ حلق میں نہ جانے پائے) تو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

داخلی اور خارجی استعمال کا حکم

مسئلہ: جو چیز نجس العین ہے یعنی خود ناپاک ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، شراب، مردار (اور اس

کا گوشت چربی وغیرہ) اور خنزیر کا گوشت وغیرہ اس کا نہ تو خارجی استعمال درست ہے اور نہ ہی داخلی استعمال درست ہے۔

مسئلہ: اور جو چیز دوسری چیز کے ملانے سے نجس ہوئی ہے اس کا داخلی استعمال درست نہیں البتہ خارجی استعمال جائز ہے۔ جیسے ناپاک پانی یا وہ سرمہ جس میں پتوں کا پانی (Bile) پڑا ہو جبکہ ادویات سے پتوں کا پانی زیادہ نہ ہو اور جیسے شراب آمیز ادویات جبکہ شراب مغلوب اور دوا غالب ہو۔

اس استعمال کی صورت میں جس حصہ پر دوا لگی ہو اس حصہ کو نماز کے وقت دھونا اور با قاعدہ پاک کرنا ضروری ہے۔

ایسی ناپاک چیز سے خارجی استعمال میں بھی پرہیز کرے تو زیادہ بہتر اور مناسب ہے کیونکہ بعض اوقات شدت مرض میں خیال نہیں رہتا اور کپڑوں میں بھی نجاست لگ جاتی ہے یا ہاتھ بلا دھوئے کسی برتن میں پڑ جاتا ہے اور وہ برتن اور پانی ناپاک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گھر کے دوسرے افراد کو بھی نجاست لگ جاتی ہے۔

تنبیہ: شریعت اسلامی میں کسی چیز کی حرمت کی علت چار چیزیں ہیں۔

(1) نجاست

(2) مضرت

(3) خباثت یعنی گھن والی ہونا جیسے کیڑے مکوڑے۔

(4) نشہ۔

مسئلہ: جب مضر اور غیر مضر چیزیں مل جائیں تو اگر ملانے سے نقصان جاتا رہے تو ممانعت بھی جاتی رہے گی جیسے سنکھیا کے ساتھ کوئی اس کا اتار ملا دیا جائے۔

مسئلہ: جب خبیث اور غیر خبیث مل جائیں تو اگر خباثت اور گھناؤنا پن باقی رہے تو حرمت کا حکم ہوگا اور اگر نہ رہے تو حلت کا حکم ہوگا۔ جیسے دیگ میں مکھی پڑ جائے کہ اگر مکھی شوربے میں حل نہیں ہوئی تو اس مکھی کا کھانا جائز نہیں اور اگر وہ گھل مل گئی تو ایک دیگ میں مکھی کا مل جانا عرفاً مستخبث نہیں لہٰذا وہ شوربا حلال ہے حالانکہ مکھی کے اجزاء اس میں بالیقین موجود ہیں۔ (بہشتی زیور جز وطبی جوہر)

امداد الفتاوی ص 103 ج 4 پر ہے کہ سرکہ، پھل وغیرہ میں پیدا ہونے والے کیڑے جو مخلوط ہو گئے ہیں وہ ضرورت کی وجہ سے معاف ہیں کما قالو الا نزح بخرء حمام و عصفور مع حرمة تتارلهما ايضا نفع المفتی والسائل۔ (عبدالحئ لکھنوی ص 110)

جمادات کا بیان

جمادات سے مراد وہ اشیاء ہیں جو جڑی بوٹیوں (نباتات) اور حیوانات اور حیوانوں کے فضلہ اور اجزاء کے علاوہ ہیں جیسے مٹی سونا، چاندی، ہڑتال، تانبہ، زہر مہرہ، سنگ یشب وغیرہ (دیگر معدنیات Minerals)

جمادات سب پاک اور حلال ہیں سوائے اس کے جو مضر ہو یا نشہ لانے والا ہو۔ اور اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یا چیز نشہ لانے والی نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔

مٹی کھانے، پان میں چونہ کھانے اور گل ارمنی، گیرو، ملتانی اور سنگ یشب وغیرہ کھانے کا حکم یہ ہے کہ اگر نقصان کریں تو جائز نہیں اور اگر نقصان نہ کریں تو درست ہے مثلاً پان میں چونہ زیادہ کھانا جو دانتوں کو خراب کرے یا اس سے اور کوئی نقصان ہو تو درست نہیں اور بقدر ضرورت و نفع درست ہے۔ چونہ اتنا کھانا جس سے دانتوں پر دھڑی جم جائے جائز نہیں ہے نہ مردوں کو نہ عورتوں کو کیونکہ مضر ہے۔

مسئلہ: تمبا کو اگرچہ نباتات میں سے ہے لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک اور جس مقدار میں تمبا کو نوشی نقصان نہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہے اور جب اور جس مقدار میں نقصان دینے لگے تو مکروہ تحریمی ہے۔

تنبیہ: اگر کوئی زیادہ چونہ کھانے کا عادی ہو گیا اور دھڑی جم گئی تو اگر آسانی سے وہ چھوٹ سکے تو غسل کرنے میں چھڑانا ضروری ہے اور نہ چھوٹ سکے تو معاف ہے۔

کشتہ جات اور سمیات (Poison and poisonous drugs) کا حکم بھی معلوم ہوا کہ کسی حاذق اور قابل اعتماد طبیب کی رائے کے بغیر انکا استعمال درست نہیں اور اگر حاذق ورقابل اعتماد طبیب کھلائے تو درست ہے کیونکہ وہ کسی نفع کیلئے کھلاتا ہے۔

مسئلہ: سونا چاندی بھی جمادات میں سے ہیں لیکن یہ دوسرے جمادات کی طرح دوا میں کام آنے کے علاوہ آرائش وغیرہ کے کام بھی آتے ہیں۔ دوا کے طور پر اور عورتوں کیلئے زیور کے طور پر

استعمال کرنے کے علاوہ شریعت نے ان کے اور استعمالات سے منع کیا ہے۔لہٰذا سونے چاندی کی سلائی یا سرمہ دانی یا اور آلات کا استعمال یا ان کے برتن میں دوا بھگونا یا رکھنا یا پینا یا کوئی معجون یا اور کئی دوا مرہم وغیرہ سونے چاندی کے برتن میں رکھنا جائز نہیں نہ مرد کو نہ عورت کو۔اسی طرح سونے چاندی کی کمانی اور فریم والی عینک لگانا بھی منع ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے ورق کھانا یا سرمہ میں ڈالنا یا چاندی کا ٹکڑا دوا میں بھگو دینا یا چاندی کا بجھاؤ دینا دوا میں جائز ہے۔

مسئلہ: دانت کو سونے چاندی کے تار سے باندھنا دفع حرج کیلئے جائز ہے کیونکہ اور کسی دھات کے تار سے باندھنے سے مسوڑھے گل جاتے ہیں۔

مسئلہ: سونے کی ناک لگانا یا بدن میں کسی جگہ سونے کی نلی چڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سونے چاندی کے ورق معجونوں میں اس طرح کر دیے جائیں کہ تمام ادویہ کے ساتھ حل ہو کر ایک ذات ہو جائیں تو اس صورت میں وہ سونا چاندی کسی شمار میں نہ ہوگا اور اگر پوری طرح حل نہ ہوں تو کپڑے کی گوٹ کی طرح محض تابع ہیں کیونکہ اس کو سونا چاندی کی معجون کوئی نہیں کہتا بلکہ جزو غالب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مسئلہ: بدن میں جوئیں پڑتی ہوں تو بطور علاج مردوں کیلئے بھی ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے۔

نشہ کی چیزوں کا حکم

i- ان میں جو چیزیں خشک (Solid) ہیں وہ سب پاک ہیں اور شدید ضرورت کے وقت مثلاً کسی علاج کیلئے طبیب کی رائے سے اتنی مقدار ان خشک چیزوں کا کھانا درست ہے جو نشہ نہ لائے اور اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ آتا ہو ہرگز جائز نہیں ہے۔لیکن حتی الامکان غیر نشہ آور مقدار سے بھی پرہیز اور احتیاط زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر تھوڑے سے بہت تک نوبت ضرور آجاتی ہے اور ضرورت وعدم ضرورت کا خیال نہیں رہتا۔اور اگر ان خشک نشہ آور اشیاء کا استعمال محض لہو ولعب کیلئے ہو تو حرام ہے۔خشک نشہ آور اشیاء میں افیون (اور اس سے حاصل نشہ آور ادویہ و اشیاء مثلاً کوڈی Codeine، پیتھیڈین Pethidine، ہیروئن Heroine، بھنگ، گانج، چرس، معجون فلک سیر وغیرہ شامل ہیں۔

ii- وہ نشہ آور اشیاء جو سیال (Liquid) ہوں ان کی دو بڑی اقسام ہیں۔

(الف) جو بالاتفاق تمام ائمہ مجتہدینؒ کے نزدیک ناپاک اور حرام ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔

1- انگور کی کچی شراب

2- انگور کی پکی شراب

3- منقی کی شراب

4- کھجور کی شراب

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پینا یا گھر میں رکھنا یا کسی کام میں لانا جائز نہیں اور ان کی خرید و فروخت بھی نہیں ہوسکتی۔

(ب) ان چار کے علاوہ اور شرابیں مثلاً آلو، جو اور گندم سے حاصل شدہ سپرٹ اور الکوہول (Alcohol)۔ان کا حکم یہ ہے کہ ایک روایت کی رو سے یہ بھی حرام اور نجس ہیں اور ایک کی رو سے پاک ہیں۔لہٰذا دوا کے طور پر ان کے استعمال کی اجازت ہے البتہ اگر الکوہول انگور، کھجور یا منقی سے تیار کی گئی ہو وہ ناپاک و حرام ہوگی۔اس کا ایک قطرہ بھی پینا یا کسی طرح استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ہومیو پیتھک ادویات میں بھی یہی حکم ہے کہ ان کو جب دوا کی ضرورت ہو صرف اس وقت استعمال کیا جائے کیونکہ ان میں بھی الکوہول کا استعمال ہوتا ہے۔

مسئلہ: کلوروفارم یا ایتھر (Ether) وغیرہ سونگھا کر عمل جراحی کیلئے بے ہوش کرنا جائز ہے۔

نباتات کا بیان

نباتات سب پاک اور حلال ہیں سوائے اس کے جو مضر ہو یا جو نشہ آور ہو۔مضر میں ممانعت کی وجہ ضرر ہے جب ضرر نہ رہے تو اس کے استعمال میں کچھ بھی حرج نہیں ہے۔جیسے جمال گوٹہ، کچلہ وغیرہ کہ طبیب کی رائے سے ان کا استعمال بلا تکلف جائز ہے۔

حیوانات کا بیان

مسئلہ: عورت کا دودھ آنکھ میں یا کان میں بطور دوا کے ڈالنا ناجائز ہے۔لیکن اگر کوئی متبادل دوا دستیاب نہ ہو اور عورت کے دودھ کا اس مرض میں مفید ہونا ثابت ہو تو مجبوری میں

استعمال کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: زندہ جانور کو جلانا یا ضرورت سے زیادہ تکلیف دینا جیسے زندہ جانور کو تیل میں ڈال کر جلانا یا شیشی میں کیڑوں کو بھر کر گرم کھچڑی یا پانی میں رکھ کر تیل بنانا درست نہیں۔ مار کر تیل میں ڈالنا چاہیے اس سے اثر میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بیر بہوٹی کو شیشی میں بند کر کے چند روز رکھتے ہیں تا کہ وہ مر جائیں یہ بھی بے رحمی ہے۔ اگر کوئی اور ترکیب نہ ہو تو بدرجہ مجبوری جائز ہے۔

مسئلہ: زندہ جانور کا کوئی جزو جس میں حس ہوتی ہے کاٹ کر کام میں لانا درست نہیں اور ایسا جزو کاٹ کر کام میں لانا جو غیر ذی حس ہو جیسے زندہ ہاتھی کا دانت کاٹ لیں یا بکری کے بال کاٹ لیں تو یہ پاک ہے پھر اگر یہ حلال جانور کا جزو ہے تو اس کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر غیر ماکول یعنی حرام جانور کا جزو ہے تو اس کا صرف خارجی استعمال درست ہے۔

اسی قاعدے کی بنا پر سانپ کا دانت سرمہ میں ڈالنا جائز ہے خواہ زندہ کا لیا جائے یا مردہ کا۔

مسئلہ: دریائی جانور سب پاک ہیں چھوٹے ہوں یا بڑے مذبوح ہوں یا غیر مذبوح لہٰذا تمام دریائی جانورں کا اور ان کے تمام اجزاء کا خارجی استعمال درست ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سوائے مچھلی کے کسی اور دریائی جانور کو کھانا درست نہیں۔

تنبیہ: مینڈک کو مارنے میں کراہت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے؟

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ﷛ أَنَّ طَبِيبًا ذَكَرَ ضِفْدَعًا فِي دَوَاءٍ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَنَهَاهُ عَنْ قَتْلِهَا (مسند احمد)

حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک طبیب نے دوا میں مینڈک کے اجزاء ملانے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے مینڈک کو مارنے سے منع فرمایا۔

ہاں اگر مارا ہوا ہو تو خارجی استعمال میں کچھ حرج نہیں۔ یہ حکم دریائی مینڈک کا ہے۔ رہا خشکی کا مینڈک تو وہ نجس ہے لہٰذا وہ مرا ہوا مردار کے حکم میں ہے البتہ ذبح کیا گیا ہو تو پاک ہے یا بہت ہی چھوٹا ہو۔ دریائی مینڈک کے پیروں کی انگلیوں کے بیچ میں کھال ہوتی ہے جیسے بطخ کی۔

مسئلہ: سرطان کا اثر چونکہ جلانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے لہٰذا سرطان کو جلا کر استعمال کرنا چاہیے۔

مسئلہ: جند بیدستر کا داخلی استعمال بالاتفاق جائز نہیں۔ حنفیہؒ کے نزدیک اس کی دو وجہیں

ہیں ایک یہ کہ دریائی جانور کا جزو ہے دوسرے یہ کہ خصیہ (Testicle) ہے جس کی صریح ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

مسئلہ: کیڑے مکوڑے اور خشکی کے وہ تمام جانور جن میں دم سائل (بہنے والا خون) نہ ہو پاک ہیں جیسے بہت سے حشرات الارض بچھو، تتیے، چھوٹی چھپکلی (یعنی وہ جو بالشت سے کم ہو) جس میں دم سائل نہ ہو۔ چھوٹا سانپ (یعنی جو بالشت سے کم ہو) جس میں دم سائل نہ ہو ان کا خارجی استعمال ہر طرح درست ہے اور سوائے ٹڈی سب کا داخلی استعمال حرام ہے۔ لہٰذا چیچک کے مریض کو مکھی یا قوت باہ کیلئے خراطین (کینچوے) کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: کینچوے Earthworms وغیرہ کا اثر لینے کی تدبیر یہ ہے کہ یہ چیزیں مرغی کے بچوں کو کھلائی جائیں پھر بچوں کو ذبح کر کے کو خود کھالے۔ مرغی کے بچوں کو کینچوے کھلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک جگہ وہ ڈال کر مرغی کے بچوں کو اس طرف ہنکا دے وہ خود کھالیں گے۔ اپنے ہاتھ سے ان کے سامنے نہ ڈالے۔

مسئلہ: کیڑوں کے لعاب سے بعض پیدا شدہ چیزیں جن سے گھن نہ ہو حلال ہیں جیسے ابریشم، شکر تغال اور لاکھ (Lac) وغیرہ۔

مسئلہ: کسی معجون وغیرہ کو جس میں کیڑے پڑ گئے ہوں مع کیڑوں کے کھانا جائز نہیں اور کیڑے نکال کر جائز ہے۔ اور اگر شہد نچوڑنے میں کچھ وہ بچے بھی مل جائیں جن میں ابھی جان نہیں پڑی تو اس شہد کے کھانے میں کچھ حرج نہیں کیونکہ نہ تو وہ مردہ ہے اور نہ حیوان ہے۔

مسئلہ: تریاق الافاعی (ایک مرکب جس میں سانپ کا گوشت بھی ملایا جاتا ہے) حرام ہے۔

مسئلہ: سوائے خنزیر کے تمام وہ جانور جن میں دم سائل (بہنے والا خون) ہو خواہ انکا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام باقاعدہ ذبح کرنے سے گوشت اور چربی کے علاوہ دیگر اجزاء مثلاً کھال، آنتیں اوجھڑی سنگدانہ پتہ اعصاب سب پاک ہو جاتے ہیں اور ان کا ہر طرح کا خارجی استعمال درست ہے۔ جیسے سر پر باندھنا وغیرہ۔ آنتوں اور اوجھڑی اور سنگدانہ اور پتے کو نجاست ظاہری سے دھونا ضروری ہے۔

مسئلہ: مردار اور باقاعدہ ذبح نہ کیا ہوا جانور نجس ہے سوائے اجزائے ذیل کے۔ (1) بال، اور (2) ہڈی جبکہ اس پر گوشت اور چکنائی بالکل نہ رہے۔ (3) کھال جبکہ دباغت ہو جائے۔ (4)

کھال ہی کے حکم میں وہ اعضاء بھی ہیں جو جلدی اعضاء جلدی کہلاتے ہیں جیسے مثانہ، اوجھڑی، پوست، سگندانہ، آنتیں، جھلیاں۔ یہ سب چیزیں بھی کھال کی طرح دباغت سے پاک ہوجاتی ہیں۔(5) پٹھے جبکہ دباغت ہوجائیں(6) ناخن(7) سم،(8) سینگ،(9) پر۔

مردار کے ان اجزاء کو پاک کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز ان کے ساتھ درست ہے، ان کی خرید وفروخت جائز ہے اور اگر ان کا کسی طرح کا خارجی استعمال کیا جائے درست ہے۔مگر مردار کے کسی جزو کو کھانا درست نہیں خواہ وہ مردار جانور بذات خود حرام ہو یا حلال ہو۔

نوٹ: خنزیر کے مذکورہ بالا یہ اجزاء بھی ناپاک ہوتے ہیں۔

مسئلہ: ہاتھی دانت پاک ہے خواہ مردار ہاتھی کا ہو یا زندہ ہاتھی کا لیکن اس کا داخلی استعمال جائز نہیں۔خارجی استعمال ہر طرح کا درست ہے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے ان کا دودھ بھی حرام اور نجس ہے اور حلال جانور کا دودھ حلال اور پاک ہے۔اگر حلال جانور مر بھی جائے تو اس کے تھنوں سے نکلا ہوا دودھ پاک اور حلال ہے۔گدھی کا دودھ دق اور سل میں پینا تداوی بالحرام ہے۔گھوڑی کا دودھ حلال اور پاک ہے کیونکہ گھوڑا بذات خود حلال ہے اگرچہ جہاد کی مصلحت سے اس کے گوشت کھانے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ: جو خون جونک نے پیا وہ ناپاک ہے البتہ جب وہ جونک کا جز بن جائے تو تبدیلی ماہیت کی بنا پر پاک ہوجاتا ہے۔جونک کا جزو بننے کی علامت یہ ہے کہ سونتنے سے خون نہ نکلے۔

مسئلہ: حلال پرندوں کے کل فضلات سوائے خون کے پاک ہیں مگر استخباث کی وجہ سے داخلی استعمال کسی کا بھی درست نہیں ہے۔البتہ مرغابی، مرغی اور بطخ کی بیٹ نجس ہے۔

مسئلہ: وہ سرمہ جس میں پتوں کے پانی ملائے جاتے ہیں اس میں اگر حلال پرندوں کے پتوں کا پانی پڑا ہے تب تو بلا تکلف جائز اور پاک ہے (سوائے مرغابی اور مرغی اور بطخ کے کہ ان کے پتوں کا حکم بھی بیٹ کا سا ہے) اور اگر حرام پرندوں کے پتوں کا پانی یا پرندوں کے علاوہ کسی اور خون والے جانور کا پتہ پڑا ہے تو ناپاک ہے اور صرف اس وقت جائز ہے جب پتوں کے پانی کی بنسبت دوسری ادویات مقدار میں زیادہ ہوں۔لیکن نماز کے وقت آنکھوں کو دھونا پڑے گا اگر آنکھوں کے اوپر ادویات ملا پتہ کا پانی بہا ہے۔اور اگر ادویات زیادہ نہیں ہیں بلکہ غلبہ پتوں کے پانی کو ہے تو

جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں یہ سرمہ نجس العین ہے۔

مسئلہ: بکری کا پتہ مع پانی کے چھلوری (انگلی یا ناخن کے اندر ہونے والے چھالے) پر چڑھانا امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر درست ہے۔

مسئلہ: اگر پتہ چھلوری پر چڑھایا اور اس کا اتارنا مضر ہے تو اس پر وضو کے وقت پانی بہالے اور اگر پانی بہانا بھی مضر ہو تو مسح کرے اور اگر مسح بھی مضر ہو تو چھوڑ دے نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: حلال پرندوں کے علاوہ باقی تمام جانوروں کا پاخانہ ناپاک ہے۔ اور جس سے احتراز (بچاؤ) ممکن نہ ہو وہ معاف ہے جیسے مکھی کی بیٹ یا ریشم کے کیڑے کا فضلہ جو باوجود حتی الامکان کوشش کے بھی کچھ نہ کچھ ابریشم میں لگا ہی رہ جاتا ہے اور عموم بلویٰ کی وجہ سے چمگادڑ کی بیٹ پاک اور معاف ہے۔ چونکہ معاف ہونے کا مدار عموم بلویٰ پر ہے لہٰذا جہاں عموم بلویٰ نہیں ہوگا جیسے سانپ کی بیٹ اور جونک کی بیٹ تو یہ نجس ہوگی اور شیاف مکسی (آنکھ میں لگانے کی ایک دوا ہے جس میں مکھی کی بیٹ پڑتی ہے) نجس ہوگا کیونکہ آنکھ کے بارے میں بلویٰ نہیں مگر آنکھ میں لگانا جائز ہوگا کیونکہ غلبہ دیگر ادویات کو ہے نجس العین نہیں ہے۔ ہاں اگر آنکھ کے باہر بھی بہا ہو تو نماز کے وقت دھونا ضروی ہے۔

مسئلہ: پرندوں کے علاوہ حلال حیوانات کا لعاب پسینہ اور میل پاک ہے اور پیشاب نجاست خفیفہ ہے اور باقی فضلات سب نجس ہیں۔ نجاست غلیظہ ہیں۔

مسئلہ: غیر پرند حرام جانوروں کے تمام فضلات اور لعاب اور پسینہ اور میل سب نجاست غلیظہ ہیں اسی کے مطابق ہاتھی کے کان کا میل بھی نجس ہے۔ دوسری چیز میں ملا کر اس کا خارجی استعمال اس وقت درست ہے جبکہ میل اس پر غالب نہ ہو اور تنہا یا دوسری چیز پر غالب اس کا استعمال خارجی بھی درست نہیں۔ جس طلاء میں ہاتھی کے کان کا میل پڑا ہو لگانا جائز ہوگا کیونکہ اور اجزا سے کم ہے۔ ہاں ناپاک ہوگا اور نماز کے وقت دھونا ضروری ہوگا۔

مسئلہ: چوہے کا پیشاب نجس ہے مگر مشقت و تنگی کی وجہ سے معاف ہے ایسے ہی اس کی مینگنی میں معافی کا حکم مواقع حرج تک محدود رہے گا مثلاً مینگنیاں کسی دوا یا عرق میں پڑ جائیں بشرطیکہ ٹوٹ کر مل نہ گئی ہوں یا مقدار میں زیادہ نہ ہوں اور بالقصد ان کا استعمال درست نہ ہوگا جیسے پیٹ پر لیپ کرنا یا کتے کے کاٹے ہوئے کو کھلانا الا یہ کہ اور کوئی دوا نہ ہو۔

مسئلہ: گدھے اور خچر کا پسینہ خلاف قیاس پاک ہے تو ان کا میل بھی پاک ہوا اور ان کا خارجی استعمال درست ہے۔

مسئلہ: انسان کا پسینہ اور میل اور آنسو اور سنک اور لعاب پاک ہے۔ لعاب داد پر لگانا یا آنکھ میں لگانا اور کان کا میل خارجی استعمال میں لانا درست ہے اور استخباث (یعنی گھن والے ہونے کی وجہ سے) اس کا داخلی استعمال جائز نہیں۔ ان کے سوا تمام انسانی فضلات نجس ہیں اور ان کا داخلی اور خارجی استعمال کوئی جائز نہیں۔ قے قلیل جو ناقض وضو نہ ہو ناپاک نہیں مگر استخباث کی بنا پر اس کا داخلی استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ: حاملہ عورت کے پیشاب سے Human Chorionic Gonado-trophin کے نام کا ایک ہارمون حاصل کیا جاتا ہے جو مرد و عورت کے بانجھ پن کے علاج میں استعمال ہوتا ہے۔ جو عورت آئسہ ہو چکی ہو یعنی اس کو حیض آنے بند ہو گئے ہوں اس کے پیشاب سے ہارمون (Human Menopausal Gonadotrophin) حاصل کیا جاتا ہے اور مرد و عورت کے بانجھ پن کے علاج میں استعمال ہوتا ہے۔

آئسہ عورت کے پیشاب سے ایک ہارمون Follicle Stimulating Gonadotrophin حاصل کیا جاتا ہے جو عورت کے بانجھ پن کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ دوائیں نجس ہیں لیکن ضرورت پڑنے پر تداوی بالحرام کے تحت ان کا استعمال جائز ہے۔

مسئلہ: انسولین دو طرح کی ملتی ہے ایک جو گائے وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے اور دوسری جو مصنوعی طریقوں سے حاصل کی جاتی ہے۔

دوسری قسم (Humilin) وغیرہ اگرچہ نسبتاً مہنگی ہے لیکن جو مریض اس کی استطاعت رکھتے ہوں ان کیلئے فقط اسی قسم کے استعمال کی اجازت ہے پہلی قسم کا استعمال جائز نہیں۔

البتہ جو لوگ (Humilin) خریدنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کیلئے پہلی قسم کا استعمال مجبوری کی وجہ سے جائز ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ انسولین یورپ وغیرہ میں تیار کی جاتی ہے جہاں گائے کا ذبح بھی شرعی طریقہ پر نہیں ہوتا لہٰذا اس سے حاصل شدہ انسولین بھی ناپاک اور حرام ہے۔ البتہ مجبوری و اضطرار کی

حالت میں حرام کا استعمال بطور دوا کے جائز ہے جبکہ کوئی متبادل دوا موجود نہ ہو۔

تبدیل ماہیت کا بیان

تبدیل ماہیت سے احکام بھی بدل جاتے ہیں مثلاً انگور کا پانی (رس) پاک ہے لیکن جب وہ ایک دوسری چیز یعنی شراب بن گیا تو وہ نجس ہوگیا اور شراب جب دوسری چیز یعنی سرکہ بن جائے تو پاک ہوگئی۔

تبدیل ماہیت کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز سے ایسی دوسری چیز بن جائے جس کا حکم پہلی چیز کے بالکل خلاف ہو مثلاً ناپاک چیز ایسی چیز میں بدل گئی جو پاک ہوتی ہے تو وہ ناپاک چیز پاک ہوگئی مثلاً شراب ناپاک ہے مگر جب سرکہ بن گئی تو سرکہ ایک پاک چیز ہے تو وہ پاک ہوگئی۔ اور اگر انقلاب ایسی چیز کی طرف ہوا جس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ انقلاب سے پیشتر تھا تو وہی حکم رہے گا پاک تھی تو پاک اور ناپاک تھی تو ناپاک مثلاً ہڈی جل کر راکھ ہوگئی تو انقلاب تو ہوا مگر حکم وہی رہا کیونکہ راکھ بھی پاک ہے اور اگر نطفہ خون بن گیا تو انقلاب تو ہوا مگر ناپاک کا ناپاک کی طرف اور حکم بدستور رہا۔ ہاں جب وہ گوشت بن گیا تو پاک ہوگیا کیونکہ گوشت پاک ہوتا ہے۔

اور اگر انقلاب یعنی تبدیلی ناتمام ہو اور دوسری غیر چیز نہیں بنی بلکہ صرف ظاہری شکل و صورت میں تبدیلی ہوگئی تو احکام نہ بدلیں گے جیسے ناپاک گیہوں کی روٹی پکالی کہ گیہوں کے بجائے روٹی کی شکل وصورت پیدا ہوگئی لیکن گیہوں کسی دوسری چیز میں تبدیل نہیں ہوئی۔

مسئلہ: اگر حشرات الارض کو شیشی میں بھر کر بذریعہ آنچ کے تیل بنالیا گیا ہو تو اس کا کھانا درست نہیں۔ یہ انقلاب نہیں بلکہ صرف شکل کی تبدیلی ہے جیسے ناپاک گندم کا نشاستہ نکال لیا یا ناپاک پانی کا عرق کھینچ لیا یا مردار یا باقاعدہ ذبح نہ ہوئے جانور کے لبلبہ سے انسولین (Insulin) حاصل کرلی۔

مسئلہ: ماء اللحم کشید کیا گیا اور اس میں خون یا اور کوئی ناپاک چیز پڑگئی تو عرق نجس اور حرام ہوگا اور اگر ماء اللحم میں کینچوے وغیرہ غیر ماکول پاک چیزیں ڈالی گئیں تو اس کا پینا حرام ہوگا۔ دونوں صورتوں میں تبدیل ماہیت نہیں ہوئی۔

مسئلہ: دھواں ہر چیز کا پاک ہے کیونکہ دھواں ان جلے ہوئے اجزاء کا نام ہے جو نہایت چھوٹے اور ہلکے ہونے کی وجہ سے حرارت کے اثر سے اڑنے لگتے ہیں یا کوئلہ کے باریک ٹکڑے

ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئلہ جلنے کے بعد ہوتا ہے اور جل جانا تبدیل ماہیت ہے۔

نجس چیز کی بھاپ بھی نجس ہے کیونکہ بھاپ میں جلنا نہیں ہوا بلکہ وہی نجس پانی حرارت کے اثر سے اڑنے لگا اور بھاپ بن گیا۔ اگر نجس بھاپ اور دھواں مل جائے تو نجس ہوگا کیونکہ نجس اور غیر نجس کا خلط ہو گیا۔ بھاپ اور دھوئیں کے مل جانے کی علامت یہ ہے کہ کسی جگہ جم کر ٹپکنے لگے۔ تو کسی ناپاک چیز میں سے اگر سیاہ رنگ کی بھاپ بھی اٹھے تو وہ بھاپ اور دھواں ملا ہوا ہے اور ناپاک ہے۔

مسئلہ: خرگوش کی خشک مینگنیاں حقہ میں بھری گئیں تو پیٹ کے ریاح توڑنے کیلئے انکا پینا درست ہے کیونکہ دھواں پاک ہے اگرچہ پانی میں ہوکر آیا ہے کیونکہ پانی میں آنے سے پہلے پاک تھا۔ اور اگر تر مینگنیاں بھری گئیں یا خشک مینگنیوں کو شیرہ میں ملا کر بھرا گیا تو اس کا دھواں کی آمیزش کی وجہ سے نجس ہوگا اور حقہ اور چلم اور منہ سب نجس ہوگا اور اس کا پینا حرام ہوگا۔

مسئلہ: ناپاک چیز پانی میں پکا کر بھپارہ دینا یعنی اس کی بھاپ بدن کو یا کپڑے کو لگانا ناپاک چیز کا لیپ کرنے کے حکم میں ہے یعنی بذات خود درست ہے مگر بدن یا کپڑا ناپاک ہو جائے گا بشرطیکہ اتنی بھاپ لگ جائے کہ کوئی قطرہ ٹپک جائے اور صرف گرم ہونے سے نجاست کا حکم نہیں ہوتا۔

مسئلہ: نوشادر کو گدھے کے پیشاب میں یا کسی اور نجس چیز میں ملا کر ایک برتن میں رکھ کر اوپر دوسرا برتن رکھا پھر گل حکمت کر کے جوہر اڑایا تو جو جوہر اوپر کے برتن میں جم گیا وہ پاک نہیں کیونکہ وہ اسی نجس نوشادر کے بخارات ہیں اور بخارات میں تبدیلی ماہیت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: راکھ ہر چیز کی پاک ہے کیونکہ تبدیل ماہیت ہوگئی۔ اسی بنا پر انسان کی ہڈی کی راکھ اور خنزیر کی ہڈی کی راکھ بھی پاک ہے اور اس کا داخلی اور خارجی استعمال بھی جائز ہے لیکن انسان کی ہڈی کو جلانا مسلمان کو درست نہیں اگر ضرورت ہو تو ہندوؤں کے مرگھٹ میں سے راکھ لے لیں۔

مسئلہ: اگر تیل میں حشرات الارض جلا کر کوئلہ کر لئے گئے تو اس تیل کا کھانا اور لگانا اور اس جلے ہوئے کوئلہ کا کھانا اور لگانا سب درست ہے کیونکہ تبدیل ماہیت کی وجہ سے حشرات میں جو استخباث تھا وہ جاتا رہا۔

مسئلہ: اگر گوبر یا اور کسی ناپاک چیز کو تیل میں ڈل کر جلا لیا گیا تو وہ چیز تبدیل ماہیت کی بنا پر

پاک اور حلال ہوگئی تیل سے خوب اچھی طرح صاف کر کے کام میں لائیں اور تیل نجس ہے کیونکہ جب نجس چیز اس میں ڈالی گئی تو وہ ناپاک ہوگیا اور اس کے بعد کسی طریقہ سے اس کی طہارت نہیں ہوئی۔ اس کا خارجی استعمال درست ہے البتہ نماز کے وقت دھولیا جائے اور داخلی استعمال جائز نہیں۔

تجویز ادویہ سے متعلق چند اور احکام

مسئلہ: زہریلی ادویات کی اتنی قلیل مقدار کہ جو مضر نہ ہو اسکا استعمال معالجہ میں جائز ہے لیکن مضر مقدار کا استعمال حرام ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کو کسی نشہ کی مثلاً افیون کی عادت پڑ گئی ہو کہ اگر اس نشہ آور شے کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہوجائے گا تو زندگی بچانے کے لیے اس نشہ آور شے کا استعمال اس کے لیے حلال بلکہ واجب ہوگیا اور ضروی ہوگا کہ وہ بتدریج اس میں کمی کرے یہاں تک کہ اس سے خلاصی حاصل ہوجائے۔

مسئلہ: مسلمان طبیب غیر مسلم مریض کو نجس دوا دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم مریض اپنے مذہب کی رو سے اس کو نجس یا ناجائز نہ سمجھتا ہو اور بعد اطلاع وہ مریض خود اپنے اختیار سے اس کو استعمال کرے۔

شراب بھی اسی حکم میں داخل ہے بشرطیکہ طبیب محض زبانی بتلا دیتا ہے یا نسخہ لکھ دیتا ہے۔ اور اگر دوا اپنے پاس سے دیتا ہے تو ایسی دوا اگر نجس العین مثل خمر کے ہے تو ناجائز ہے۔

مسئلہ: زخم پر گوندھا ہوا آٹا رکھا اور معلوم ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے تو کھانے کی چیزوں کا مرہم کے طور پر استعمال جائز ہے۔

باب:60

جیلاٹن (Gelatin) کیپسولز

جیلاٹن کے بارے میں لکھا ہے

A product obtained by the partial hydrolysis of collagen derived from the skin, white connective tissues, and bones of animals.

There are two types of gelatin, Type A, derived mainly from pork skins by acid processing, and Type B, obtained from bones and animal skins by alkaline processing.

Uses- In pharmacy to coat pills and form capsules, and as an emulsifing agent in the preparation of emulsions. It is also recommended as an emulsifying agent in the pereparation of emulsions. It has also been used as an adjuvant protein food in malnutrition.

(Remington: The Science and Practice of Pharmacy)

(Seventeenth edition)

غرض جیلاٹن جانوروں کی کھال، ہڈیوں اور جوڑنے والی سفید بافتوں میں موجود چیپے مادے سے حاصل کیا جاتا ہے۔اس کے لئے تیزاب اورشورے سے مدد لی جاتی ہے۔

پھراس جیلاٹن سے جہاں دوا کے خالی کیپسول بنائے جاتے ہیں وہیں گولیوں پراس کی تہہ چڑھائی جاتی ہےاوراس کومقعد میں رکھنےوالی دوامیں بھی ملایا جاتا ہے۔

پاکستان میں تیار کیا جانے والے جیلاٹن اوراس سے بنائے جانے والے کیپسول کی تیاری میں عام طور سے ذبح شدہ جانوروں سے خام مال حاصل کیا جاتا ہےلیکن اس میں بھی ہرطرح کے جانوروں کی اور مردار کی ہڈیاں بھی ملا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود پاکستان میں بھی درآمد شدہ کیپسول کی بہت بڑی مقدار استعمال ہوتی ہے حالانکہ جن ملکوں سے وہ درآمد کئے جاتے ہیں وہاں

خنزیر اور غیر مذبوحہ جانوروں ہی کی کھالوں اور ہڈیوں اور بافتوں سے جیلاٹن حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر امریکہ اور یورپ میں حلال کیپسول کا تو کوئی تصور ہی نہیں حالانکہ وہاں مسلمان بھی کثیر تعداد میں رہتے ہیں اور مشرق وسطیٰ میں اکثر و بیشتر دوائیں یورپ اور امریکہ سے پیک شدہ حالت میں آتی ہیں۔

ایک طرف کیپسول کا استعمال اتنا عام ہے اور دوسری طرف اس سے اجتناب بھی تقریباً ناممکن ہے۔ کیپسول کو تبدیل کرنا بھی آسان نہیں اور ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور اس میں سے دوا نکال کر کھانا بھی انتہائی مشکل ہے۔

چونکہ کوئی بھی کھال دباغت یعنی Tanning سے پاک ہو جاتی ہے اور کھال کے کولاجن (collagen) سے جیلاٹن بنتا ہے اس لئے بعض حضرات کا خیال ہے کہ پانی اور تیزاب کے ذریعہ کولاجن جس کیمیائی عمل (Chemical Process) سے گزرتا ہے اس سے کولاجن کی دباغت اور قلب ماہیت ہو جاتی ہے اور نتیجہ میں حاصل ہونے والا جیلاٹن پاک اور حلال ہوتا ہے۔ لیکن یہ رائے قابل تسلیم نہیں کیونکہ کولاجن پر ہونے والا عمل جزوی Hydrolysis ہے جس سے کولاجن والا چپچپا مادہ دیگر غیر مطلوب اجزاء سے جدا ہو جاتا ہے۔ خود اس چپچپے مادے کی حقیقت نہیں بدلتی۔ کھال دباغت کے بعد اپنی اندرونی سطح سے چپچپاہٹ کھو دیتی ہے اور پانی سے تر ہونے کے باوجود وہ چپچپاہٹ واپس نہیں آتی جب کہ جیلاٹن میں اسی طرح چپچپاہٹ موجود ہوتی ہے جیسے کولاجن میں ہوتی ہے اور کیپسول کو تر کرتے ہی چپچپاہٹ نمایاں ہو جاتی ہے۔

کیپسول کے استعمال کے جواز کی کسی درجے میں صرف یہی توجیہ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ دوا کی ضرورت ہوتی ہے اور کیپسول کو تبدیل کرنا یا اس میں سے دوا نکال کر کھولنا انتہائی دشوار ہے اس لئے اس کو دوا کا جزو سمجھا جائے اور مجبوری میں تداوی بالحرام جائز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ:

1- جہاں تک ہو سکے حرام کیپسول کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔

2- مجبوری ہو تو اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔

3- حلال کیپسول کے استعمال کے پھیلاؤ کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔

باب:61

تعدیہ امراض

تعدیہ امراض کے بارے میں دو قسم کی حدیثیں ہیں۔

قسم اول

جن سے بظاہر تعدیہ کی نفی ہوتی ہے مثلاً

1- عَنۡ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدۡوٰی ...... (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لَا عَدۡوٰی یعنی امراض کا کوئی تعدیہ نہیں ہے۔

عَنۡ أَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدۡوٰی وَلَا صَفرَوَ لَا هَامَةَ فَقَالَ أَعۡرَابِیٌّ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الۡإِبِلِ تَكُوۡنُ فِی الرَّمۡلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَیُخَالِطُهَا الۡبَعِیۡرُ الۡأَجۡرَبُ فَیُجۡرِبُهَا قَالَ فَمَنۡ أَعۡدَی الۡأَوَّلَ۔ (بخاری)

2- حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اسلام میں) نہ تعدیہ (امراض) ہے نہ ہامہ (ایک پرندہ جس سے عہد جاہلیت میں لوگ بدشگونی لیتے تھے) اور نہ صفر (کے مہینے کی نحوست) ہے۔ اس پر ایک بدو نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر یہ کیا بات ہے کہ کچھ اونٹ جو ریت اور ریگستان میں اس طرح صاف ستھرے ہوتے ہیں گویا کہ وہ ہرن ہیں پھر ان کے ساتھ کوئی خارش زدہ اونٹ آملتا ہے جو ان کو خارش زدہ کر دیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش متعدی کی)۔

قسم ثانی

وہ حدیثیں ہیں جن سے تعدیہ کا وجود ثابت ہوتا ہے مثلاً

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ...... فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو)۔

نوٹ: جذام یا کوڑھ کو انگریزی میں (Leprosy) کہتے ہیں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ كَانَ فِیْ وَفْدِ ثَقِیْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَأَرْسَلَ إِلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ إِنَّا قَدْ بَا یَعْنَاكَ فَأَرْجِعْ۔ (مسلم)

شرید بن سوید ثقفی روایت کرتے ہیں کہ ثقیف (قبیلہ) کے وفد میں ایک مجذوم (جذامی، کوڑھی) شخص بھی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے لہٰذا تم (ہمارے پاس نہ آؤ بلکہ اپنی جگہ ہی سے) واپس لوٹ جاؤ۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهٗ فِی الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَیْهِ۔ (ابن ماجه)

3- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ ﷺ نے ایک جذامی (کوڑھی) کا ہاتھ تھاما اور اس کو اپنے ساتھ پیالے میں ڈالا اور فرمایا كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَیْهِ (میرے ساتھ) کھاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتا ہوں۔

ان احادیث کی روشنی میں ایک قول تو یہ ہے کہ تعدیہ امراض سرے سے منفی ہے اور اس کا کسی درجہ میں بھی وجود نہیں۔ اس قول والوں کے دلائل پہلی قسم کی احادیث ہیں اور قسم ثانی کی حدیثوں کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تعدیہ امراض کے احتمال کی بنا پر نہیں ہیں بلکہ سد ذرائع کے طور پر تعدیہ کے غلط اعتقاد سے حفاظت کرنے کیلئے کئے ہیں یعنی اگر کسی نے جذامی سے اختلاط کیا اور اتفاق سے ابتداء اس کو بھی مستقل سبب سے جذام ہو گیا تو اس شخص کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید جذام کا تعدیہ ہوا ہے۔ اس میں فساد اعتقاد ہے۔ لہٰذا اس سے دور ہی رہنا چاہیے تاکہ کسی حال میں تعدیہ کے اعتقاد کا خیال پیدا نہ ہو۔

لیکن دوسرا قول جو راجح معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ تعدیہ کی نفی سے اس کی ہر طرح سے نفی کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ تعدیہ کا تو مشاہدہ ہے بلکہ اس تعدیہ کی نفی مقصود ہے جس کے قائل اہل

جاہلیت تھے۔اور وہ یہ تھا کہ بعض امراض کی یہ خاصیت طبعی لازمی ہے کہ ضرور متعدی ہوں اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ متعدی نہ ہوں۔ تعدیہ کے یہ معنی جس طرح حدیث سے منفی ہیں اسی طرح مشاہدہ سے بھی منفی ہیں چنانچہ مثلاً کسی مقام پر طاعون پھیلتا ہے۔ طاعون کے ختم ہونے کے بعد دیکھا جاتا ہے تو اموات کی تعداد بچ جانے والوں کی تعداد سے بہت کم ہوتی ہے حالانکہ اگر تعدیہ ضروری و لازم ہوتا تو حالت اس کے برعکس ہوتی بلکہ ایک شخص بھی نہ بچتا۔غرض تعدیہ کے طبعی و لازمی ہونے کی نفی کی گئی ہے اور اگر دوسرے ممکنہ اسباب کی طرح تعدیہ کو کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مؤثر اور کبھی غیر مؤثر مان لیا جائے تو اس طرح سے تعدیہ کے قائل ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اس قول کے قائلین کے نزدیک قسم ثانی کی احادیث میں اسی درجہ کے تعدیہ کا ذکر ہے۔

موجودہ دور کی تحقیقات بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہیں کیونکہ جتنے بھی متعدی امراض شمار کئے جاتے ہیں ان سب میں تعدیہ جراثیم اور وائرس کے ذریعہ سمجھا گیا ہے جو خود اس بیماری کا سبب بنتے ہیں۔اہل جاہلیت کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ بیماری خود متعدی ہوتی ہے یعنی جو بیماری مریض کو لاحق ہے وہی دوسرے کو لگ جاتی ہے جبکہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بیماری خود منتقل نہیں ہوتی بلکہ بیماری کا سبب منتقل ہوتا ہے مثلاً سانس وغیرہ کے ذریعہ سے بیماری کا سبب یعنی جراثیم اور Virus کے دوسروں تک منتقل ہونے کے بعد اس کے سبب سے دوسرے میں بھی بیماری پیدا ہو جائے اس کا دارومدار دیگر شرائط وموانع پر ہے مثلاً دوسرے کسی شخص میں اس بیماری کے خلاف قوت مدافعت (Immunity) پیدا ہو چکی تھی تو یہ قوت مدافعت جراثیم و وائرس کے مؤثر ہونے میں مانع ہو گئی۔

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن احادیث میں تعدیہ کی نفی کی گئی ہے ان میں خود ان بیماریوں کے دوسروں کو منتقل ہونے کی نفی کی گئی ہے اور جن احادیث سے تعدیہ کے وجود کا علم ہوتا ہے ان میں ان بیماریوں کے اسباب کے دوسروں کی طرف منتقل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اسباب کا تعدیہ خود مسبب (بیماری) کا تعدیہ نہیں ہوتا۔اور اسباب کے وجود کو مسبب کا وجود لازم نہیں بلکہ مسبب کا وجود اس بات پر موقوف ہوگا کہ شرائط پائی جائیں اور موانع میں سے کوئی باقی نہ رہے۔لہٰذا جہاں یہ باتیں ہوں گی وہاں تو عادتاً بیماری پائی جائے گی اور جہاں یہ نہیں وہاں عادتاً بیماری بھی نہ ہوگی۔لیکن چونکہ اہل جاہلیت اس غلط عقیدہ میں مبتلا تھے اور عام مسلمان بھی اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ

تو بیماری کا تعدیہ بھی خیال کرتے ہیں لہٰذا ایک عام قاعدہ فرما دیا گیا کہ بیماری کا تعدیہ نہیں ہوتا اور چونکہ اسباب کا تعدیہ ہوتا ہے اور اسباب فی الجملہ موثر ہوتے ہیں اور بیماری کی طرف لے جاتے ہیں لہٰذا اسباب سے بچنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا جس میں دو فائدے ہیں۔ایک تو بیماری سے بچاؤ اور دوسرے حفاظت اعتقاد۔

باب:62

طاعون(Plague)

طاعون کے بارے میں شریعت نے کچھ مخصوص احکام دیے ہیں۔
عہدنبوی ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہ میں چھ طاعونوں کا ذکر ملتا ہے۔

1-طاعون شیرویہ۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں 6ھ میں مدائن میں پھیلا۔

2-طاعون عَمْواس

یہ 17ھ،18ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام کے علاقے میں ہوا۔ عمواس رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی تھی۔ چونکہ اس طاعون کی ابتدا اس بستی سے ہوئی تھی اس لئے اس کے نام پر یہ طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہوا۔
اس طاعون میں پچیس ہزار اموات ہوئیں جن میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس امت کے امین ہیں) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ ﷺ کے قول مبارک کے مطابق حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے) اور ان کی دو بیویاں اور ایک صاحبزادے شامل ہیں۔

3- 50ھ کا طاعون

جو کوفہ میں پھیلا۔اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مبتلا ہوکر فوت ہوئے۔

4- طاعون جَارِف۔

یہ 67ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پھیلا۔جارف سے مراد موت ہے اور چونکہ اس طاعون میں اموات بہت ہی زیادہ ہوئیں اس لئے اس کو طاعون جارف کہا جاتا

ہے۔ تین دن میں ستر ہزار اموات یومیہ کے حساب سے دو لاکھ دس ہزار اموات ہوئیں۔ اس طاعون میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے تہتر یا تراسی لڑکے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے چالیس بیٹے شہید ہوئے۔

5- طاعون فتیات

یہ 67ھ میں بصرہ، واسط، شام اور کوفہ میں عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں پھیلا۔

فتیات جوان لڑکیوں کو کہتے ہیں اور اس طاعون کا یہ نام اس وجہ سے ہوا کہ اس کی ابتداء جوان لڑکیوں سے ہوئی۔ اس کو طاعون اشراف بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں بڑے بڑے لوگ جاں بحق ہوئے۔

6- طاعون عدی بن ارطاۃ

یہ 100ھ میں واقع ہوا

مدینہ منورہ طاعون سے محفوظ ہے

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا یَدْخُلُهَا (ای المدینة) الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ (منورہ) میں مسیح دجال اور طاعون داخل نہ ہو سکیں گے۔

طاعون سے مرنے والے کی فضیلت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةُ كُلِّ مُسْلِمٍ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے (یعنی اس سے مرنے والے مومن کو شہادت کا ثواب ملتا ہے)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ ......

(بخاری و مسلم)

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شہید (آخرت)

پانچ طرح کے ہیں (ان میں سے دو یہ ہیں) طاعون میں مرنے والا اور پیٹ کی تکلیف میں مرنے والا۔

طاعون کے مقام پر ثابت قدم رہنے والے کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِیْ أَنَّهٗ عَذَابٌ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ وَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِیْنَ لَیْسَ مِنْ أَحَدٍ یَقَعُ الطَّاعُوْنُ فِیْ بَلَدِهٖ فَیَمْکُثُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا یَعْلَمُ أَنَّهٗ لَا یُصِیْبُهٗ إِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ إِلَّا کَانَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ شَهِیْدٍ۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے بتایا کہ یہ عذاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ جس پر چاہتے ہیں بھیجتے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کیلئے (باعث) رحمت بنا دیا ہے۔ پس جو کوئی بندہ ایسا ہو کہ اس کے شہر میں طاعون پھوٹ پڑے اور وہ صبر کرتے ہوئے اپنے شہر میں ٹھہرا رہے اس یقین کے ساتھ کہ اس کو ہرگز کچھ نہ ہوگا مگر جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے تو اس کیلئے شہید کا اجر ہے۔

مسئلہ: جو شخص مقام طاعون سے باہر ہو وہ اس میں داخل نہ ہو مگر کسی مجبوری سے۔

مسئلہ: مقام طاعون سے طاعون کی وجہ سے بھاگنا حرام ہے۔

اس بارے میں مندرجہ ذیل روایات ہیں۔

عَنْ سَعْدٍ أَنَّهٗ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الطَّاعُوْنِ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ أُرْسِلَ عَلٰی طَائِفَةٍ مِنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ أَوْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں کیا سنا تھا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا تم سے پیشتر لوگوں پر بھیجا گیا تھا اور جب تم اس کا کسی جگہ میں ہونا سنو تو اس جگہ مت جاؤ اور جب وہ ایسی جگہ واقع ہو

جہاں تم خود ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے مت نکلو۔

2- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حجاز سے متصل شام کی ایک بستی سرغ میں پہنچے تو لشکروں کے امراء (Commanders) یعنی حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ اس پر یہ مسئلہ اٹھا کہ سفر آگے کو جاری رکھا جائے یا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے) کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین (جو دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھ چکے تھے ان) کو بلا لاؤ۔ میں ان کو بلا لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان میں اختلاف رائے ہوا۔ بعض نے کہا کہ آپ ایک اہم کام کیلئے نکلے ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ آپ واپس نہ لوٹئے۔ (اللہ پر توکل کر کے آگے چلئے) دوسروں نے یہ رائے دی کہ آپ کے ساتھ باقی لوگ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ آپ وبا (کے علاقے) کی طرف پیش قدمی نہ کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کا مشورہ لے کر ان سے فرمایا کہ اب آپ تشریف لے جایئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس انصار کو بلا لاؤ تو میں ان کو بلا لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو ان میں بھی مہاجرین کی طرح ویسا ہی اختلاف رائے ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی مشورہ مکمل کر کے فرمایا کہ اب آپ حضرات تشریف لے جائیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ مہاجرین فتح میں سے قریش کے جو شیوخ یہاں موجود ہیں ان کو میرے پاس لاؤ۔ ان میں سے کسی دو میں بھی اختلاف نہیں ہوا اور سب نے متفقہ طور پر کہا کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور ان کو وبا زدہ علاقہ میں لے جا کر نہ ڈالئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ کل صبح واپس چلنے کو تیار ہو جائیں میں بھی چلوں گا۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا یہ واپسی کا حکم تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے لئے دیا جا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو پسند نہیں کیا اور جواب دیا کہ آپ کے علاوہ اگر کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی (تو مجھے تعجب نہ ہوتا یا میں اس کو تادیب کرتا) اور فرمایا ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ ہی کی تقدیر کی طرف فرار ہو رہے ہیں۔ بتایئے کہ اگر آپ کے پاس کچھ اونٹ ہوں اور آپ ایسی وادی میں

پہنچیں جس کے دو حصے ہوں ایک سر سبز اور دوسرا خشک۔کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر آپ سر سبز حصہ پر چرائیں تو آپ اس پر اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے اور اگر آپ خشک پر چرائیں تو آپ اس پر (بھی) اللہ تعالی کی تقدیر سے چرائیں گے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (اس وقت) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو اپنی کسی ضرورت (میں مشغولیت) کی بنا پر موجود نہ تھے تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ اس بارے میں میرے پاس علم ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی جگہ طاعون کے بارے میں سنو تو وہاں نہ آؤ اور جب ایسی جگہ طاعون واقع ہو جہاں تم ہو تو وہاں سے طاعون سے فرار ہونے کی خاطر مت نکلو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد کی اور پھر واپس (مدینہ منورہ) لوٹ آئے۔(بخاری)

مسئلہ: جو شخص طاعون زدہ شہر میں رہ رہا ہو اس کیلئے آب و ہوا کی تبدیلی کی غرض سے بھی نکلنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: البتہ ایک ہی شہر کے اندر ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف یا ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ کی طرف منتقل ہونا درست ہے۔اسی طرح شہر کی آبادی سے متصل جو کھلی جگہ شہریوں کے مصالح میں کام آتی ہو چونکہ وہ بھی شہر ہی کے حکم میں ہے لہٰذا وہاں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔

باب:63

تغییرلخلق اللہ

اور

Cosmetic Surgery

اللہ تعالی نے جسم انسانی کی جس طرز پر تخلیق فرمائی ہے اور قدرتی طور پر جس انداز سے بدن انسانی کی نشونما ہوتی ہے اس میں انسانوں کی جانب سے کچھ تبدیلیاں کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغییر کی جاتی ہے۔اس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1- تحصیل حسن وزینت

مثلاً کان چھیدنا، مہندی لگانا، خضاب لگانا ،ناخن تراشنا، بال صاف کرنا، سر کے بال کتروانا، مونچھیں تراشنا، داڑھی سنوارنا، داڑھی مونڈنا، جسم گودنا، بالوں کو بلیچ کرنا وغیرہ۔

2- جسمانی اصلاح

مثلاً ختنہ کرانا، زائد انگلی کٹوانا، عورت کا اپنے چہرے پر اگے ہوئے داڑھی مونچھوں کے بال صاف کرنا، کٹے ہوئے ہونٹوں کی سرجری کرنا۔

3- دوسرے انسان کا فائدہ

مثلاً انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کے لئے اس شخص کے اعضاء نکالنا جسکی دماغی موت (Brain Death) واقع ہوچکی ہو یا اس شخص سے آنکھ حاصل کرنا جس کی ابھی تازہ تازہ موت ہوئی ہو۔

4- غرض فاسد

مثلاً زیادہ آبادی سے بچنے کے لئے مردوں اور عورتوں کی نس بندی Vasectomy+ Tubal ligation- کرنا۔ مردوں کو خصی کرنا Castration کرنا۔

5- تعذیب وسزا

مثلاً عدوات ودشمنی میں کسی کی ناک وغیرہ کاٹنا اور حکومت کا حدود وقصاص کو جاری کرنا۔

6- شرک وفاسد عقائد کی پیروی

مثلاً کسی کے نام پر ناک یا کان چھدوانا، کسی کے نام کی چوٹی رکھنا، ابروؤں کو صاف کرنا۔

مذکورہ بالا اسباب کی شرعی حیثیت

ان اسباب میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا شریعت و دین میں کچھ اعتبار نہیں مثلاً شرک اور فاسد عقائد کی پیروی بالکل حرام ہے اور کچھ اسباب وہ ہیں جن کا اگرچہ شریعت نے اعتبار کیا ہے۔ مثلاً حسن وزینت کی تحصیل لیکن اس کا معیار اور Standard شریعت نے خود اپنے پاس رکھا ہے انسانوں کے عرف ورواج پر نہیں چھوڑا کیونکہ انسانوں کا علم اور ان کی نظر اتنی وسیع نہیں جتنی اللہ تعالیٰ کی ہے اور پھر انسانوں کے رواج بھی باہم متضاد ہوتے ہیں۔

آگے ہم ہر سبب سے متعلق کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

شرک وفاسد عقائد کی پیروی

1- وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (سورہ نساء:**119**)

اور شیطان نے کہہ رکھا ہے کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدائش کو بدل ڈالیں گے۔

2- ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ أَتَتْهُمْ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ فَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَ أَمَرَتْهُمْ أَنْ يُغَيِّرُوا خَلْقِي (تفسیر قرطبی 5-250)

میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا (یعنی پیدائش کے وقت ان کی فطرت میں شرک نہیں تھا بلکہ توحید تھی) پھر شیطان (خواہ وہ انسان ہوں یا جن) ان کے پاس آئے اور ان کو ان کے دین

فطرت سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں اور ان کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کے بارے میں میں نے کوئی دلیل و حجت نازل نہیں کی اور انہوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ خلق و پیدائش کو بدل دیں۔

تعذیب وسزا

1- جان بوجھ کر عداوت و دشمنی میں یا کسی بھی وجہ سے کسی کے اعضاء کاٹ دے تو سزا میں کاٹنے والے کے انہی اعضاء کو کاٹا جائے گا اور زخم کے بدلے زخم لگائے جائیں گے جبکہ مساوات کا لحاظ رکھنا ممکن ہو۔

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (سورہ مائدہ: 45)

ترجمہ: اور ہم نے یہود پر توریت میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ ہے اور ناک کے بدلے ناک ہے اور کان کے بدلے کان ہے اور دانت کے بدلے دانت ہے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

2- وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ (سورہ مائدہ: 38)

اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض بطور سزا کے اللہ کی طرف سے۔

3- اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (سورہ مائدہ: 33)

ترجمہ: جو لوگ (یعنی راہزن) اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے (ان کے دیے ہوئے امن کو توڑ کر) لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ (اگر انہوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو مال نہ چھینا ہو تو وہ) قتل کیے جائیں یا (اگر انہوں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو وہ) سولی دیے جائیں یا (جب کہ انہوں نے صرف مال لوٹا ہو قتل نہ کیا ہو) ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے (یعنی دایاں ہاتھ بایاں پاؤں) کاٹ دیے جائیں یا (اگر وہ کچھ کارروائی کرنے سے پہلے گرفتار کر لئے گئے ہوں تو وہ) قید کر دیے جائیں۔

جسمانی اصلاح

1- لاباس بقطع العضوان وقعت فیه الا کلة لئلا تسری (عالمگیری: **5-360**)
جب کوئی عضو گل جائے تو اس عضو کو قطع کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ فساد باقی جسم میں سرایت نہ کرے۔

2- اذا اراد الرجل ان یقطع اصبعا زائدۃ او شیئا آخر...... ان کان الغالب ھو النجاۃ فھو فی سعۃ من ذلک (عالمگیری:**5-360**)
جب آدمی کوئی زائد انگلی یا اسی طرح کوئی اور زائد عضو کاٹنا چاہے تو اگر غلبہ حفاظت کا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

3- عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخَتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَ نَتْفُ الْإِبِطِ۔ (بخاری و مسلم)۔
3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ باتیں فطرت میں شامل ہیں ختنہ کرنا زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کترنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔

ان حوالجات کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ جسم میں کوئی پیدائشی عیب ہو یا بعد میں کسی حادثہ کی بناء پر کوئی نقص وعیب واقع ہو گیا ہو تو چونکہ اس زمانہ میں فن جراحت Surgery بڑی ترقی پر ہے اور ہلاکت ونقصان کا کچھ خوف نہیں ہوتا اس لئے ان کو دور کرنے کے لئے جو آپریشن کئے جائیں وہ جائز ہوں گے۔ایسی جراحت کو جراحت برائے اصلاح بدن کہا جاتا ہے۔ بہت زیادہ ٹیڑھے دانت جن کو سیدھا کرنے کی خاطر مستقل تار (Fixed Braces) لگانے کے لئے چار دانت نکالنے پڑتے ہیں وہ بھی اسی ضابطہ کے تحت آتے ہیں۔

فاسد اغراض

مثلاً غلاموں یا ملازموں کو خصی Castrate کرنا تاکہ وہ گھر کی عورتوں میں بلا کسی خطرے کے آجا سکیں اور اس اندیشے سے نص بندی یعنی Tubal resection اور Vasectomy کرانا کہ لڑکی ہو گئی تو بدنامی ہو گی یا اس فکر سے کہ اگر دنیا کی آبادی بڑھ گئی تو ان کو خوراک مہیا نہ ہو

سکے گی۔

اول تو ابھی تک یہی طے نہیں کیا جاسکا کہ کسی علاقے کی آبادی کتنی ہو کہ اس سے تجاوز نقصان دہ ہوگا۔ یعنی اس بارے میں کوئی Optimum level تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اس کو اجتماعی فکر بنانا اور اس کو قوم کی ترقی وفلاح کا ذریعہ قرار دینا قرآن وسنت کی تعلیمات کا مقابلہ کرنا ہے۔

قرآن پاک میں ہے

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَیَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَ مُسۡتَوۡدَعَهَا (سورہ ہود:16)

زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو۔ وہ ان سب کے ٹھکانے کو جانتا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس عالم میں جتنی جانیں پیدا فرماتے ہیں ان کے رزق کی فراہمی کی کفالت خود فرماتے ہیں، البتہ انسانوں کی ذمہ داری اتنی ہے کہ وہ اختیاری اسباب کی حد تک زمین کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کریں، اناج وسامان کو بچانے کی فکر کریں اور حاصل شدہ سامان کی تمام انسانوں میں تقسیم عدل وانصاف کے ساتھ کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ جوانی کے تقاضے سے جنسی خواہش ہمیں پریشان کرتی تھی اس لئے ہم نے حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ ہم اختصاء Castration کرلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور (اس فعل کے حرام ہونے سے متعلق) قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا اِنَّ اللّٰه لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ۔

اے ایمان والو تم اللہ کی ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ بناؤ جو اس نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مذکورہ بالا حدیث میں صحابہ ؓ کی غرض یہ تھی کہ جنسی خواہش کے غلبہ سے آزاد ہو کر پوری

دل جمعی کے ساتھ جہاد میں شریک رہیں لیکن اس غرض کے تحت بھی اجازت نہیں ملی تو جو اغراض شریعت کی نظر میں فاسد ہیں ان کے تحت اجازت تو بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔

دوسرے انسان کا فائدہ

انسانی اعضاء کی پیوندکاری۔

اس کے بارے میں دیکھئے باب 61

حسن وزینت کی تحصیل

ناخن تراشنا، زائد بال صاف کرنا، عورتوں کا ہاتھوں میں مہندی لگانا، مردوں کا سفید بالوں کو سیاہ کے علاوہ کسی اور رنگ سے رنگنا، ٹھوڑی سے ایک مشت زائد داڑھی کے بال کاٹنا، مونچھیں کترنا عورتوں کا بندے اور بالیاں پہننے کے لئے اپنے کان چھیدنا یہ چیزیں ایسی ہیں جن کے جواز کے شرعی دلائل سے ہر عام وخاص مطلع ہے۔

البتہ چند چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو اگرچہ حسن وزینت کے لئے اختیار کرتے ہیں لیکن شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔

1- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ لِخَلْقِ اللّٰهِ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی جسم گودنے والیوں پر اور جسم گودوانے والیوں پر اور چہرے (یعنی ابرو) کے بال اکھیڑنے والیوں پر اور اکھڑوانے والیوں پر اور حسن کے لئے دانتوں کو گھس کر جدا جدا کرنے والیوں پر اللہ کی بناوٹ کو بدلنے والیوں پر۔

2- عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ أَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مشرکین کی مخالفت کرو اور ان کا داڑھی منڈانے اور مونچھیں لمبی کرنے کا طرز مت اختیار کرو بلکہ داڑھیاں

بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔

3- عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ ﷺ عَنُ رَسُوُلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَكُوُنُ قَوُمٌ فِیُ آخِرِالزَّمَانِ يَخُضِبُوُنَ بِهٰذا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الُحَمَامِ لَا يَجِدُوُنَ رَائِحَةَ الُجَنَّةِ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو اس سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو خضاب کریں گے کبوتر کے پوٹے کی مثل۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔

ان حدیثوں میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ حسن وزینت کی تحصیل کے لئے اختیار کی جاتی ہیں جیسا کہ خود پہلی حدیث میں اس کی تصریح بھی ہے۔، جب تحصیل حسن بذات خود ممنوع بھی نہیں ہے تو پھر ان میں ممانعت اور وعید کی وجہیں یہ نظر آتی ہیں۔

1- دوسرے کو دھوکہ دینا مثلاً بڑھاپے کو چھپایا جائے اور اپنے آپ کو جوان دکھایا جائے۔

2- تحصیل حسن میں محض تکلف کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تحصیل حسن کے لئے جو تبدیلی کی جا رہی ہے وہ تمام انسانوں کے نزدیک حسن کے معیار پر نہیں بلکہ کچھ لوگ اس میں حسن سمجھتے ہیں تو دوسرے علاقے یا قوم کے لوگ اس میں سرے سے حسن خیال نہیں کرتے یا الٹا اس میں بدنمائی خیال کرتے ہیں اور یہ سب کچھ بھی اس وقت ہے جب ان طریقوں کو اختیار کرنے والی اگر عورتیں ہوں تو وہ محض شوہر کی خاطر یہ کریں اور اگر ان طریقوں سے عورتوں کی غرض غیر محرموں میں نمائش ہو یا اعضا مستورہ کا اظہار ہو تو یہ تو خرابی درخرابی ہے۔

اب ہم موجودہ زمانے میں رائج جراحت برائے تحسین یعنی Cosmetic Surgery کا حکم ذکر کرتے ہیں۔

Cosmetic surgery سے یہ مراد نہیں کہ کسی پیدائشی یا حادثاتی جسمانی نقص وعیب کو دور کیا جائے بلکہ اس سے مراد سرجری کے ذریعے

1- یا تو جسمانی بناوٹ میں وہ تغیرات کرنا ہے جن کا شمار محض تکلف میں ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کا خیال ہے کہ اس کے ہونٹ کچھ موٹے ہیں تو وہ اپنے ہونٹوں کو پتلا کرواتا ہے حالانکہ اس کے ہونٹوں کی موجودہ موٹائی ناقابل قبول نہیں اور وہ قدرتی تفاوت کی قابل قبول وسعت کے اندر

ہے۔

اسی طرح ایک شخص خیال کرتا ہے کہ اس کی ناک کچھ دبی ہوئی ہے حالانکہ وہ Normal Range میں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی ناک کو کچھ اونچا کر دیا جائے یا وہ چاہتا ہے کہ اس کی ناک میں کچھ چونچ سی بن جائے یا اگر چونچ ہے تو وہ اس کو پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اس کو دور کر دے۔

ظاہر ہے کہ تحصیل حسن کے لئے اس قسم کے طریقے محض تکلفات ہیں خصوصاً جب مردان کو اختیار کریں۔

2- یا وہ تغیرات ہیں جن سے دھوکہ وفریب دینا ہو، مثلاً چہرے سے بڑھاپے کی جھریوں کو سرجری کے ذریعے سے دور کر دیا جائے تاکہ آدمی خصوصاً عورت جوان نظر آئے۔

3- یا وہ تغیرات ہیں جن سے غرض فاسد کو پورا کرنا مقصود ہو مثلاً عورت کی چھاتیاں ڈھلک جائیں تو سرجری کر کے ان کو دوبارہ اٹھا دینا یا حمل کی وجہ سے زیر ناف جو داغ اور جھریاں پڑ جاتی ہیں ان کو دور کرنا تاکہ دوسرے لوگوں کے سامنے ان اعضاء کی نمائش اور انکا اظہار کیا جاسکے۔

تنبیہ: وہ تمام تغیرات جن کے بارے میں اوپر ذکر ہوا کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں ظاہر ہے کہ اگر کوئی ان کا ارتکاب کرے تو اس کے پاس ان کے جواز میں کوئی شرعی دلیل تو نہ ہوگی۔ اس وقت ان کا ارتکاب محض نفس و شیطان کے اتباع میں ہوگا اور نفس کو بھی شیطان ہی اپنا آلہ بناتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے تمام تغیرات شیطان کی پیروی میں ہوں گے اور قرآن پاک کی اس آیت میں داخل ہیں۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ---یعنی شیطان نے کہہ رکھا ہے کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدائش کو بدل ڈالیں گے۔

کیونکہ یہ شریعت کی نظر میں فقط بگاڑ ہے اس لئے ایسی تمام باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

باب:64

انسانی اعضاء کی پیوند کاری

Transplantation of human organs

اس وقت انسانی دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، بانقریاز (Pancreas)، آنکھ کے قرنیہ (Cornea) اور ہڈی گوشت وغیرہ کی پیوند کاری کی جارہی ہے۔ یہ اعضاء عطیہ کرنے والے کی موت پر تو حاصل ہوتے ہی ہیں لیکن ایک آدمی اپنے جگر کے ایک ٹکڑے (عموماً Right Lobe) کا اور اپنے ایک گردے کا عطیہ اپنی زندگی میں بھی کرسکتا ہے۔

جس شخص کا کوئی عضو ناکارہ ہوگیا ہو اور وہ کسی بھی طریقے سے دوسرے سے وہ عضو حاصل کرسکتا ہے اس کے لئے اور اس کے متعلقین کے لئے پیوند کاری کی حلت وحرمت کا مسئلہ نہ صرف اہم بلکہ انتہائی جذباتی بھی بن جاتا ہے۔ ہمارے دور میں اس مسئلہ میں دو متضاد قول سامنے آئے ہیں ایک حرمت کا جو کہ عام طور سے پاکستان و ہندوستان کے علماء کا ہے اگرچہ اب کچھ حضرات بعض پابندیوں کی قید لگاتے ہوئے حلت کے قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ دوسرا قول حلت کا ہے جو عام طور سے مصر وعرب کے علماء کا رہا ہے۔ ہم پہلے دونوں کے دلائل ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کمزور قول کے دلائل کے جواب کو ذکر کریں گے۔

عدم جواز کے دلائل

1- زندہ انسان اپنے جسم اور اعضاء کا خود مالک نہیں ہے اور وہ ان میں مالکانہ تصرفات نہیں کر سکتا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

i- خودکشی حرام ہے

عَنۡ ثَابِتِ بۡنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسَهٗ بِشَيۡءٍ فِي الدُّنۡيَا عُذِّبَ بِهٖ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ۔ (مسلم)

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں اپنے آپ کو جس شے سے قتل کیا اسی شے سے وہ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔

ii- کسی عضو کو بگاڑنا بھی حرام ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِيْ مَنَامِهِ فَرَاٰهُ وَ هَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ وَ رَاٰهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَاصَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَلِيْ بِهِجْرَتِيْ إِلٰى نَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَهُ مَا لِيْ أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيْلَ لِيْ لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ (منورہ) کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کی طرف حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی اور وہ شخص بیمار ہو گیا اور (بیماری سے) اتنا پریشان ہوا کہ مجبور ہو کر اس نے اپنے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ اچھی ہیئت میں ہے اور دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ (تمہارے مرنے کے بعد) تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میری ہجرت کی وجہ سے میری بخشش کر دی۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات تم نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ جو تم نے خود کاٹ کر بگاڑے ہیں ہم ان کو درست نہ کریں گے اور چونکہ وہ درست نہیں ہوئے اس لئے میں ان کو ڈھانپے ہوئے ہوں۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ (اے اللہ) اس شخص کے ہاتھوں کو بھی بخش دیجئے۔

مذکورہ بالا ضابطہ کی بنیاد پر مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ کئے گئے ہیں۔

i- لحم الانسان لا يباح فی الاضطرار۔ (ردالمحتار ص 227 ج 5)

اضطرار کی حالت میں بھی انسان کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

ii- لا يجوز التداوى بشئ من الآدمي الحى اكراما له (شرح السير الكبير)

اکرام کی وجہ سے زندہ آدمی کے کسی جزو کو بھی بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

iii- خاف الموت جوعا و ان قال له الآخر اقطع يدى و كلها لا يحل (رد المحتار ص 222 ج 5)

جس شخص کو بھوک کی وجہ سے موت کا خوف ہو اگر اس کو کوئی دوسرا یہ کہے کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

پیوندکاری کے لئے جب معطی (Donor) کا عضو مثلاً آنکھ یا گردہ نکالا جائے گا تو ظاہر ہے کہ جسمانی ہیئت بگڑے گی جس کی اجازت حدیث کی رو سے جائز نہیں۔

2- آدمی مردہ ہو تو شریعت نے اس کے اکرام کا بھی حکم دیا ہے۔

i- عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهٗ قَالَ ...... لَا تُمَثِّلُوْا۔ (احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب اپنے لشکر روانہ کرتے تھے تو ان کو یہ (بھی) فرماتے تھے کہ (لاش کا) مثلہ نہ کرنا (کہ اس کے ناک، کان یا دیگر اعضاء کاٹنے لگو)۔

ii- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ۔ (ابوداؤد)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردہ کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

پیوندکاری کے لئے مردہ جسم سے اعضاء نکالنا اس کے اکرام کے خلاف بھی ہے اور اس میں مثلہ بھی ہے جو ناجائز ہے۔

3- کسی دوسرے انسان کے اجزاء کا استعمال جائز نہیں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَـالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَ الْمُسْتَوْصِلَةَ۔ (بخارى و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی

دوسرے انسان کے بال لگانے والی پر اور لگوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو ناجائز سمجھنے والے کہتے ہیں کہ پیوند کاری میں مذکورہ بالا تینوں ہی باتوں کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

(1) معطی کا عضو مثلاً آنکھ یا گردہ نکالا جائے گا تو جسمانی ہیئت بگڑے گی۔

(2) اس میں جسم انسانی کی بے اکرامی بھی ہے اور اس کا مثلہ بھی ہے۔

(3) دوسرے کے بالوں کی پیوند کاری پر لعنت ہوئی ہے۔ بال جسم کا ایک عضو ہے اور قرنیہ، گردے، جگر اور دل وغیرہ بھی جسم کے اعضاء ہیں۔ ایک کی پیوند کاری میں لعنت کی وجہ صرف یہ بنتی ہے کہ دوسرے کے عضو کا استعمال ہے ورنہ اگر زینت اور تحسین اس کی وجہ ہوتی تو مصنوعی بال یا جانوروں کے بال لگانے میں بھی لعنت ہوتی جو کہ نہیں ہے۔

ان باتوں کی وجہ سے یہ حضرات کہتے ہیں کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری بالکل ناجائز ہے اور اضطرار کی حالت میں بھی جائز نہیں۔

جواز کا قول کرنے والوں کے اقوال اور دلائل اور ان کے جواب

1- زندہ و مردہ کے اعضاء لینے کا جواز

جو لوگ زندہ و مردہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے قائل ہیں ان کے پاس اس کے جواز کی صرف ایک دلیل ہے یعنی مصالح مرسلہ میں سے ہونا یعنی ایسے کام جن میں جان یا مال یا دین یا عقل یا نسل کی حفاظت کا فائدہ ہو اور خاص ان کاموں کے خلاف کوئی شرعی نص موجود نہ ہو وہ جائز ہوتے ہیں۔ موضوع سے مناسبت رکھنے والی جو چند مثالیں یہ لوگ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

1- جنگ میں اگر کافر مسلمان قیدیوں کو اپنی ڈھال کے طور پر اپنے سامنے کر لیں تا کہ مسلمان فوج اپنے مسلمانوں کے مرنے کے خوف سے حملہ کرنے سے باز رہیں اور خود کافر آزادی سے مسلمانوں پر حملہ کر کے ان پر غلبہ حاصل کر لیں۔ اس صورت میں مسلمان فوج یہ دیکھ کر کافر غلبہ پالیں گے تو تمام مسلمانوں کی جان و مال اور دین کا نقصان ہو گا اور تقریباً یقینی ہے کہ فتح کے بعد کافر ان مسلمان قیدیوں کو بھی قتل کر دیں گے تو ایسی صورتحال میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے مفاد کی خاطر وہ ان تھوڑے سے مسلمان قیدیوں کی پروا نہ کرتے

ہوئے کافروں پر حملہ جاری رکھے اور بیچ میں مسلمان قیدیوں کے قتل ہونے کی پروا نہ کرے۔

2- جنین کی اتنی عمر ہو چکی ہے کہ وہ زندہ رہ سکتا ہے۔اس وقت اگر حاملہ مر جائے اور جنین زندہ ہو تو حاملہ کے پیٹ کو چاک کر کے جنین کو نکال لیں گے۔

3- ایک شخص دوسرے کی سونے کی ڈلی یا قیمتی ہیرا نگل گیا۔اگر اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں ہے تو میت کے پیٹ کو چاک کر کے وہ قیمتی چیز نکال کر مالک کے سپرد کریں گے۔

ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تینوں کام ایسے ہیں کہ جن میں جان اور مال کی حفاظت ہے اور خاص ان کاموں کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے۔

مذکورہ بالا دلیل کا جواب

ذرا غور کیا جائے تو یہ دلیل ہی درست نہیں اس کا بیان یہ ہے:

موجودہ دور کے نامور عرب عالم علامہ وہبہ زحیلی مصالح مرسلہ کی یہ تعریف لکھتے ہیں۔

ھی الاوصاف التی تلائم تصرفات الشارع و مقاصدہ و لکن لم یشھد لھا دلیل معین من الشرع بالاعتبار او الالغاء و یحصل من ربط الحکم بھا جلب مصلحۃ او دفع مفسدۃ عن الناس (اصول الفقہ الاسلامی ص 757)۔

مصالح مرسلہ وہ اوصاف ہیں جو شارع کے تصرفات اور (دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کے) مقاصد سے مناسبت رکھتے ہیں لیکن ان کے اعتبار کرنے یا نہ کرنے کی کوئی متعین شرعی دلیل موجود نہ ہو اور ان کے ساتھ حکم کو وابستہ کرنے سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ نقصان سے بچتے ہیں۔

پھر مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کی تین شرائط ہیں جو خود علامہ وہبہ زحیلی کے الفاظ میں یہ ہیں:

1- ان تکون المصلحۃ ملائمۃ لمقاصد الشرع بحیث لا تنا فی اصلا من اصولہ و لا تعارض نصا او دلیلا من ادلتہ القطعیۃ بل تکون متفقۃ مع المصالح التی قصد الشارع الی تحصیلھا و بان تکون من جنسھا و لیس غریبۃ عنھا و ان لم یشھد لھا دلیل خاص بھا۔

وہ مصلحت مقاصد شرع کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو اس طرح سے کہ نہ تو شریعت کے کسی اصول کے منافی ہو اور نہ کسی شرعی نص یا کسی قطعی شرعی دلیل کے معارض ہو بلکہ شارع نے جن مصلحتوں کی تحصیل کا قصد کیا ہے ان کے موافق ہو اور ان کے ہم جنس ہو اور ان کے غیر مناسب نہ ہو اگرچہ اس مصلحت کے حق میں کوئی مخصوص دلیل نہ ہو۔

2- ان تکون معقولة فی ذاتها جرت علی الاوصاف المناسبة المعقولة التی یتقبلها العاقل بحیث یکون مقطوعا ترتب المصلحة علی الحکم و لیس مظنونا ولا متوهما۔

وہ مصلحت فی ذاتہ عقل میں آنے والی ہو اور ان مناسب اوصاف میں سے ہو جن کو کسی عاقل کی عقل قبول کرتی ہو اور حکم پر مصلحت کا ترتب قطعی ویقینی ہو نہ ظنی ہو اور نہ وہمی ہو۔

3- ان تکون المصلحة التی یوضع الحکم بسببها عامة للناس و لیس لمصلحة فردیة اوطائفة معینة لان احکام الشرع موضوعة لتطبق علی الناس جمیعا فمثلا قتل مسلم تترس به الکفار فی قلعة لا یصح تجویزه متی امکن حصار هم ولا یخشی منهم التسلط علی بلاد المسلمین۔

وہ مصلحت جس کی وجہ سے حکم لگایا گیا ہے لوگوں کے لئے عام ہونی چاہئے کسی ایک خاص فرد یا ایک خاص جماعت کے ساتھ مخصوص نہ ہو کیونکہ شرعی احکام تو سب لوگوں کے لئے ہوتے ہیں لہٰذا کافر فوج اگر قلعہ میں ہو اور کسی مسلمان قیدی کو اپنی ڈھال بنالے تو جب تک کافروں کا محاصرہ کرنا ممکن ہو اور ان کا مسلمان علاقوں پر تسلط حاصل کرنے کا خوف نہ ہو مسلمان فوج کے لئے اس مسلمان قیدی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

ان تینوں شرطوں کو علامہ وہبہ زحیلی نے مختصر طور پر یوں لکھا:

ان تکون مصلحة حقیقة لا وهمیة بحیث یجلب بها نفع اور یدفع بها ضرر والا یعارض العمل بهذه المصلحة حکما او مبدء ا ثبت بالنص او الاجماع و ان تکون مصلحة عامة بحیث تجلب النفع لاکبر عدد من الناس۔ (اصول الفقه الاسلامی ص **800**)

وہ مصلحت حقیقی وواقعی ہو موہوم نہ ہو اس طرح سے کہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو یا نقصان کو دور کیا جاتا ہو اور اس مصلحت پر عمل نص یا اجماع سے ثابت ہونے والے کسی حکم یا مبداء کے

مخالف نہ ہو اور مصلحت عام ہو کہ اس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو نفع پہنچتا ہو۔

ان تینوں شرائط کو سامنے رکھا جائے تو جواز کے قائلین کی دی ہوئی مذکورہ بالا کوئی بھی مثال درست نہیں بنتی کیونکہ ان میں سے ہر ایک مثال مصالح مرسلہ کے موثر ہونے کی تین شرائط میں سے پہلی ہی شرط کے منافی ہے۔ پہلی شرط میں یہ بات شامل ہے کہ مصلحت شریعت کے کسی اصول کے منافی نہ ہو اور شریعت کی کسی نص اور دلیل قطعی کے مخالف نہ ہو جب کہ ذکر کردہ ہر مثال شریعت کے اس اصول کے منافی ہے کہ مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ اس کی حفاظت اور اس کا احترام واجب ہے اور یہ اصول چونکہ نصوص سے ثابت ہے اس لئے مذکورہ مصالح شرعی نص کے مخالف بھی ہیں۔ سعودیہ کے کبار علماء کے ایک بورڈ نے جو خود انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو مصلحت مرسلہ شمار کر کے اس کو جائز کہتا ہے یہ لکھا ہے۔

ثبتت عصمة دم المسلم بالكتاب والسنة و اجماع الامة فلا يحل لاحد ان يسفك دم مسلم او يجنى على بشرته او عضو من اعضائه الا اذا ارتكب من الجرائم مايبيح ذلك منه او يوجبه شرعا كان يقتل مومنا عمدا عدوانا اويزنى وهو محصن او يترك دينه و يفارق الجماعة او يحارب الله و رسوله ويسعى فى الارض فساد او نحوذلك مما اوجبت الشريعة فيه قصاصا او حدا او تعزيرا۔ (حكم تشريع جثة المسلم 9)

مسلمان کے خون کی عصمت قرآن سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے لہٰذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کا خون بہائے یا اس کی کھال یا اس کے کسی عضو پر کوئی جنایت کرے مگر جب کہ وہ کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جو از روئے شرع ایسی جنایت کو جائز یا واجب کر دے مثلاً کسی مسلمان کو جان بوجھ کر سرکشی سے قتل کرے یا محصن ہونے کی حالت میں زنا کرے یا اپنے دین کو ترک کر دے اور مسلمانوں کی جماعت سے جدائی اختیار کر لے یا اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی اختیار کرے اور زمین میں فساد کرے وغیرہ جس میں شریعت قصاص یا حد یا تعزیر کو واجب کرتی ہے۔

كما وردت نصوص كثيرة فى تكريمه و رعاية حرمته بعد موته ففى سنن ابى داؤد وغيره ان النبى ﷺ قال كسر عظم الميت ككسره حيا۔

جیسا کہ آدمی کی موت کے بعد اس کی تکریم اور اس کے احترام کی رعایت کے بارے میں

بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں مثلاً سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے کسی زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

غرض مذکورہ بالا مثالوں میں چاہے کتنا ہی فائدہ ہو لیکن بہرحال وہ مصالح مرسلہ کی مثالیں نہیں بن سکتیں کیونکہ ان میں یا تو کسی مسلمان کو قتل کیا جارہا ہے یا میت کا پیٹ چاک کیا جارہا ہے جو دین کے اصول اور دین کی نصوص کے خلاف ہے۔

مصالح مرسلہ کی وہ مثالیں جو شرائط پر پوری اترتی ہیں وہ چند ایک یہ ہیں:

1- جب بیت المال خالی ہو اور فوجی ضروریات کے لئے رقم نہ ہو تو ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مالداروں پر ٹیکس لگانا جائز ہے کیونکہ اگر وہ ضروریات پوری نہ ہوں گی تو فوج کے سپاہی وغیرہ اپنی کمائی میں لگ جائیں گے اور فوجی ڈسپلن میں نہ رہیں گے تو باہر سے کافر چڑھ دوڑیں گے اور اندر سے باغی اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس طرح سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہو گا جس سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ مالداروں پر ان ضروریات کا بوجھ ڈال دیا جائے۔

2- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک مصحف پر لوگوں کو جمع کرنا۔

3- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مفتوحہ اراضی کو ان کے سابقہ مالکان کی ملکیت میں برقرار رکھنا اور ان سے خراج وصول کرنا تاکہ خراج سے آئندہ آنے والی نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں۔

تنبیہ: اوپر ذکر کی ہوئی مثالیں یعنی مسلمان فوج کا مسلمان قیدیوں کو قتل کرنا اور میت کا پیٹ چاک کرنا ان کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ ان میں ذکر کردہ حکم تو بہرحال متفقہ ہیں پھر ان کو مصالح مرسلہ کی مثال نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ مسائل واحکام تو واقعی متفقہ ہیں لیکن ان کی وجہ مصالح مرسلہ ہونا نہیں بلکہ کچھ اور ضابطے ہیں اور ان کو مصالح مرسلہ نہ ماننے سے یہ فرق پڑتا ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں بھی چونکہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء نکالے جاتے ہیں جس میں اس انسان کے اکرام واحترام کی مخالفت ہے لہٰذا انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ بھی مصالح مرسلہ کے تحت نہیں آتا اور جائز نہیں بنتا۔ البتہ مذکورہ بالا مثالوں کے جواز کی وجوہات اور ہیں جو یہ ہیں:

کافرفوج جب مسلمان قیدیوں کو اپنی ڈھال بنالے تو چونکہ کافروں سے جہاد کرنا اور لڑائی کرنا فرض ہے جو اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان قیدیوں کو نظر انداز کر دیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمان فوج خاص مسلمان قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ کافروں کو قتل کرنے کی نیت سے حملہ کرے اگرچہ اس کی لپیٹ میں مسلمان قیدی بھی آ جائیں۔ غرض اس کو اگر مصالح مرسلہ کی مثال بنائیں تو حقیقت یہ ہوگی کہ بہت سے مسلمانوں کی خاطر چند ایک مسلمانوں کو قصداً قتل کرنا جائز ہے جب کہ دوسری وجہ سے اس کی حقیقت یہ ہوگی کہ جہاد کو جاری رکھنا فرض ہے جو مذکورہ حالت میں اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان کافروں پر حملہ کا قصد رکھیں اگرچہ مسلمان قیدی اس کی لپیٹ میں آ کر ہلاک ہو جائیں، مسلمان قیدیوں کو قتل کرنے کا قصد نہ ہو۔

جنین کی خاطر حاملہ میت کا پیٹ چاک کرنا اور دوسرے کے مال کی خاطر میت کے پیٹ کو چاک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میت کے ساتھ دوسرے کا حق وابستہ ہوا ہے اور حقدار کو اس کا حق دلانا ایک شرعی ضابطہ ہے۔

ان مسائل کی جو توجیہ ہم نے ذکر کی ہے اس کو سامنے رکھیں تو انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ ان مسائل سے بہت مختلف ہے۔ متاثر اور مریض شخص کا نہ تو کسی تندرست یا میت کے اعضاء پر کوئی حق ہوتا ہے اور نہ ہی کسی فرض کی ادائیگی انسانی اعضاء کے لینے پر موقوف ہے۔

سابقہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ دلائل کے اعتبار سے انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا عدم جواز ہی راجح ہے۔

2- صرف میت کے اعضاء لینے کا جواز

دلیل:

و ان کان یباح الدم کالحربی والمرتد فذکر القاضی ان للمضطر قتله و اکله لان قتله مباح و هکذا قال اصحاب الشافعی لانه لا حرمة له فهو بمنزلة السباع وان وجده میتا ابیح اکله لان اکله مباح بعد قتله فکذلك بعد موته۔

و ان وجد معصوما میتا لم یبح اکله فی قول اصحابنا۔ و قال الشافعی و بعض الحنفیة یباح و هو اولی لان حرمة الحی اعظم۔(المغنی ص 80 ج 11)

مضطر یعنی جو حالت اضطرار میں ہو وہ اگر کسی حربی یا مرتد کو پائے جس کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے تو قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مضطر کو اجازت ہے کہ وہ اس کو قتل کردے اور اس کا گوشت کھالے کیونکہ اس کا قتل پہلے سے جائز ہے۔ یہی قول امام شافعیؒ کے دیگر اصحاب کا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حربی یا مرتد کو حرمت حاصل نہیں اور وہ شریعت کی نظر میں چوپائے کی مانند ہے۔ اور اگر مضطر حربی یا مرتد کے مردہ جسم کو پائے تو اس کا گوشت کھا سکتا ہے کیونکہ وہ تو اس کو قتل کر کے اس کو کھا سکتا تھا تو اسی طرح اس کی موت کے بعد اس کو کھا سکتا ہے۔

اور اگر مضطر کسی ایسے شخص کی لاش پائے جس کو قتل کرنا حرام ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مضطر کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں جب کہ امام شافعی اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور یہی قول اولیٰ ہے کیونکہ زندہ مضطر کا احترام مردہ سے زیادہ ہے۔

جو شخص بھوک سے مضطر ہو اور مرنے کے قریب ہو جان بچانے کے لئے جب اس کو مردہ آدمی کا گوشت کھانے کی اجازت ہے تو گردے یا دل یا جگر کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے جو مرنے کے قریب ہو اس کے لئے مردہ آدمی کے اعضاء کا استعمال بھی جائز ہوگا۔

زندہ آدمی کے اعضاء لینے کی اجازت نہیں

وان لم یجد الا آدمیا محقون الدم لم یبح له قتله بالا جماع و لا اتلاف عضو منه مسلما کان او کافرا لانه مثلة۔ (المغنی ص 80 ج 11)

اور اگر مضطر کسی ایسے زندہ شخص کو پائے مثلاً مسلمان کو یا ذمی کو جس کی جان کو احترام حاصل ہے تو مضطر بالاتفاق اس کو قتل نہیں کر سکتا اور اس کے کسی عضو کو تلف بھی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حالت اضطرار میں بھی ان حضرات کے نزدیک کسی زندہ کا عضو لینا جائز نہیں جب کہ دوسرے فقہاء نہ زندہ نہ مردہ کسی کا بھی عضو لینے کو جائز نہیں کہتے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کسی زندہ کا عضو لینے کی حرمت پر تمام فقہاء کا اتفاق و اجماع ہے۔

اگرچہ جواز اور عدم جواز دونوں کا قول مضطر کے بارے میں ہے لیکن اس قول کو لینے والے فقہاء کے مذکورہ بالا مسائل کو مندرجہ ذیل وجوہ سے ترجیح دیتے ہیں:

1- انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا خاصا رواج ہو گیا ہے جس کے تحقق میں عرب و عجم کے بعض

علماء کے فتووں کو دخل ہے اگر چہ وہ بذات خود حجت نہیں اور ان کے دلائل بھی بے وزن ہیں۔

2- سائنس اور ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ کسی میت کے اعضاء بڑی شائستگی کے ساتھ نکالے جاتے ہیں اور ضرورتمند کو لگائے جاتے ہیں۔ اہانت اور بے اکرامی اور ایذاء کا تصور نہیں ہوتا۔

اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے اس لئے وارد نہ ہونا چاہئے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو بضرورت وہ استعمال بھی ناجائز نہیں''۔ (کفایت المفتی ص 131 ج9)

3- طب کی ترقی کی وجہ سے اب ضرورت بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

مذکورہ بالا قول پر ہونے والے چند اعتراضات اور ان کا جواب

مذکورہ بالا عبارتوں میں حالت اضطرار میں مردہ آدمی کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے علاج کے طور پر انسانی اعضاء کے استعمال کی نہیں اس لئے بعض حضرات نے اس پر چند اعتراض کئے ہیں۔ ذیل میں ہم ان اعتراضات کو بھی اور ان کے جواب کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

1- جان بچانے کے لئے حرام تک کھانا واجب ہے جب کہ علاج معالجہ بذات خود واجب نہیں ہے بلکہ محض مستحب و مسنون ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ علاج کرنا واجب نہیں ہے لیکن علاج کرنا ہو تو حلال علاج نہ ہونے کی صورت میں حرام کے استعمال کی اجازت ہے۔

2- ممکن ہے کہ جن فقہاء نے انسانی میت کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے اس کی وجہ ان کے نزدیک اضطرار اور کھانے کے وجوب کا مجموعہ ہو۔ اس صورت میں اس پر علاج معالجہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی میت کا گوشت بھی عام حالت میں حرام ہے اور اس کے مباح وحلال ہونے کی علت صرف اضطرار ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے کہ إلّا مَـــــا

اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ (مگر جب کہ تم اس کی طرف لاچار ہو جاؤ)۔علاوہ ازیں وجوب تو خود حکم ہے وہ علت یا جزو علت نہیں بن سکتا۔لہٰذا اضطرار کی حالت میں کھانے کی خاطر ہو یا علاج کرانے کی خاطر ہو دونوں میں حرام مباح ہو جاتا ہے البتہ کھانے میں وجوب ہونے کی وجہ سے اگر نہ کھائے گا تو گناہگار ہوگا اور علاج میں استحباب ہونے کی وجہ سے اگر حرام کا استعمال نہ کرے گا تو گناہگار نہ ہوگا۔

3- حرام کھانا تو موت کے دفعیہ کا قطعی و یقینی سبب ہے جب کہ یہ معالجات ظنی سبب ہیں یقینی نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تداوی بالحرام یعنی حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا مضطر اور غیر مضطر دونوں کے لئے جائز ہے۔

4- اعضاء کی پیوندکاری تداوی بالحرام میں شامل نہیں کیونکہ پچھلے فقہاء نے تداوی بالحرام میں انسانی اعضاء کے استعمال کو شمار نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پچھلے فقہاء کے دور میں موجودہ دور کی پیوندکاری کا کوئی تصور موجود نہ تھا اور کسی شے کے ذکر نہ ہونے کو اس شے کا معدوم ہونا لازم نہیں ہوتا۔

5- دل یا گردوں کے ناکارہ ہونے کی صورت میں خود اضطرار ثابت نہیں ہو جاتا بلکہ ایسے مریض بہت عرصہ تک زندہ رہتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مثلاً جب گردے اور دل مکمل طور پر ناکارہ ہو جائیں اور مریض کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ تو مشینوں کی کارفرمائی ہے کہ مریض کم و بیش مدت گزار لیتا ہے غرض اپنی حالت کے اعتبار سے وہ مضطر ہی ہوتا ہے۔مشینوں پر سہارا کرنا خود ایک پر مشقت کام ہے جو کسی وقت بھی غیر مفید ہو سکتا ہے۔

یہ قول بھی قابل اختیار نہیں

اگرچہ فقہاء کے اختلاف کے ہوتے ہوئے اضطرار کی حالت میں محدود پیوندکاری کے اس قول پر عمل کرنے کی بظاہر گنجائش نظر آتی ہے لیکن کچھ اور پہلو ایسے بھی ہیں جو اس قول پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہیں۔وہ یہ ہیں:

1- عدم جواز کے دلائل جو شروع میں ذکر ہوئے

2- بھوک کا اضطرار اول تو ویسے ہی نادر الوقع ہے پھر ایسی صورت کہ اضطرار کو دور کرنے کے لئے انسان کے مردہ جسم کے علاوہ کوئی بھی حلال یا حرام شے نہ ملے انتہائی نادر ہے جب کہ اعضاء کی پیوندکاری کی ضرورت کثیر الوقوع اور دائمی ہے۔ایک انتہائی نادر بات کو بنیاد بنا کر بہت سے مردہ انسانوں کے تمام اعضائے رئیسہ کے نکالنے کو جائز کہا جائے یہ بات غیر معقول ہے۔

3- ضرورتمندوں کی تعداد حاصل شدہ اعضاء سے زیادہ ہونے پر اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ جو لوگ اپنے اعضاء کی وصیت نہ کریں گے یا جو لوگ اپنی میت کے اعضاء دینے پر راضی نہ ہوں گے تو دوسرے لوگ ان کے طرز عمل کو برا سمجھیں گے حالانکہ ایک ایسے عمل نہ کرنے کو برا سمجھنا جو زیادہ سے زیادہ مستحب ہو بدعت اور ناجائز ہے۔

3- دماغی موت اور حقیقی موت کے درمیان فرق ہوتا ہے۔حقیقی موت اس وقت کہلاتی ہے جب دل اپنی حرکت چھوڑ بیٹھے۔ پیوندکاری کے لئے اعضاء عام طور سے حقیقی موت سے پہلے محض دماغی موت طاری ہونے پر نکالے جاتے ہیں۔ محدود جواز کے قول میں قوی اندیشہ ہے کہ اعضاء نکالنے والے جلد بازی کا مظاہرہ کریں اور دماغی موت پر ہی اعضاء نکالنے کی کوشش کریں حالانکہ دماغی موت کا فیصلہ کرنے میں بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

تنبیہ: اس مضمون سے اور آگے آنے والے انتقال خون کے مسئلہ کے مباحث سے ایک اصولی بات یہ سامنے آتی ہے کہ اگر مرضی کی جان کا خطرہ ہو یا سخت مجبوری ہو اور معطی کا کوئی جزو لینے سے اس کی جسمانی ہیئت بدلتی اور بگڑتی نہ ہو تو اس حد تک پیوندکاری کی گنجائش ہے مثلاً Needle biopsy کے ذریعہ معطی کے جگر کے کچھ خلیے لے کر مریض کے جسم میں داخل کر دیئے جائیں جن میں پھر تقسیم در تقسیم کے عمل سے اضافہ ہو جائے۔ اسی طرح Needle biopsy کے ذریعہ ہڈی کا گودا (Bone- marrow) حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرنا بھی جائز ہے۔

باب:65

انتقال خون (Blood Transfusion)

1- خون انسان کا جزو ہے اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس اور ناپاک بھی ہے، اس کا اصل تقاضا یہ ہے کہ عام حالات میں ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا حرام ہو۔ اجزائے انسانی کی تکریم بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور اس کا نجاست غلیظہ ہونا بھی حرمت ہی کا تقاضا کرتا ہے۔

لیکن اضطراری حالات اور عام معالجات اور دوا میں شریعت اسلام کی دی ہوئی سہولتوں میں غور کرنے سے امور ذیل سامنے آتے ہیں۔

اول یہ کہ خون کے استعمال کی حرمت دو وجہ سے ہوسکتی ہے۔ ایک یہ کہ خون انسان کا جزو ہے اور جزو انسان کا استعمال جائز نہیں۔

دوم یہ کہ خون نجس اور حرام ہے۔

جہاں تک پہلی وجہ یعنی اس کے جزو انسان ہونے کا تعلق ہے اس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خون اگرچہ جزو انسانی ہے مگر اس کو دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لئے اعضاء انسانی میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ انجکشن کے ذریعہ خون نکال کر دوسرے بدن میں ڈالا جاتا ہے اس لئے اس حیثیت سے اس کی مثال انسانی دودھ کی سی ہوگئی جو بدن انسان سے بغیر کسی کانٹ چھانٹ کے نکلتا ہے اور دوسرے انسان کے بدن کا جزو بنتا ہے اور شریعت اسلام نے بچہ کی ضرورت کے پیش نظر انسانی دودھ ہی کو اس کی غذا قرار دیا ہے۔

بچوں کے علاوہ بڑوں کے لئے بھی دوا علاج کے لئے عورت کے دودھ کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولا باس بان یسعط الرجل بلبن المرأة ویشربه للدواء۔[2]

اس لئے جزوانسانی ہونے کی حیثیت سے اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید قیاس نہیں لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شریعت اسلام نے عورت کے دودھ کو جزوانسانی ہونے کے باوجود ضرورت کی بنا پر بچوں کے لئے جائز کر دیا ہے اسی طرح ضرورت کی بنا پر خون دینا بھی جائز ہو۔

خون کا استعمال حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ خون ناپاک ہے۔اب یہ تداوی بالحرام میں داخل ہوگا اوراس کی بنا پر مریض کوخون دینے کے حکم میں یہ تفصیل ہے۔

1- جب خون دینے کی مجبوری ہو،یعنی کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو،اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتو خون دینا جائز ہے۔

2- جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو،یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہولیکن ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہواس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

3- جب خون نہ دینے کی گنجائش ہوتو اس سے اجتناب بہتر ہے۔

لما فی الهنديه وان قال طبيب يتعجل شفاء ك فيه وجهان۔

4- جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو،یعنی جب ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو بلکہ محض قوت بڑھانا یا حسن میں اضافہ کرنا مقصود ہوتو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

انسانی خون کی خرید وفروخت

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ (بخاری)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خون کی قیمت (یعنی اس کی خرید و فروخت) سے منع فرمایا۔

خون کی بیع تو جائز نہیں،لیکن مجبوری اور حاجت کے حالات میں جب مریض کوخون دینا جائز ہے تو ان حالات میں اگر کسی کوخون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا درست نہیں ہے۔

کافر یا فاسق کا خون کسی دیندار مسلمان کو لگانا

جائز تو ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق فاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان

کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے۔اسی لئے امت کے صلحاء نے جائز ہونے کے باوجود فاسق فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا، اس وجہ سے اگر متبادل خون مہیا ہوتو کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے اجتناب بہتر ہے۔

انتقال خون سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا

مسئلہ: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔نکاح بدستور قائم رہتا ہے، کیونکہ شریعت اسلام نے حرمت کو نسب، مصاہرت اور رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

باب:66

DNA اور اس سے متعلق احکام

خلیے (Cells) انواع واقسام کے افعال میں مصروف رہتے ہیں۔ کچھ خلیے بنیادی افعال کے علاوہ مخصوص ذمہ داریاں بھی نبھاتے ہیں مثلاً کچھ خلیے صرف خون کے اجزاء بناتے ہیں، کچھ عمل انہضام میں مصروف ہیں تو کچھ اعصابی نظام کو قائم رکھنے کے لیے کام کرتے ہیں، کچھ خلیے پٹھوں کے نظام میں اہم رول نبھا رہے ہیں اور کچھ خاص قسم کے ہارمون (Hormone) اور خامرے (Enzyme) پیدا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

ہمارے جسم کے اندر جو بھی اعمال پائے جاتے ہیں وہ کیمیائی اعمال (Chemical Reactions) کے مرہون منت ہیں اور خود یہ کیمیائی اعمال خامروں کی مدد سے احسن طریقے پر پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اگر خامرے موجود نہ ہوں تو کیمیائی عمل رک جائے گا اور وہ ساختی یا فعلی خصوصیات جو ایک صحت مند خلیہ میں ہوتی ہیں نہیں ہوں گی۔

ہر خامرہ یا ساختی لحم (Basic Proteins) بننے کی معلومات جینیاتی مادے میں جو کہ DNA کی شکل میں ہوتا ہے موجود ہوتی ہیں۔ اگر DNA کی ساخت صحیح رہے تو صحیح خامرے بنیں گے اور آخر کار خلیہ اور جاندار اپنی صحت مند حالت میں قائم رہے گا، اور اگر DNA کی ساخت تبدیل ہو جائے تو اصل خامرے نہ بنیں گے اور خلیہ اور جاندار بیمار ہوگا۔

DNA کی ساخت

دوہری ہنسلی نما ساخت نیوکلوٹائڈز کی دو زنجیروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ دو زنجیریں ایک دوسرے کے اردگرد ہنسلی کی طرح لپٹی ہوتی ہیں۔ دونوں زنجیریں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں مرتب ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہائیڈروجن Hydrogen بانڈ کے ذریعے جڑی ہوتی ہیں۔ یہ بانڈز دراصل نامیاتی اساسوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں جو نہ تو بہت زیادہ مضبوط

ہوتے ہیں اور نہ ہی نازک۔ اگر DNA کو $85^{\circ}C$ سے زیادہ درجہ حرارت پر گرم کیا جائے تو یہ بانڈز ٹوٹنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دونوں زنجیریں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اس محلول کو آہستہ آہستہ ٹھنڈا کرنے سے یہ دونوں زنجیریں دوبارہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ہائیڈروجن بانڈز کی وجہ سے جڑ جاتی ہے۔ DNA کی دونوں زنجیریں دراصل نیوکلوٹائیڈ (Nucleotide) سے مل کر بنتی ہیں۔ ایک نیوکلوٹائیڈ تین اجزا پر مشتمل ہوتا ہے:

(i) پنج کاربنی شکر (ii) فاسفورس کا تیزاب (iii) نامیاتی اساس

پنج کاربنی شکر جو DNA کا حصہ ہے وہ Deoxyribose کہلاتی ہے کیونکہ اس میں Ribose شکر کے مقابلے میں ایک آکسیجن کم ہوتی ہے۔

نامیاتی اساسیں دو قسم کی ہوتی ہیں Purine اور Pyrimidine

Purine اساسیں یہ دو ہیں: (i) Adenine (A) (ii) Guanine (G)

Pyrimidine اساسیں یہ تین ہیں:

(i) Cytosine (C) (ii) Thymine (T) (iii) Uracil (U)

نامیاتی اساسیں پنج کاربنی شکر کے کاربن نمبر 1 کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان مرکبات کو Nucleoside کہتے ہیں۔ پھر جب فاسفورس کے تیزاب کا ایک سالمہ Nucleoside کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کو Nucleotide کہتے ہیں۔

جین

DNA میں Nucleotides یا نامیاتی اساس کی خاص ترتیب کا وہ حصہ جو ایک مکمل خامرہ یا لحم بنانے کی معلومات رکھتا ہو، اس کو جین (Gene) کہتے ہیں۔

اگر ہم مرکزے کی ساخت کو دیکھیں تو اس کے اندر ہمیں دھاگا نما ساختیں نظر آتی ہیں جنہیں کروموسوم Chromosome کہتے ہیں۔ یہ کروموسوم بنیادی طور پر DNA اور لحمیات سے مل کر بنے ہوتے ہیں۔ ہر جاندار کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد ہوتی ہے۔ انسان میں 46 کروموسوم ہوتے ہیں جب کہ بلی میں 38 اور مرغی میں 78 ہوتے ہیں۔

کروموسوم کی بھی 2 قسمیں ہوتی ہیں۔

(i) جنسی (SEX) کروموسوم۔ یہ اس جاندار کی جنس کو متعین کرتے ہیں۔ یہ انسانی مادہ میں XX اور نر میں XY ہوتے ہیں۔

جنسی خلیے کے اندر کروموسوم کی تعداد باقی جسم میں خلیوں کی نسبت آدھی ہوتی ہے۔ وہ خلیے جو بعد میں جنسی خلیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں ان میں کروموسوم کی تعداد پوری ہوتی ہے لیکن جنسی خلیے بنتے وقت ایک خاص قسم کے عمل تقسیم Meiosis سے کروموسوم کی تعداد آدھی رہ جاتی ہے۔

جب بار آوری (Fertilisation) کا عمل ہوتا ہے تو آدھے (23) کروموسوم ماں سے آتے ہیں اور آدھے (23) باپ سے۔ اس عمل سے بننے والے Zygote میں کروموسوم کی تعداد وہ ہوگی جو کہ ماں باپ کے غیر جنسی خلیوں میں ہوتی ہے یعنی 46۔ جنسی تولید کے ذریعے بننے والے بچوں کی جینیاتی خصوصیات اپنے ماں باپ سے مختلف ہوتی ہیں کیونکہ آدھی خصوصیات ماں سے آتی ہیں اور آدھی باپ سے۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت میں ہمیں Variations ملتی ہیں یعنی بچوں کی شکل وصورت و عادات گو ماں باپ سے ملتی ہیں یا ان کی جھلک نظر آتی ہے مگر یہ سو فیصد اپنے ماں باپ سے نہیں ملتیں۔

کروموسوم حیات کی ہزاروں صفات وخصوصیات کے مادی مظاہر ہیں۔ ان صفات میں سے ہر ایک صفت کی ایک علیحدہ مادی اکائی ہوتی ہے جو اس خاص صفت کا مادی مظہر ہوتی ہے۔ ان صفات (Traits) کی مادی اکائیاں ہی جین کہلاتی ہیں۔ جو شخص مکمل برص کا شکار ہو اس میں سیاہ رنگ (Melanin) بنانے کا فعال جین نہیں ہوتا۔

کروموسوم ہزاروں جینز کی اقامت گاہیں ہیں لہٰذا یہ سمجھنا بالکل آسان ہے کہ ہر جین کیمیاوی طور پر DNA ہی ہوتی ہے جو کسی خاص کیمیاوی تعامل میں مدد فراہم کر کے مطلوبہ شے کو بنانے کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ جین کروموسوم میں ایک خاص ترتیب سے یکے بعد دیگرے لمبے دھاگے میں مختلف دھاریوں کی طرح پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر جین کی کروموسوم میں ایک خاص جگہ متعین رہتی ہے۔

چونکہ ہر شخص اپنی جداگانہ صفات کا حامل ہوتا ہے اس لیے اس کے جین بھی مختلف ہوتے ہیں اور چونکہ جین کا مجموعہ کروموسوم اور کیمیاوی مادہ DNA ہے اس لیے ہر شخص کا DNA مختلف

ہوتا ہے اور اس کا یہ اختلاف اس میں پائے جانے والے چار اجزاء یعنی Cytosine, Adenine Guanine, اور Thiamine کی ترتیب سے پہچانا جا سکتا ہے، مثلاً کسی فرد واحد میں کسی خاص کروموسوم کے کسی خاص جین کے کسی حصہ میں ان اجزاء کی ترتیب اس طرح ہے A T C G G A C C T A T اور دوسرے فرد میں اسی مقام پر یہ ترتیب ایسے ہے ACCGGACCTAT۔ تو اس ادنی سے فرق کو مشین پہچان لیتی ہے اور کمپیوٹر بتا دیتا ہے کہ دونوں DNA مختلف ہیں لہٰذا یہ مختلف افراد کے ہو سکتے ہیں۔

DNA کو مختلف طریقوں سے پہچاننے کی تکنیک ایجاد ہو چکی ہے جن سے ثابت ہوا کہ ہر انسان کا مکمل DNA جسے Genome کہتے ہیں یکتا ہوتا ہے۔ اس Genome کہتے ہیں اس میں 35,000 جینز ہوتے ہیں۔

جسم کے بیشتر خلیات میں ہر جین کی دو کاپیاں ہوتی ہیں جو ایک جیسی بھی ہو سکتی ہیں اور تھوڑی سی مختلف بھی۔ انسانی خصوصیات و اوصاف کا فرق ان دو کاپیوں کے مجموعی فعل Net effect پر منحصر ہوتا ہے ورنہ ہر انسان میں وہی 35000 جین پائے جاتے ہیں۔ بچے کا اپنے والدین سے کچھ اوصاف میں اختلاف بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ والدین میں انہی جینز کی دو کاپیاں اپنے بچوں کی کاپیوں سے الگ ہو سکتی ہیں۔

یاد رہے کہ ہر جین کی دو کاپیاں دراصل بچے کے ماں باپ سے بچے میں منتقل ہوتی ہیں اور ماں اور باپ کے نطفوں کے ملنے کے وقت ترتیب بگڑے بغیر کاپی نمبر 1 اور کاپی نمبر 2 میں Re-shuffling ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایک ہی والدین کے اگر کئی بچے ہوں تو سب الگ الگ خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں حالانکہ ایک ہی والدین کا ہر بچہ ان تمام چیزوں کی ایک کاپی اپنے والد سے اور ایک کاپی اپنی والدہ سے وراثت میں پاتا ہے۔

DNA ٹیسٹ سے قاتل یا زانی کی شناخت

جو جرائم حدود قصاص کے ہیں ان میں DNA ٹیسٹ سے مدد تو لی جا سکتی ہے لیکن محض اس کی بنیاد پر کسی کو حتمی طور پر مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ:

i- یہ ٹیسٹ ایسا نہیں جس میں انسانی خطا کی گنجائش نہ ہو۔

-ii منصوص طریقوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

البتہ صرف اس ٹیسٹ کے مثبت ہونے پر عدالت کا خیا ہو کہ متعلقہ آدمی جرم سے بالکلیہ بری نہیں تو وہ اس کو تعزیر کر سکتی ہے۔

ولدیت، ابوت اور امومیت کا DNA ٹیسٹ

Parental testing

Parental testing is the use of genetic fingerprinting to determine whether two individuals have a biological parent-child relationship. A paternity test establishes genetic proof whether a man is the biological father of an individual, and a maternity test establishes whether a woman is the biological mother of an individual. Though genetic testing is the most reliable standard, older methods also exist, including ABO blood group typing, analysis of various other proteins and enzymes, or using human leukocyte antigen antigens. The current techniques for paternal testing are using polymerase chain reaction (PCR) and restriction fragment length polymorphism. Paternity testing can now also be performed while the woman is still pregnant from a blood draw. DNA testing is currently the most advanced and accurate technology to determine parentage.

ولدیت کا DNA ٹیسٹ: یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا ان دو افراد میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے یا نہیں جینیاتی فنگر پرنٹنگ (Genetic Finger Printing) کے استعمال کو کہتے ہیں۔ جس طرح جینیاتی ٹیسٹ سے کسی کے زید کے باپ ہونے کو معلوم کیا جاتا ہے اسی طرح کسی کے زید کی ماں ہونے کو بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ولدیت معلوم کرنے کے لیے کچھ پرانے ٹیسٹ ابھی تک رائج ہیں مثلاً خون کے ABO گروپ سے اور دیگر لحمیات وخامروں کے تجزیے سے اور انسان کے سفید خلیوں کے Antigen سے۔ لیکن DNA ٹیسٹ سب سے جدید اور سب سے بہتر اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے جس میں PCR یعنی Polymerase chain reaction Polymorphism اور Restriction fragment length کی تکنیک کو استعمال کیا جاتا ہے۔

DNA profiling

The DNA of an individual is very nearly the same in each and every somatic (nonreproductive) cell. Sexual reproduction brings the DNA of both parents together randomly to create a unique combination of genetic material in a new cell, so the genetic material of an individual is derived from the genetic material of both their parents in roughly equal amounts. This genetic material is known as the nuclear genome of the individual, because it is found in the nucleus.

Comparing the DNA sequence of an individual to that of another individual can show whether one of them was derived from the other. Specific sequences are usually looked at to see whether they were copied verbatim from one of the individual's genome to the other. If that was the case, then the genetic material of one individual could have been derived from that of the other (i.e., one is the parent of the other). Besides the nuclear DNA in the nucleus, the mitochondria in the cells also have their own genetic material termed the mitochondrial genome. Mitochondrial DNA comes only

from the mother, without any shuffling.

Proving a relationship based on comparison of the mitochondrial genome is much easier than that based on the nuclear genome. However, testing the mitochondrial genome can prove only if two individuals are related by common descent through maternal lines only from a common ancestor and is, thus, of limited value (for instance, it could not be used to test for paternity).

In testing the paternity of a male child, comparison of the Y chromosome can be used since it is passed directly from father to son

ایک آدمی (مثلاً زید) کا DNA ہر ہر جسمانی (Somatic) خلیے میں تقریباً ایک جیسا ہوتا ہے۔ جنسی تولید میں زید کے ماں اور باپ دونوں ہی کے DNA کو غیر متعین طور پر ایک مخصوص طریقے سے جینیاتی مادے کو جمع کیا جاتا ہے۔ اس طرح زید میں جو جینیاتی مادہ پایا جاتا ہے وہ اس کے ماں اور باپ کے جینیاتی مادے سے تقریباً ایک جیسی مقدار سے حاصل ہوتا ہے۔ زید کے اس جینیاتی مادے کو مرکزے کا جینوم (Nuclear Genome) کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مرکزے (Nucleus) میں ہوتا ہے۔

زید کی DNA کی ترتیب کا جب کسی دوسرے شخص کی ترتیب سے موازنہ کیا جاتا ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آیا زید کا DNA دوسرے کے DNA کی نقل ہے یا نہیں اگر اس مخصوص مقام پر دونوں کا DNA حرف بحرف ایک جیسا ہے تو یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ زید کا DNA امکانی طور پر اس دوسرے شخص کے DNA سے حاصل ہوا ہے اور دوسرا شخص زید کا والد ہے۔

مرکزے کے DNA کے علاوہ خلیے کے مائی ٹو کونڈریا (Mitochondria) کا اپنا جینیاتی مادہ ہوتا ہے جس کو Mitochondrial genome کہا جاتا ہے۔ یہ جینوم

(Genome) بچے میں صرف ماں سے آتا ہے اور اس میں جینیاتی مادے کی ترتیب بھی وہی رہتی ہے جو ماں میں تھی۔

بچے اور عورت کے Mitochondrial genome کا موازنہ کر کے ماں اور بچے کے درمیان رشتہ ثابت کیا جا سکتا ہے اور Nuclear Genome کے مقابلے میں یہ آسان بھی ہے لیکن اس سے کسی کے باپ ہونے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

لڑکے کی ولدیت کو Y کروموسوم کا موازانہ کر کے ثابت کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ کروموسوم باپ سے بیٹے میں براہ راست منتقل ہوتا ہے۔

مختصر اور آسان لفظوں میں خلاصہ یہ ہے:

Every person has two copies of each gene. One copy comes from the mother and the other copy comes from the father. Thus, one half of the genetic material in our body is inherited directly from each of our two parents. When a DNA paternity test is performed, the DNA laboratory examines the DNA of the child to determine whether the father's contribution matches that of the alleged father. If the alleged father is the true biological father of the child, half of the child's genetics will match that of the alleged father's. The other half comes from the mother and will match the profile of the mother (testing the mother is optional). If the tested man is not the true biological father of the child, the half of the child's genetic material which comes from the father will not match the profile of the tested man. If the profile does not match, the tested man is excluded as being the true biological father of the child. When a DNA paternity test is performed, the laboratory usually examines many different genetic locations. The more

genetic locations that are examined, the more powerful and accurate your test becomes.

ہر شخص میں ہر جین (Gene) کی دو کاپیاں ہوتی ہیں۔ ایک ماں سے آتی ہے اور دوسری باپ سے۔ اس طرح سے ہمارے جسم کا نصف جینیاتی مادہ براہ راست ماں سے اور نصف براہ راست باپ سے آتا ہے۔ جب ولدیت کا DNA ٹیسٹ کیا جاتا ہے تو بچے کے DNA کا معائنہ کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ ابوت کے مدعی کے DNA سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ ابوت کا مدعی اگر واقعی اس بچے کا باپ ہو تو بچے کا نصف جینیاتی مادہ مدعی کے جینیاتی مادے کے مطابق ہوگا۔ بقیہ نصف جینیاتی مادہ چونکہ ماں سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا وہ ماں کے جینیاتی مادے کے مطابق ہوگا۔ اگر ابوت کا مدعی اس بچے کا حقیقی باپ نہ ہو تو بچے سے حاصل شدہ جینیاتی مادے اور مدعی کے جینیاتی مادے میں مطابقت نہ ہوگی۔ جب دونوں میں مطابقت نہ ہو تو مدعی کے حقیقی باپ ہونے کے احتمال کو رد کر دیا جاتا ہے۔

ولدیت کے DNA ٹیسٹ میں عام طور سے کئی جینیاتی مقامات کا معائنہ کیا جاتا ہے۔ جتنے زیادہ مقامات کا معائنہ کیا جائے اتنا ہی وہ ٹیسٹ درست اور معتبر ہوگا۔ اس وقت کم از کم 16 جینیاتی مقامات کا معائنہ کیا جاتا ہے۔

The sample is collected by gently rubbing the swab inside the mouth against the cheek for 10 seconds.

When a paternity test is performed, the laboratory examines a number of different genetic locations (called "loci"). The more locations that are examined, the more powerful and accurate your test becomes. Currently, for high quality paternity tests, at least 16 genetic locations are examined in order to provide you with conclusive results.

ولدیت کے ٹیسٹ کا طریقہ

اس ٹیسٹ کو مندرجہ ذیل چار مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

The DNA test usually takes approximately 3 to 5 working days to complete. The testing process can be divided into 4 major stages.

Stage 1: DNA isolation, quantitation, and purification

During this stage the sample is collected by gently rubbing the swab inside the mouth against the cheek for 10 seconds. Then the laboratory isolates the buccal cells from the head of the swabs.After removing the cells from the swabs, the DNA is extracted from the cells. The DNA is quantitated to determine how much DNA is present and the DNA is further concentrated and purified if required.

Stage 2: PCR amplification

During this stage, the laboratory amplifies specific regions of your DNA for further examination. The DNA is amplified by a process known as PCR (stands for Polymerase Chain Reaction). PCR is very powerful technique which can amplify a single strand of DNA over a million fold in very little time. PCR is a very sensitive technique and is frequently used in forensic laboratories to analyze blood stains, hair and saliva stains.

Stage 3: Sequencing

Sequencing allows the laboratory to examine the DNA once it has been amplified by PCR. There are different methods available to detect the amplified DNA. In smaller laboratories, sequencing is often performed

manually and is prone to human error. In larger laboratories, sequencing is fully automated. Automated sequence is fast and very precise. At Metaphase (laboratory) sequencing is performed using the latest and most advanced automated sequencers to ensure the most accurate results possible. During sequencing, the DNA fragments are passed through a matrix and detected by lasers. The detected fragments and their properties are then output to a computer for analysis.

Stage 4: Analysis.

The final step of the testing process is the analysis of the genetic information. Each and every gene that was examined is fully documented in your final report. If the alleged father is not the true biological father of the child, the alleged father's DNA will not match the half of the child's genetic material which came from the father. If the test man is indeed the true biotogical father of the child, the paternal half of the gentic material of the child will match that of the alleged father`s perfectly.

پہلا مرحلہ

روئی کے ایک پھوئے کو رخسار کے اندر 10 سیکنڈ تک نرمی سے پھیر کر نمونہ حاصل کیا جاتا ہے تاکہ منہ کے اندر کے خلیے حاصل ہوں۔ پھر ان خلیوں کو پھوئے سے جدا کر کے ان کا DNA نکالا جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ

اس مرحلے میں DNA کے مخصوص مقامات کو مزید معائنہ کے لیے بڑا کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے PCR یعنی Polymerase Chain Reaction کی تکنیک استعمال کی جاتی

ہے جو بہت تھوڑے وقت میں DNA کے ایک دھاگے کو دس لاکھ گنا بڑا کر دیتی ہے۔

تیسرا مرحلہ

اس مرحلے میں بڑا کر کے دکھائے ہوئے DNA کا معائنہ کیا جاتا ہے۔اس معائنہ کے مختلف طریقے ہیں۔چھوٹی لیبارٹریوں میں یہ کام ہاتھ سے کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے خطا کا احتمال رہتا ہے جب کہ بڑی لیبارٹریوں میں یہ کام بھی آٹو میٹک یعنی خود کار طریقے سے کیا جاتا ہے جو بہت تیز اور بہت درست ہوتا ہے۔اس مرحلے میں DNA کے ٹکڑے ایک matrix سے گزارے جاتے ہیں اور لیزر کے ذریعے ان کی شناخت کی جاتی ہے۔شناخت شدہ ٹکڑوں کو اور ان کے خواص کو تجزیے کے لیے کمپیوٹر کے حوالے کیا جاتا ہے۔

چوتھا مرحلہ

اس مرحلے میں جینیاتی معلومات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ہر وہ جین (Gene) جس کا معائنہ کیا گیا ہے اس کی رپورٹ لکھی جاتی ہے۔

Although paternity tests are more common than maternity tests, there may be circumstances in which the biological mother of the child is unclear. Examples include cases of an adopted child attempting to reunify with his or her biological mother, potential hospital mix-ups, and in vitro fertilization where the laboratory may have implanted an unrelated embryo inside the mother.

Other factors such as new laws regarding reproductive technologies using donated eggs and sperm and surrogate mothers can mean that the female giving birth is not necessarily the legal mother of the child may, in fact, be the egg donor.

امومیت (Maternity) کو معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مواقع میں DNA

ٹیسٹ کی ضرورت ہوتی ہے:

1- متبنی (لے پالک) جب اپنی اصل ماں کے ساتھ رہنے کو اختیار کرے اور حالات کی وجہ سے اس کو اپنی ماں کے بارے میں کچھ شک ہو۔

2- جب اندیشہ ہو کہ ہسپتال میں بچے بدل گئے ہوں۔

3- جب اندیشہ ہو کہ ٹیسٹ ٹیوب علقہ کہیں حقیقی ماں کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں رکھا گیا ہو۔

4- جہاں پر ٹیسٹ ٹیوب بچے کا اور رحم کو اجرت پر لینے کا رواج ہو وہاں کسی کو یہ اندیشہ ہوسکتا ہے کہ جس عورت نے اس کو جنم دیا ہے وہ اس کی حقیقی ماں نہ ہو کیونکہ حقیقی ماں تو وہ ہوتی ہے جس کا بیضہ بچے کی تخلیق میں استعمال ہوا ہے۔

DNA ٹیسٹ میں خطا کا احتمال رہتا ہے

You should pay close attention to how DNA testing companies describe their testing and results. Even if the test concludes that the alleged father is 100% excluded as the biological father, the test may not have been 100% accurate. False exclusions can occur if a laboratory mixes up the test samples, and the results are for individuals from more than one case.

False inclusions can also occur. If the result is 99.0% inclusion, the chance of a false inclusion is 100 times greater than a 99.99% inclusion.

DNA ٹیسٹ کی رپورٹ اگر یہ بتائے کہ ابوت کا مدعی حقیقی ابوت سے سو فیصد خارج ہے تب بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ ایسا ہی ہو کیونکہ بعض اوقات غلط اخراج ہو جاتا ہے مثلاً جب کہ لیبارٹری میں مختلف نمونے ایک دوسرے سے بدل گئے ہوں۔ اسی طرح غلط ادخال بھی ہوسکتا ہے یعنی کسی غیر کو حقیقی باپ بتایا جا سکتا ہے۔ جب رپورٹ کہے کہ اس شخص کا باپ ہونا 99.0 فیصد ہو تو غلط ادخال کا خطرہ 99.99% کے مقابلے میں 100 گنا زیادہ ہوسکتا ہے۔

However, while almost all individuals have a single and distinct set of genes, rare individuals, known as "chimeras", have at least two different sets of genes. There have been several cases of DNA profiling that falsely "proved" that a mother was unrelated to her children

اسی طرح اگرچہ تقریباً تمام ہی افراد میں جینز (Genes) کا صرف ایک ہی جوڑا ہوتا ہے لیکن شاذ و نادر ایسے بھی اشخاص ہوتے ہیں جن میں جینز کے دو جوڑے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو انگریزی میں کیمراز (Chimeras) کہا جاتا ہے۔ اس وجہ سے DNA Profiling کے بعض ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں جن میں غلطی سے یہ ثابت کیا گیا کہ حقیقی ماں کا اس کے اپنے بچوں سے کوئی رشتہ وتعلق نہیں ہے۔

ولدیت کا DNA ٹیسٹ اغلبی ہے یقینی نہیں ہے

There are two possible outcomes in a DNA paternity test:

1- Paternity Exclusion - A paternity exclusion indicates that the tested man is not the true biological father of the child. A report which states a paternity exclusion will show a minimum of two exclusions at two different genetic loci. When a paternity exclusion is indicated, the probability of paternity is 0%.

2- Paternity Inclusion - If the report states that the tested man is not excluded as the biological father of the tested child, a combined paternity index of greater than 1000 is indicated. A combined paternity index of greater than 100 is accepted to

establish 99.0% portability of paternity. A CPI greater than 1000 indicates that the probability of paternity is greater than 99.9%

ابوت کے DNA ٹیسٹ کے دو نتیجے نکل سکتے ہیں:

1- اخراج۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا ٹیسٹ کیا گیا ہے وہ بچے کا حقیقی باپ نہیں ہے۔ اس کے لیے کم از کم دو جینیاتی مقام پر اخراج کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔اخراج کی صورت میں ابوت کا امکان صفر فیصد ہوتا ہے۔

2- ادخال: اگر رپورٹ بتائے کہ جس شخص کا ٹیسٹ کیا گیا ہے حقیقی باپ ہونے سے اس کا اخراج نہیں کیا گیا تو CPI (Combined paternity index) یعنی مشترکہ ابوت کے اعشاریہ کے 1000 سے زیادہ ہونے کا اشارہ دیا جاتا ہے۔ جب CPI 100 سے زیادہ ہوتو ابوت کا امکان 99.0 فیصد کہلاتا ہے۔ جب CPI ایک ہزار سے زیادہ ہوتو ابوت کی اغلبیت 99.9% سے زیادہ ہوگی۔

باب:67

سر کا گنجا پن چھپانے کے مروجہ طریقے

1- بالوں کی پیوندکاری(Hair Transplantation)

اس کے عقلاً دو طریقے ممکن ہیں۔

(1) کسی دوسری جگہ سے بال کو جڑ سمیت نکال کر سر کی کھال میں گاڑ دیا جائے یعنی (Implant) کر دیا جائے اگر اپنے ہی جسم کے بال ہوں تو یہ جائز ہے اور اگر کسی دوسرے شخص سے بال حاصل کیے جائیں تو یہ جائز نہیں کیونکہ ایک شخص کے بال دوسرے شخص کے لگانا جائز نہیں۔ اور اگر دوسرے سے بال عوض میں خریدے ہوں تو یہ دوسری خرابی ہوئی۔

(2) کسی دوسری جگہ سے بال سمیت کھال اتار کر سر کی کھال کو کھرچ کر اس کے ساتھ لگا دی جائے۔ اگر اپنے ہی جسم کی کھال ہو تو جائز ہے اور اگر دوسرے کے جسم کی کھال ہو تو جائز نہیں۔

2- Hair by Hair Process

اس طریقہ میں ایک مصنوعی جھلی یا جلد میں انسانی بال قدرتی انداز سے پیوستہ کر دیے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے بالوں کا کوئی بھی سٹائل بنایا جاسکتا ہے۔ اس مصنوعی جھلی یا جلد میں مسام (Pores) بھی ہوتے ہیں جن کے راستہ سے پسینے اور پانی کا اخراج ہوتا ہے۔ سر پر اگر کچھ قدرتی اصلی بال لگے ہوں تو ان کو ایک خاص مطلوبہ حد تک کتر دیا جاتا ہے۔ پھر اس جھلی کو ایک خاص محلول(Liquid) کے ذریعہ سر کے اصل بالوں کے ساتھ ان کی جڑوں تک جوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ Liquid واٹر پروف ہوتا ہے یعنی یہ پانی کو جذب نہیں کرتا اور اصل بالوں تک پانی کو پہنچنے سے روکتا ہے۔ جھلی لگانے کے بعد دو مہینے آسانی سے نکل جاتے ہیں جب تک کہ نیچے کے

قدرتی بال بڑھ نہ جائیں۔ جب بال نیچے سے بڑھ جاتے ہیں تو جھلی اتار کر سر پر موجود اصل بالوں کو مطلوبہ حد تک کتر کر جھلی کو دوبارہ چپکا دیتے ہیں۔

یہ طریقہ مختلف وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے۔

1- کسی دوسرے انسان کے بالوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

2- انسانی بالوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

3- جھلی کے نیچے اصل بالوں تک Liquid کی وجہ سے پانی نہیں پہنچتا اس لئے فرض غسل ادا نہیں ہوتا۔

4- اگر پورے سر پر جھلی لگی ہو تو وضو میں سر کے مسح کا فرض ادا نہیں ہوتا۔

5- اگر چوتھائی سر کی مقدار کے برابر سر پر جھلی نہ لگی ہو تو اگرچہ اس پر مسح کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن مسح کی سنت کہ پورے سر کا مسح کیا جائے اس سے مستقل محرومی رہے گی۔

باب:68

نظر لگنے کا بیان

مسئلہ: نظر کا واقعی وجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَلَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدْرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ (مسلم)

نظر واقعی چیز ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو نظر اس پر سبقت لے جاتی۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَلْعَیْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَ تُدْخِلُ الْجَمَلَ الْقِدْرَ (ابن عدی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نظر (دیگر بیماریوں کی طرح ایک سبب ہے جو آدمی کی موت کا باعث بن کر اس) کو قبر میں داخل کر دیتی ہے اور اونٹ (کو موت کے قریب کر کے اس کے ذبح کا باعث بنتی ہے اور اس کے گوشت) کو دیگ میں داخل کر دیتی ہے۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهُ وُلْدُ جَعْفَرٍ یَسْرَعُ إِلَیْهِمُ الْعَیْنُ أَفَأَسْتَرْقِیْ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَإِنَّهُ لَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدْرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ۔ (احمد و ترمذی)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جعفر کے بچوں کو نظر لگ جاتی ہے۔ کیا میں ان کو دم کر دیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور اگر کوئی شے قضاء پر سبقت لے جاسکتی تو نظر اس پر سبقت لے جاتی۔

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ رَأٰی عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ سَهْلَ بْنَ حُنَیْفٍ یَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَیْتُ کَالْیَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّأَةٍ قَالَ فَلُبِطَ سَهْلٌ فَأُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقِیْلَ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِیْ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَاللّٰهِ مَا یَرْفَعُ رَاسَهٗ فَقَالَ هَلْ تَتَّهِمُوْنَ لَهٗ أَحَدًا فَقَالُوْا نَتَّهِمُ عَامِرَ بْنَ رَبِیْعَةَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَیْهِ وَ قَالَ عَلَامَ یَقْتُلُ أَحَدُکُمْ أَخَاهُ أَلَّا بَرَّکْتَ۔ (شرح السنة)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو غسل کرتے دیکھا تو کہا اللہ کی قسم نہ تو میں نے آج کا سا دن (پہلے) دیکھا اور نہ ہی سہل بن حنیف کی جلد کی طرح نرم و ملائم کسی کنواری کی جلد دیکھی۔ اسی وقت سہل زمین پر گر پڑے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کیلئے آپ کے پاس کچھ علاج ہے۔ اللہ کی قسم وہ تو اپنا سر بھی نہیں اٹھاتے۔ آپ ﷺ نے یہ اندازہ کر کے کہ سہل کو کسی کی نظر لگی ہے پوچھا کہ تم اس (کو نظر لگنے) کا کس کو ذمہ دار سمجھتے ہو تو لوگوں نے جواب دیا کہ ہم عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عامر کو بلوایا اور ان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کس بنا پر تم میں سے ایک اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے تم نے **بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ** کیوں نہیں کہا۔ اب تم سہل کیلئے اپنے اعضاء کا دھوون دو تو عامر نے ان کیلئے ایک تسلے میں اپنا چہرا اور بازو اور کہنیاں اور گھٹنے اور پاؤں اور شرمگاہ دھوئی۔ پھر وہ پانی سہل کے اوپر ڈالا گیا تو وہ فوراً ہوش میں آ گئے اور ان کی قوت بحال ہوگئی اور وہ لوگوں کے ساتھ چل دیے کہ ان کو کچھ تکلیف نہ تھی۔

مسئلہ: نظر جہاں انسانوں کی لگ سکتی ہے وہیں جنوں کی بھی لگ سکتی ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سُعْفَةٌ نَعْنِي صُفْرَةً فَقَالَ اِسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ۔ (بخاری و مسلم)

1- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک بچی کے چہرے پر سعفہ (جن کی نظر) کے اثرات دیکھے تو فرمایا اس کیلئے جھاڑ پھونک کرو کیونکہ اس کو جنات کی نظر لگی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ۔ (ترمذی)

2- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جنوں سے اور انسان کی نظر سے پناہ مانگتے تھے۔

مسئلہ: نظر صرف دیکھنے ہی سے نہیں لگتی بلکہ چونکہ یہ حسد کی ایک نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے جو دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نابینا ہو اور اس کے سامنے

دوسرے کے اوصاف وحالات بیان کیے جائیں جن کو سن کر اس کے اندر حسد کی نفسیاتی کیفیت پیدا ہو اور اس کے ذریعے سے وہ اس دوسرے شخص پر اثر انداز ہو۔

مسئلہ: کبھی بغیر قصد وارادہ کے بھی یہ نفسیاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ آدمی کی طبعیت ہی بن جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے قصد وارادہ کے بغیر بھی دوسروں کو نظر لگ جاتی ہے۔ایسی صورت میں اس کے شر سے بچنے کیلئے اس شخص کو کسی مکان میں نظر بند کر دیا جائے اور اگر وہ غریب ہو تو اس کیلئے خرچہ ووظیفہ مقرر کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے۔

تنبیہ: چونکہ نظر ایک نفسانی کیفیت کا اثر ہوتا ہے خواہ وہ دیکھنے سے ہو یا اس کے بغیر ہی اس لئے یہ علم نفسیات کے ماہرین کیلئے طبع آزمائی کا عمدہ میدان ہے)۔

مسئلہ: جس شخص کو معلوم ہو یا اس کو ڈر ہو کہ اس کی نظر لگتی ہے تو اس کو چاہیے کہ جب وہ کوئی خوش کن چیز وغیرہ دیکھے تو اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَیْهِ یا مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کہے۔ان دعائیہ کلمات کا صدور مذکورہ کیفیت کے ٹوٹنے ہی پر ہوسکتا ہے۔لہٰذا فوراً ان کلمات کو کہنے سے وہ کیفیت ہی پیدا نہ ہوگی یا اگر کچھ ہوگی بھی تو ضعیف وغیر مضر ہوگی۔

مسئلہ: جس شخص کی نظر لگی ہے اس سے جب اس کا دھوون (پانی جس سے اعضاء دھوئے ہوں) طلب کیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ دے کیونکہ حدیث میں ہے

عَنُ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ ...... وَاِذَا اسۡتُغۡسِلۡتُمۡ فَاغۡسِلُوۡا۔ (مسلم)

نبی ﷺ نے فرمایا جب تم سے دھوون مانگا جائے تو تم دو۔

اور اگر نہ دے تو اس پر اس کیلئے جبر کیا جاسکتا ہے۔

دھوون کی تفصیل یہ ہے

فَغَسَلَ لَهٗ عَامِرٌ وَجۡهَهٗ وَیَدَیۡهِ وَمِرۡفَقَیۡهِ وَرُکۡبَتَیۡهِ وَ أَطۡرَافَ رِجۡلَیۡهِ وَ دَاخِلَةَ إِزَارِهٖ فِیۡ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّتۡ عَلَیۡهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَیۡسَ لَهٗ بَاسٌ (شرح السنة)

(اوپر کے قصہ میں) عامر بن ربیعہ نے (جن کی نظر سہل کو لگی تھی) ایک ٹب میں اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں کہنیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں دھوئے اور اپنی شرمگاہ دھوئی۔ پھر وہ دھوون سہل بن حنیف (کی پشت کی جانب سے ان کے سر پر ڈالا گیا تو وہ ایک دم

ٹھیک ٹھاک ہوکر لوگوں کے ساتھ چل دیئے اور ان کو کچھ تکلیف نہ رہی ۔

مسئلہ: مختلف قسم کی دعاؤں سے بھی نظر اتارنی منقول ہے۔ مثلاً

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ شر كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (حصن حصين)

میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلی بلا کے شر سے اور ہر لگنے والی نظر بد کے شر سے ۔

باب:69

چھینک آنے کے احکام

مسئلہ: عام حالات میں چھینک کا آنا مفید ہوتا ہے اور ناک کے بالائی حصے اور (Sinuses) کی صفائی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ چونکہ یہ نعمت الٰہی ہے اور نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی تعریف کرنا چاہیے لہٰذا چھینکنے والے کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنا چاہیے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا عَطِسَ أَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہے

ایک اور روایت میں ہے۔

إِذَا عَطِسَ أَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (ابوداؤد)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمد لله رب العالمین کہے۔

مسئلہ: ان کلمات کے علاوہ یا ان کے متبادل کوئی اور کلمہ اپنی طرف سے نہ ملائے

ہلال بن یساف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ موجود لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی۔ اس نے چھینکنے پر السلام علیکم کہا۔ سالم رضی اللہ عنہ نے جواب میں اس کو وَعَلَیْكَ وَعَلٰی أُمِّكَ کہا (یعنی تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی سلام ہو) اس شخص نے اس جواب کو اپنے دل میں ناپسند کیا۔ اس کی ناگواری محسوس کر کے سالم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو صرف وہی بات کہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے السلام علیکم کہا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

وَعَلَيْكَ وَعَلٰى أُمِّكَ اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہے۔(ابوداؤد)

مسئلہ: چھینکنے والے کے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے پر موجود سننے والے لوگوں پر ضروری ہے کہ وہ جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہیں۔

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ إِذَا عَطِسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ وَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهِ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کو جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہو) اور اگر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہ کہے تو اس کو يَرْحَمُكَ اللّٰهُ نہ کہو۔

مسئلہ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا اکثر حضرات کے نزدیک فرض کفایہ ہے جبکہ بعض حضرات کے نزدیک فرض عین ہے۔

مسئلہ: ایک مجلس میں تین دفعہ تک کسی کے چھینکنے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے پر سننے والوں پر يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا ضروری ہے۔تین دفعہ سے زیادہ میں اختیار ہے چاہے کہیں یا نہ کہیں۔کہہ لیں تو بہتر و مستحب ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلَاثًا فَإِنْ زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ (ابو داؤد)

وقال لا اعلمه الا انه رفع الحديث الى النبى صلى الله عليه وسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے بھائی کو تین مرتبہ تک يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہو۔اگر اس سے زیادہ ہو تو وہ زکام ہے اور اس قول کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی۔

مسئلہ: اگر کسی کافر کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو مسلمان حاضرین جواب میں اس کو يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يَصْلِحُ بَالَكُمْ (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے معاملہ کو درست فرمائے) کافر کو یرحمك الله نہ کہے۔

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَرْجُوْنَ أَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہودی نبی ﷺ کی مجلس میں اس امید پر

چھینکتے تھے کہ آپ ﷺ ان کو یَرحَمُکُمُ اللّٰہُ (یعنی اللہ تم پر رحم فرمائیں) کہیں گے لیکن آپ ﷺ ان کو یَھدِیکُمُ اللّٰہُ وَ یُصلِحُ بَالَکُم فرماتے تھے۔

مسئلہ: یَرحَمُكَ اللّٰہُ کہے جانے پر چھینکنے والے کو چاہیے کہ وہ یَرحَمُكَ اللّٰہُ کہنے والے کو یوں دعا دے۔

یَھدِیکُمُ اللّٰہُ وَ یُصلِحُ بَالَکُم

(اللہ تمہیں ہدایت پر رکھیں اور تمہارے معاملہ کی اصلاح فرمائیں)

یا یہ کلمات کہے

یَغفِرُاللّٰہُ لِیٔ وَلَکُم (اللہ میری اور تمہاری مغفرت فرمائیں)

چھینکنے والے کا یہ دعائیہ کلمات کہنا مندوب ہے۔

مسئلہ: چھینکنے والے کو چاہیے کہ وہ چھینک آنے کے وقت اپنے چہرہ کو ڈھانپے اور کوشش کرے کہ آواز کم نکلے۔

عَنْ أَبِی هُرَیرَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ إِذَا عَطِسَ غَطّٰی وَجهَهٗ بِیَدِهٖ أَوْ ثَوبِهٖ وَ غَضَّ بِهَا صَوتَهٗ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کو چھینک آتی تھی تو آپ ﷺ اپنے چہرے کو اپنے ہاتھ یا اپنے کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے اور اپنی آواز کو پست کرتے تھے۔

باب:70

ختنہ کے احکام

مسئلہ: ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن کے بعد جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب سے بچے میں برداشت کی قوت پائی جائے اس وقت سے بلوغت تک کی عمر ختنہ کا وقت ہے۔

مسئلہ: اگر ختنہ کی کھال کاٹی لیکن پوری نہ کٹی تو اگر نصف سے زائد کٹ گئی تو ختنہ ہو گیا اور اگر نصف یا اس سے کم کٹی تو ختنہ نہ ہوا۔

مسئلہ: اگر ختنہ کی کھال اتنی چھوٹی ہے کہ بغیر مشقت اور سختی کے اس کو حشفہ (Glans Penis) سے اوپر نہیں کھینچ سکتے اور حشفہ بھی ایسا کھلا نظر آ رہا ہے کہ جب کوئی شخص اس کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس کا ختنہ ہو چکا ہے اور ختنہ کرنے کے ماہر بھی یہی کہیں کہ ختنہ کرنا ممکن نہیں تو مزید ختنہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: جب کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو جائے اور ختنہ کرانے کی اس میں طاقت نہ ہو اور ماہرین کی رائے بھی یہی ہو کہ اس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: بچپن میں ختنہ نہ کرایا ہو اب بلوغت کے بعد کرائے تو ختنہ کرنے والے کے لئے محض ختنہ کی جگہ پر نظر ڈالنا جائز ہے۔

مسئلہ: عورتوں کا ختنہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلْـخِتَـانُ سُـنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَمَكْرُمَةٌ لِلنِّسَاءِ (احمد) ختنہ مردوں کیلئے سنت اور عورتوں کیلئے اکرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَلْـفِـطْـرَةُ خَـمْـسٌ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ (بخاری و مسلم) پانچ

باتیں فطرت میں داخل ہیں ختنہ کرنا اور زیر ناف بال صاف کرنا اور مونچھیں کترنا اور ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔

اور فطرت اس قدیمی سنت کو کہتے ہیں جس کو تمام انبیاء نے اختیار کیا اور جو سب شریعتوں میں مسلم رہی ہو اور انسانوں کی جبلت وفطرت میں داخل ہو۔

صاحب شِرعہ نہ نے ذکر کیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے (کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی ان کی آزمائش فرمائی اور) انہوں نے (اللہ تعالیٰ کے حکم پر اسی سال کی عمر میں) اپنا ختنہ خود کیا تاکہ ان کے بعد آنے والے لوگوں کیلئے یہ ایک طریقہ بن جائے۔

باب:71

مریض کے علاج اور تیمارداری میں پردے کا اہتمام

عَنْ جَابِرٍ ص أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رضی الله عنها اِسْتَاذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰہ الْحِجَامَةَ فَأَمَر أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجِمَهَا قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهٗ كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ (رواه مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پچھنے لگوانے (cupping) کی اجازت طلب کی۔ اس پر آپ ﷺ نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو پچھنے لگا دیں۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوطیبہ سے جو سینگی لگوائی تو میرے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاج کے سلسلے میں بھی پردے کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر معالج کے سامنے بے پردہ ہو کر آ جانے میں کچھ حرج نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا نہ پڑتا کہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی یا نابالغ لڑکے تھے۔

مسئلہ: مرد معالج کو تو پردے کا خیال ہو لیکن مریض عورتیں اگر نقاب کے بغیر یا پردے میں کوتاہی کرتے ہوئے اس کے پاس علاج کے لئے آئیں اور معالج ان کو پردے کی پابندی کے ساتھ آنے پر مجبور نہیں کر سکتا تو مرد معالج کو چاہئے کہ وہ جہاں تک ہو سکے اپنی نظروں کی حفاظت کرے اور دل کو قابو میں رکھے۔

مسئلہ: عورت کو زنانہ امراض سے ہٹ کر کوئی آپریشن کرانا ہے لیکن کوئی خاتون سرجن ایسی نہیں کہ جس کی مہارت پر تسلی ہو تو مرد سے بھی آپریشن کرا سکتی ہے

اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاج کیلئے جس میں ستر کھولنا پڑے محرم کو تلاش کرنا

چاہیے۔اگر کوئی ماہر معالج محرم نہ ملے تو غیر محرم سے بھی علاج کرا سکتے ہیں لیکن اس میں شریعت کے ایک اہم اصول **الضرورہ تتقدر بقدر الضرورۃ** کا خیال رکھنا لازم ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً جتنے بدن کا دیکھنا ضروری ہو معالج بس اسی قدر دیکھ سکتا ہے۔مثلاً علاج کیلئے نبض دیکھنے اور حال کہنے سے کام چل سکتا ہے تو اس سے زیادہ دیکھنے اور ہاتھ لگانے کی ضرورت نہ ہوگی۔اسی طرح اگر بازو میں یا پاؤں میں زخم ہے تو جتنی جگہ بدرجہ مجبوری دیکھنے کی ضرورت ہو بس اسی قدر معالج دیکھ سکتا ہے۔اگر علاج کی مجبوری کیلئے آنکھ، ناک، دانت دیکھنا ہے تو اس صورت میں بھی پورا چہرا کھولنا جائز نہیں جس قدر دیکھنے سے کام چل سکتا ہو بس اسی قدر دکھا سکتے ہیں۔بلکہ ایسے معالج کے متعلق بھی یہی تفصیل ہے جو عورت کا محرم ہو جس کی وجہ یہ ہے کہ محرم کیلئے بھی اپنی محرم عورت کا پورا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ عورت کو اپنے محرم کے سامنے پیٹ اور پیٹھ اور ران کھولنا منع ہے۔پس اگر پیٹ میں یا پیٹھ میں زخم ہو تو حکیم، ڈاکٹر خواہ محرم ہو یا نا محرم صرف زخم کی جگہ دیکھ سکتا ہے اس سے زیادہ دکھانا گناہ ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ پرانا کپڑا پہن کر زخم کی جگہ سے اس کو کاٹ دیا جائے تاکہ پیٹ کے بقیہ حصے پر اس کی نظر نہ پڑے اور چونکہ عورت کو ناف سے لے کر گھٹنے تک کسی عورت کے سامنے بھی کھولنا ناجائز ہے اس لئے اگر لیڈی ڈاکٹر کو مثلاً ران یا سرین کا پھوڑا وغیرہ دکھانا ہو تو اس صورت میں بھی کپڑا کاٹ کر صرف پھوڑے کی جگہ دکھائی جائے۔

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ضرورت کیلئے حکیم، ڈاکٹر کو جو جگہ دکھائی جائے تو حاضرین میں جو عزیز و قریبی موجود ہوں ان کو اس جگہ کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ہاں اگر حاضرین میں سے کوئی ایسا شخص ہے جسے شرعاً اس جگہ کا دیکھنا جائز ہے تو وہ اس پابندی سے خارج ہے مثلاً اگر پنڈلی میں زخم ہے اور وہ ڈاکٹر یا جراح کو دکھانا ہے اور عورت کا باپ یا حقیقی بھائی بھی وہاں موجود ہے اس نے اگر دیکھ لیا تو گناہ نہ ہوگا کیونکہ پنڈلی کا کھولنا محرم کے سامنے درست ہے۔

تنبیہ: یہ تفصیل جو بھی ذکر کی گئی ہے مرد کے علاج کے سلسلے میں بھی ہے کیونکہ ناف سے لے کر گھٹنے تک مرد کا بھی پردہ ہے۔اگر ران یا سرین کا زخم کسی ڈاکٹر کو دکھانا ہے یا کولھے میں

انجکشن لگوانا ہے تو صرف بقدر ضرورت دیکھ سکتا ہے۔ دوسرے لوگوں کا دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ: زمانہ حمل وغیرہ میں اگر دائی سے پیٹ ملوانا ہو تو ناف سے نیچے کے بدن کو کھولنا درست نہیں ہے کوئی کپڑا وغیرہ ڈال لینا چاہیے بلاضرورت دائی کو بھی دکھانا جائز نہیں۔ مسئلہ: اگر لڑکا بڑا ہو تو ختنہ کراتے وقت صرف ختنہ کرنے والے کو بقدر ضروت دیکھنا جائز ہے دوسرے لوگوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے کے وقت دائی اور نرس کو صرف بقدر ضرورت پیدائش کی جگہ دیکھنا جائز ہے اس سے زیادہ منع ہے۔ اور آس پاس جو عورتیں موجود ہوں اگر چہ ماں بہنیں ہی ہوں ان کو بھی دیکھنا منع ہے اس وجہ سے کہ ان کا دیکھنا بلاضرورت ہے۔

مسئلہ: اگر غیر مسلم دائی یا نرس بچہ پیدا کرانے کیلئے بلائی جائے تو اس کے سامنے سر کھولنا حرام ہوگا کیونکہ کافر عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف چہرہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے تک دونوں پیر کھول سکتی ہے۔ ان کے علاوہ ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں ہے۔ غیر مسلم عورتیں مثلاً بھنگن، دھوبن، مالن، نرس، لیڈی ڈاکٹر جو بھی ہوں ان سب کے متعلق یہی حکم ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ دائیوں (Midwives) اور لیڈی ڈاکٹروں کے بجائے مرد ڈاکٹروں سے بچے جنواتے ہیں جب ہم جنس کو اپنی جنس کے ستر کی طرف بھی بلاضرورت نظر ڈالنا جائز نہیں تو غیر جنس (Opposite sex) کو کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ اور غیر جنس میں بھی جتنا بعد ہوتا جائے گا اتنا ہی ممانعت اور حرمت میں تشدد بڑھتا جائے گا۔ مسلمان عورت کی ہم جنس قریب مسلمان عورت ہے۔ اول بوقت ضرورت اس کو اختیار کیا جائے۔ اگر وہ دستیاب نہ ہو تو اس کے بعد کافر عورت ہے جو اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔ اس کے بعد مرد ڈاکٹر کی اگر ضرورت ہی آپڑے تو مسلمان ڈاکٹر کو اختیار کیا جائے اگر وہ دستیاب نہ ہو تو اس کے بعد کافر کی طرف رجوع کیا جائے نہ کہ اول ہی قدم میں کافر مرد کی طرف پہنچ جائیں۔

مسئلہ: علاج کے سلسلے میں بھی بے احتیاطی نہیں ہونی چاہئے مریض کا ستر کھل جائے تو فوراً اس کو ڈھانپ دینا چاہئے۔ یہ شرعاً حرام ہے۔

جب الٹرا ساؤنڈ کرنے کے لئے ماہر لیڈی ڈاکٹر موجود ہو اور مریض خاتون اس کے

اخراجات برداشت کر سکتی ہو تو اس کو چھوڑ کر مریض خاتون کا کسی مرد ڈاکٹر سے الٹرا ساؤنڈ کرانا جائز نہیں۔ البتہ اگر مریض خاتون میں استطاعت نہ ہو یا ماہر لیڈی ڈاکٹر دستیاب نہ ہو تو مجبوری میں مرد سے کرواسکتی ہے۔ لیکن مرد ڈاکٹر پر بھی ضروری ہے کہ وہ عورتوں کا الٹرا ساؤنڈ کرنے میں کسی نرس کی مدد حاصل کرے جو مریض عورت کے جسم پر آلہ خود پھیرے۔

تنبیہ: جو اصول اوپر ذکر کیے گئے ہیں ان کا لحاظ مختلف قسم کے دیگر اپریشنوں (عملیات جراحی) میں بھی رکھنا ضروری ہے۔

باب:72

سگریٹ نوشی و دیگر مضر اشیاء کے استعمال کا حکم

شریعت میں کسی شے کے استعمال کے منع اور حرام ہونے کی وجہیں چار ہیں

1- نجاست ہو جیسے پیشاب، پاخانہ اور مردار وغیرہ

2- مضر ہو جیسے سنکھیا

3- نشہ آور ہو جیسے شراب

4- گھنونا پن ہو یعنی طبیعت سلیمہ اس سے گھن کرتی ہو جیسے کیڑے مکوڑے وغیرہ

اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یا اتنی کم مقدار میں استعمال ہو کہ نقصان نہ کرے تو ممانعت باقی نہیں رہتی۔

اس ضابطہ سے مٹی کھانے اور پان میں چونہ کھانے اور گل ارمنی، گیرو، ملتانی اور سنگ یشب اور تمباکو اور سگریٹ کا حکم معلوم ہوتا ہے کہ اگر نقصان کریں تو جائز نہیں اور اگر نقصان نہ کریں تو درست ہے مثلاً پان میں چونہ زیادہ کھانا جو دانتوں کو خراب کرے یا کوئی اور نقصان کرے درست نہیں۔ زیادہ چونہ کھانے میں یہ بھی نقصان ہے کہ دانتوں پر دھڑی اس طرح جمتی ہے کہ جس سے پانی غسل میں مسوڑھوں کے اندر نہیں پہنچتا اور اگر اس کو چھڑایا جا سکتا ہو اور نہ چھڑایا جائے تو فرض غسل ادا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر چھڑانے سے نہ چھوٹے تو اس کے نیچے پانی پہنچانا معاف ہو جاتا ہے۔

عورت کا حالت حمل میں طبیعت سے مجبور ہو کر تھوڑی سی مٹی کھا لینا جائز ہے لیکن اتنی مقدار میں کھانا جو نقصان کرے جائز نہیں۔

چونکہ سگریٹ میں بو بھی ہوتی ہے اس لئے جب تک سگریٹ نوشی نقصان نہ کرے مکروہ تنزیہی ہے لیکن جب وہ نمایاں طور پر نقصان کرنے لگے تو اس وقت اس کا استعمال مکروہ تحریمی اور

ناجائز ہوگا۔

باب:73

وحی

وحی کی حقیقت

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لے کر آتے تھے تو آپ ﷺ کی روح مبارکہ کو مسخر کر کے اس پر کلام الٰہی کا القاء کرتے تھے۔ اس وقت میں رسول اللہ ﷺ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس کو بعض مستشرقین (Orientalists) نے اپنی بد باطنی سے مرگی کا دورہ (Epileptic Fit) قرار دیا۔ ان کی غلطی کو جاننے کے لئے صرف اتنی بات پر غور کافی ہے کہ مرگی کے دورہ سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور وحی کے آنے کا کیا نتیجہ نکلتا تھا۔

وحی آنے کی کیفیت

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ الْحَارِثَ بِنُ هِشَامٍ سَأَ لَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيفَ يَاتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ اَحْيَاناً يَاتِيْنِيْ مِثْلُ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَاَشَدُّهٗ عَلَيَّ فَيَفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنهُ مَا قَالَ وَاَحْيَاناً يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهٗ يَنزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِيْ الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاَنَّ جَبِيْنَهٗ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر وحی کیسے آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ مجھے ایک گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور یہ قسم مجھ پر سب سے زیادہ دشوار ہوتی ہے (کیونکہ اس

میں فرشتہ اپنی اصلی صورت پر رہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ کو مسخر کرتا ہے جس کے دوران آپ کو گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔ پھر کلام الٰہی کا القاء کیا جاتا ہے) اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہو جاتی ہے تو جو وحی میں ارشاد ہوا تھا وہ مجھ کو محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ فرشتہ خود کسی انسانی مرد کی صورت بن کر میرے سامنے آجاتا ہے اور مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے سخت جاڑوں کے موسم میں آپ کو خود دیکھا ہے کہ جب آپ پر (پہلی صورت میں) وحی آکر پوری ہو جاتی تو آپ ﷺ کی پیشانی (وحی کی مشقت کی وجہ سے) پسینہ پسینہ ہو جاتی تھی۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ أَرِنِي النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ يُوْحٰى إِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعِرَّانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ إِلٰى يَعْلٰى فَجَاءَ يَعْلٰى وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهٖ فَأَدْخَلَ رَاسَهٗ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِيْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ۔

(بخاری)

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ پر وحی آئے تو اس وقت آپ ﷺ کا مجھے بھی مشاہدہ کرائیے گا۔ اتفاق ہوا کہ جب آپ ﷺ مقام جعرانہ میں تھے اور صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ تھی کہ ایک شخص آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ایک شخص نے بہت سی خوشبو لگائی ہوئی تھی اور اسی حالت میں اس نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اب وہ کیا کرے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ایک کپڑا ڈال دیا اور) یعلی کو اشارہ کیا آگے آؤ۔ وہ آگئے اس وقت آپ ﷺ کے چہرہ پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنا سر اس کپڑے کے اندر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور وحی کی شدت سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کا دم گھٹ رہا ہو۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ ﷺ نے پوچھا وہ عمرہ کا مسئلہ دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے......

وحی کا بوجھ

اَنَّ زَیۡدَ بِنُ ثَابِتٍ اَخۡبَرَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ اَمۡلٰی عَلَیۡہِ لَا یَسۡتَوِیۡ الۡقَاعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡمِنِیۡنَ وَالۡمُجَاھِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَجَاءَہٗ ابۡنُ اُمِّ کَلۡثُوۡمٍ وَھُوَ یُمۡلِھَا عَلَیَّ قَالَ وَاللّٰہِ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَوۡ اَسۡتَطِیۡعُ الۡجِھَادَ لَجَاھَدۡتُ وَکَانَ اَعۡمٰی فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَفَخِذُہٗ عَلٰی فَخِذِیۡ فَثَقُلَتۡ عَلَیَّ حَتّٰی خِفۡتُ اَنۡ تَرُضَّ فَخِذِیۡ ثُمَّ سُرِّیَ عَنۡہُ فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ غَیۡرَ اُوۡلِی الضَّرَرِ۔ (بخاری)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت لا یستوی القاعدون من المومنین و المجاھدون فی سبیل اللہ (مومنوں میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھ رہے اور جنہوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا برابر نہیں ہو سکتے) زید بن ثابت سے قلمبند کرائی۔ ابھی آپ اس کو قلمبند کرا ہی رہے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ابن ام کلثوم آ گئے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ بخدا اگر میں جہاد کر سکتا تو ضرور جہاد کرتا۔ بات یہ تھی کہ وہ نابینا تھے۔ (انکے عذر کرنے پر) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران میری ران کے اوپر رکھی ہوئی تھی (یعنی بے تکلفی کے ساتھ گھٹنے سے گھٹنا ملائے بیٹھے تھے) تو میری ران پر اتنا وزن پڑا یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب چورا چور ہوئی۔ اس کے بعد جب وحی کی کیفیت آپ ﷺ سے دور ہوگئی تو جو کلمہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا وہ صرف یہ تھا غیر اولی الضرر (یعنی یہ حکم ان کا ہے جو معذور نہ ہوں)۔

عَنۡ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَااُوۡحِیَ اِلَیۡہِ وَھُوَعَلٰی نَاقَتِہٖ وَضَعَتۡ جِرَانَھَا فَمَا تَسۡتَطِیۡعُ اَنۡ تَتَحَوَّلَ حَتّٰی یُسَرّٰی عَنۡہُ وَتَلَتۡ اِنَا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلاً ثَقِیۡلاً۔ (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر ہوتے تو وحی کے وزن سے وہ بھی اپنی گردن نیچے ڈال دیتی اور جب تک وحی ختم نہ ہو لیتی اپنی جگہ سے گردن نہ ہلا سکتی تھی اس کے بعد اس مضمون کی تصدیق میں آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا (ہم آپ پر ایک بہت وزنی کلام اتارنے والے ہیں)۔

باب:74

چند خاص تخلیقات

(1) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی اور فرمایا:

فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ۔ (سورہ الحجر: 29)

جب میں اس کو ٹھیک کر دوں (اور یہ اس قابل ہو جائے کہ اس میری پیدا کردہ روح پھونکی جا سکے) اور میں اس میں اپنی (بنائی ہوئی) روح پھونک دوں یعنی ڈال دوں......

قرآن و حدیث میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم مٹی کے ڈھانچے سے گوشت پوست کا کب بنا۔ دو باتیں ممکن ہیں:

(i) گوشت پوست میں پہلے تبدیل ہو گیا ہو پھر اس میں روح ڈالی گئی ہو۔

(ii) جب روح پھونکی گئی تو جسم میں مٹی سے گوشت پوست کی طرف تبدیلی بھی اسی لمحے آئی ہو۔

(2) پھر حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر کی پسلی سے ایک خلیہ (Cell) لے کر اس میں ضروری جینیاتی تبدیلی (Genetic Modification) کر کے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا۔

مندرجہ بالا دونوں تخلیقیں جنسی (Sexual) نہیں تھیں۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ استوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع اعوج وان اعوج شيء في الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته و ان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کے بارے میں (میری) خیر و بھلائی کی نصیحت قبول کرو (اور وہ یہ ہے کہ ان کے مزاج میں جو ٹیڑھ پن تمہیں نظر آئے تو اس کو ختم کرنے کے درپے نہ ہونا کیونکہ یہ ان کی فطرت میں شامل ہے اور فطری چیز کو ختم نہیں کیا جا

سکتا اور فطرت میں ٹیڑھ پن کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حکمت سے ایسا ہی بنایا ہے) وہ (یعنی ان کی ماں حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی) سب سے ٹیڑھے حصے (سے لئے گئے خلئے Cell سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے۔ تم اگر اس کو سیدھا کرنے لگو تو (وہ سیدھی تو نہ ہوگی) البتہ تم اس کو (سیدھا کرنے میں ان کے ساتھ ازدواجی رشتے کو) توڑ دو گے۔

(3) اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیضہ انثی (Ovum) سے جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ان کے گریبان میں پھونک مارنے سے ضروری تغیرات ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ (سورہ تحریم: 12)

پھر ہم نے (فرشتہ کے ذریعہ سے ان کے) گریبان میں اپنی بنائی ہوئی ایک روح پھونک دی (یعنی جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں اللہ کا نام لے کر پھونک دیا جس سے حمل ٹھہر گیا۔)

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسمانی خلیہ (Somatic cell) سے تغیرات کے بعد حضرت حوا کو پیدا کیا گیا اس لئے وہ ان کے باپ نہیں کہلائے جب کہ حضرت مریم علیہا السلام کے جنسی خلیہ (Sexual cell) سے تغیر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے لہٰذا وہ ان کی ماں کہلائیں۔

باب:75

مابعدالطبعی (Metaphysical) عمل جراحی اور علاج

عَنْ مَالِكِ بِنْ صَعْصَعَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ أُسْرِىَ بِهٖ بَيْنَمَا أَنَا فِى الْحَطِيْمِ وَ رُبَمَا قَالَ فِىْ الْحِجْرِ إِذْ أَتَانِىْ آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِىْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ إِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ ثُمَّ أُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوٍّ إِيْمَاناً فَغَسَلَ قَلْبِىْ ثُمَّ حُشِىَ ثُمَّ أُعِيْدَ وَفِىْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطْنَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِىءَ اِيْمَانًا وَّ حكمةً۔ (بخاری و مسلم)

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے اس شب کا واقعہ جس میں آپ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے (محض انگلی کے اشارے سے) یہاں سے لے کر یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا یعنی کوڑی (ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان گڑھے(Suprasternal notch) کے پاس سے لے کر زیر ناف تک چیرا دیا۔ پھر اس نے میرے قلب کو نکالا اور اس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت (کے نور) سے بھرا ہوا لایا گیا اور میرے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور ایمان وحکمت سے بھرا گیا اور پھر دوبارہ (میرے سینے میں) رکھ دیا گیا۔ (اور محض اشارہ کر کے یا ہاتھ پھیر کر کٹا ہوا حصہ جوڑ دیا گیا)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (سورہ آل عمران: **49**)

اور میں اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی (Leper) کو اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہے۔انہوں نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ (سورہ یوسف)

میرا یہ کرتا لے جاؤ اوراس کو میرے والد کے چہرے پر ڈالو تو وہ بینا ہو جائیں گے۔

اسی طرح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان جس کو اس کے علاقہ کے بادشاہ نے جادو سیکھنے کے لئے مقرر کیا۔لیکن اس کے راستے میں ایک راہب رہتا تھا جس کی بات سن کر وہ نوجوان بھی اسلام لے آیا اور راہب کی صحبت اور تعلیم سے ایمان و توکل کے کمال کے درجوں تک جا پہنچا۔

وکان الغلام یبرئ الاکمہ والا برص و یداوی الناس من سائر الادواء فسمع جلیس للملك کان قد عمی بہ فاتاہ بھدایا کثیرۃ فقال ما ھھنا لك اجمع ان انت شفیتنی قال انی لا اشفی احدا انما یشفی اللہ تعالیٰ فان انت آمنت باللہ دعوت اللہ فشفاك...... (مسلم)۔

وہ نوجوان (دعا اور دم کر کے) مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتا اور دیگر تمام بیماریوں کا بھی (کامیاب) علاج کرتا۔ اس بادشاہ کا ایک ہم نشین جو اندھا ہو گیا تھا اس نے نوجوان کے بارے میں سنا تو وہ بہت سے تحفے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دی تو یہ چیزیں تمہاری ہیں۔نوجوان نے کہا میں تو کسی کو بھی شفا نہیں دیتا۔شفا تو محض اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔اگر اللہ پر ایمان قبول کر لو تو میں دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیں گے۔ وہ شاہی ہم نشین اللہ پر ایمان لے آیا اور (اس نوجوان نے اس کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرما دی۔

پھر یہ مابعد الطبعی علاج صرف معجزے اور کرامت کے ساتھ خاص نہیں۔امت کو بھی یہ طریقہ علاج بتایا گیا ہے اگر چہ معجزہ اور کرامت کے مقابلہ میں اس کا دائرہ کار عام تکلیفیں ہیں۔وجہ یہ ہے کہ اصل مؤثر (Real effective) تو اللہ کی ذات وصفات ہیں یعنی اللہ کا نام اور اس کا کلام۔دوا میں جو خواص رکھے ہیں ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے لیکن ان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے محتاج نہیں ہو گئے اور نہ ہی معطل ہو گئے بلکہ وہ اپنی تمام صفات کاملہ (Perfect Attributes) کے ساتھ قائم ہیں۔کچھ بھی کرنے کے لئے ان کا صرف ارادہ ہی کافی ہوتا ہے۔تو صحت کے لئے بندے کا اللہ تعالیٰ سے صرف دعا کرنے پر اکتفا کرنا بھی معقول بات ہے۔

باب:76

سحر (جادو) اور آسیب (جنات کا اثر)

(تنبیہ: یہاں سحر و آسیب کے مختصر ذکر سے غرض فقط یہ ہے کہ ان کا وجود ہے اور ان کا علاج بھی ہے۔ رہے لوگوں کے توہمات اور اعصابی امراض اور دماغی یا نفسیاتی امراض تو ان کی نفی کرنا مقصود نہیں ہے)۔

سحر کی حقیقت

سحر لغت میں ہر ایسے اثر کو کہتے ہیں جس کا سبب ظاہر نہ ہو خواہ وہ سبب

(1) معنوی ہو جیسے خاص خاص کلمات کا اثر

(2) یا غیر محسوس چیزوں کا ہو جیسے جنات و شیاطین کا اثر

(3) یا قوت خیالیہ کا ہو جیسے میسمر زم (Mesmerism) یا ہپناٹزم (Hypnotism) کا اثر

(4) یا محسوسات کا ہو مگر وہ محسوسات مخفی ہوں جیسے مقناطیس کی کشش لوہے کے لئے جب کہ مقناطیس نظروں سے پوشیدہ ہو۔

(5) یا دواؤں اور کیمیائی اشیاء کا ہو جب کہ وہ مخفی ہوں یا ان کی حقیقت کا علم نہ ہو۔

لیکن قرآن و سنت کی اصطلاح میں سحر و جادو صرف ایسے عجیب کام کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو۔ پھر شیاطین کو خوش کرنے کی مختلف صورتیں ہیں:

(1) کبھی ایسے منتر پڑھے جاتے ہیں جن میں کفر و شرک کے کلمات ہوں اور ان میں شیاطین کی مدح کی گئی ہو۔

(2) کبھی کواکب و نجوم (Stars) کی عبادت کی جاتی ہے جس سے شیطان خوش ہوتے ہیں۔

(3) کبھی ایسے اعمال اختیار کئے جاتے ہیں جو شیطان کو پسند ہیں مثلاً کسی کو ناحق قتل کر کے اس کا خون استعمال کرنا یا جنابت و نجاست کی حالت میں رہنا وغیرہ۔

رہے انسانوں کے کیئے ہوئے شعبدے اورٹوٹکے یا ہاتھ کی چالاکی کے کام یا میسمر زم، ہپناٹزم اورنظر بندی وغیرہ تو قرآن وسنت کی اصطلاح میں یہ حقیقت میں سحرنہیں البتہ کبھی مجازا (Metaphorically) ان کوبھی سحر کہہ دیا گیاہے۔مثلاً سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ (انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادوکردیا)۔فرعونی ساحروں کا سحر اسی قسم کا تھا کیونکہ انہوں نے جو لاٹھیاں ڈالی تھیں وہ نہ درحقیقت سانپ بنیں اور نہ انہوں نے حرکت کی بلکہ ان جادوگروں کی قوت خیالیہ کا اثر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر حاضرین کی قوت خیالیہ پر ہوا کہ وہ ان کودوڑنے والے سانپ سمجھنے لگے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیَاطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ۔

(اور) یہودی ایسے بےعقل ہیں کہ(انہوں نے) کتاب اللہ کا تو اتباع نہ کیا اور ایسی چیز کا یعنی سحر وجادو کا (اتباع) اختیار (کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین) یعنی خبیث جن حضرت (سلیمان) علیہ السلام (کے عہد) سلطنت (میں اور) بعضے بےوقوف حضرت سلیمان علیہ السلام پرسحر میں ملوث ہونے کا گمان رکھتے ہیں (یہ) بالکل ہی لغو بات ہے کیونکہ قرآن وسنت کی اصطلاح میں جس کوسحر کہا گیا ہے وہ اعتقادی کفر یا کم ازکم عملی کفر سے خالی نہیں ہوتا۔اگرشیاطین کو راضی کرنے کے لئے کفروشرک کے کچھ اقوال یا اعمال اختیار کیئے تو حقیقی واعتقادی کفر ہوگا اور اگر کفروشرک کے اقوال وافعال سے بچ بھی گیا مگر دوسرے گناہوں کا ارتکاب کیا تو کفرعملی سے خالی نہ رہا اور (حضرت سلیمان علیہ السلام نے) نعوذ باللہ کبھی (کفرنہیں کیا مگر) ہاں (شیاطین) یعنی خبیث جن بےشک (کفر) کی باتیں اور کام یعنی سحر کیا (کرتے تھے) اور حالت یہ تھی کہ خودتو کرتے ہی تھے اور (آدمیوں کوبھی) اس سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے) سووہی سحر متوارث چلا آ رہا ہے اور اس کا اتباع یہ یہودی کرتے ہیں اور اسی طرح اس سحر کا بھی یہ لوگ اتباع کرتے ہیں (جوکہ ان دوفرشتوں پر) ایک خاص حکمت کے واسطے نازل کیا گیا تھا) جوشہر (بابل میں) رہتے تھے (جن کا نام ہاروت وماروت تھا اور وہ دونوں وہ سحر کسی کو نہ بتاتے جب تک) احتیاطا پہلے یہ نہ کہہ

دیتے کہ ہمارا وجود بھی لوگوں کے لیے ایک امتحان خداوندی ہے کہ ہم سے سحر سیکھ کر کون پھنستا ہے اور کون بچتا ہے۔ سوتم اس پر مطلع ہو کر کہیں کافرمت بن جانا (کہ جادو کرنے کرانے میں لگ جاؤ) تو بعض لوگ ان دونوں فرشتوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعے سے عمل کر کے کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے۔ جادو کے ذریعے تفریق پیدا کرنے کی ممکنہ صورتیں یہ ہیں:

1- زوجین میں سے ایک کو یا دونوں کو معمولی باتوں میں طیش دلا کر طلاق دینا اور مانگنا۔

2- شوہر کو عنین (Impotent) کر کے زوجین میں تنفر پیدا کرنا۔

3- معمولی باتوں میں لڑائی جھگڑے کرانا جو بالآخر جدائی کا سبب بن جائے۔

4- زوجین کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفرت پیدا کرنا۔

نوٹ: قرآن وحدیث میں فرشتوں کے ذریعہ آزمائش کے اور واقعات بھی ملتے ہیں مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی آزمائش نوجوان شکل کے فرشتوں سے کی گئی اور حدیث میں ایک کوڑی، ایک اندھے اور ایک گنجے کی فرشتے کے ذریعہ آزمائش مذکور ہے۔

1- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُحِرَ حَتّٰى كَانَ يُرٰى أَنَّهُ يَاتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ...... فَانْتَبَهَ مِنْ نَوْمِهٖ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ يَاعَائِشَةُ أَعَلِمْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيْهِ أَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ الَّذِيْ عِنْدَ رَأْسِيْ لِلْاٰخَرِ مَا بَالُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيْدُ بْنُ الْأَعْصَمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ زُرَيْقٍ حَلِيْفٍ لِيَهُوْدَ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ وَفِيْمَ قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَّمُشَاقَةٍ قَالَ فَأَيْنَ قَالَ فِيْ جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَعُوْفَةٍ فِيْ بِئْرِ ذِيْ أَرْوَانَ قَالَ فَأَتَى الْبِئْرَ حَتّٰى اسْتَخْرَجَهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِيْ أُرِيْتُهَا وَكَأَنَّ مَائَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَاءِ وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُئُسُ الشَّيَاطِيْنِ قَالَ فَاسْتَخْرَجَ قَالَتْ فَقُلْتُ أَفَلَا تَنَشَّرْتَ فَقَالَ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ شَفَانِيْ وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيْرَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ شَرًّا۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا (جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ خیال کرتے تھے کہ آپ (اپنی بیویوں سے صحبت کریں مگر کر نہ پاتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا اے عائشہ جانتی ہو آج اللہ تعالیٰ نے جس بات کو

میں نے اس سے پوچھا تھا اس نے اس کی مجھے خبر دے دی ہے۔ (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) دو فرشتے میرے پاس آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا میرے پیروں کی طرف بیٹھ گیا۔ جو میرے سرہانے بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے پوچھا ان کو کیا تکلیف ہے۔ دوسرے نے جواب دیا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے جواب دیا لبید بن اعصم نے جو قبیلہ بنی زریق کا ایک آدمی ہے اور یہود کا حلیف ہے۔ یہ شخص منافق تھا۔ پہلے نے پوچھا اچھا یہ جادو کس چیز پر کیا ہے؟ اس نے کہا ایک کنگھی اور کنگھی کشیدہ بالوں پر۔ پہلے نے پوچھا تو وہ ٹونا کہاں ہے۔ اس نے کہا وہ ایک نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں رکھ کر ذی اروان کنویں کے اندر کے پتھر کے نیچے ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس جادو کو نکالا اور فرمایا یہی کنواں تھا جو مجھ کو دکھایا گیا تھا۔ اس کا پانی ایسا تھا جیسا مہندی کا پانی سرخ ہوتا ہے اور اس کے اردگرد درختوں پر ایسی وحشت برستی تھی گویا وہ شیطانوں کے سر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کی آپ ﷺ نے اس کو کھول (کر لوگوں کو دکھا) کیوں نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو تو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرما ہی دی اور اب مجھ کو یہ بات گوارا نہیں کہ کسی بھی شخص کے خلاف شر اٹھاؤں۔

تنبیہ: جسمانی تکلیف میں رسول بھی مبتلا ہو سکتے ہیں مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر پھوڑے نکل آئے، حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ بخار میں مبتلا ہوئے آپ کے سر میں درد ہوا اور آپ کے زخم بھی آئے۔ لیکن انبیاء و رسول کے دماغ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی جس سے وحی کا معاملہ مشکوک ہو جائے اور نبی معزول ہونے کا مستحق ہو جائے۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب فرعون اور پورے مجمع کے سامنے جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تو انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ کر دیا اور لوگوں کو وہ حرکت کرتے سانپ نظر آنے لگے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ڈر محسوس ہوا۔ یہ سمجھنا کہ وہ بھی لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ سمجھ کر ڈر گئے درست نہیں بلکہ ان کی نظر پر جادوگروں کے عمل کا کچھ اثر نہ ہوا البتہ ان کو اس بات کا ڈر ہوا کہ اگر لوگوں میں ان کا جادو چل گیا تو حق دب جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ آپ اس بات سے نہ ڈریے کیونکہ آپ ہی غالب رہیں گے۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اور پھر ایسے ہی ہوا۔

جنات کے کچھ اور اثرات

1- نظر لگنا

عن ام سلمة ان النبی ﷺ رای فی بیتها جاریة فی وجهها سعفة نعنی صفرة فقال استرقوا لها فان بها النظرة۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک بچی کے چہرے پر سعفہ (جن کی نظر) کے اثرات دیکھے تو فرمایا اس کے لئے جھاڑ پھونک کرو کیونکہ اس کو جنات کی نظر لگی ہے۔

2- آسیب (جن) یعنی جنات کا دور سے اثر یا قریب سے لپٹ جانا

حدیث میں یہ دعا ہے۔ اگر سوتے میں ڈر جائے یا کوئی گھبراہٹ یا پریشانی محسوس ہو یا نیند اچٹ جائے تو اس کو پڑھے۔

اَعُوۡذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنۡ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَ شَرِّعِبَادِهٖ وَ مِنۡ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیۡنِ وَ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ (حصن حصین)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں اس کے غضب وغصہ سے اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے بھی کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں)۔

1- بچوں کا بظاہر بلا وجہ کا رونا اور چلانا اور ضدیں کرنا ان کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

2- شیطانوں کا اثر ہو تو سونے میں تنگ کرتے ہیں مثلاً جوں ہی آنکھ لگی کسی کیڑے کی طرح کاٹ لیا یا نیند ہی اچاٹ ہو جاتی ہے۔

3- کپڑوں پر خون ڈالنا، کمرے وغیرہ میں خون کے چھینٹے ڈالنا، بدبو، پھیلانا۔

4- **عن ابی هریرة قال قال رسول الله ا ما من بنی آدم مولود الا یمسه الشیطان حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان غیر مریم و ابنها۔ (بخاری و مسلم)**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی آدم میں ہر پیدا ہونے والے بچے کو شیطان اس کی پیدائش کے وقت انگلی چبھوتا ہے تو بچہ (طبعی سبب کے علاوہ) شیطان کے انگلی چبھونے کی وجہ سے (بھی) بلند آواز سے روتا ہے سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا کی وجہ سے جو قرآن پاک میں منقول ہے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو شیطان کے انگلی چبھونے سے محفوظ رکھا۔

نوٹ: ایک کام کے ایک سے زیادہ سبب ہو سکتے ہیں مثلاً بخار کے بھی ایک وقت میں دو سبب ہو سکتے ہیں جیسے فلو (Flu) کی وجہ اور پیشاب کی نالیوں میں سوزش (U.T.I)

جادو وآسیب کا علاج

1- ان دونوں سے بچاؤ اور علاج کے لیے قرآن پاک کی 33 آیتیں ہیں جن کا ذکر حدیث میں ملتا ہے۔ یہ آیات دعاؤں کی مشہور کتاب حصن حصین میں بھی مذکور ہیں اور یہ آیات بہشتی زیور کے نویں حصے میں بھی مذکور ہیں اور عام طور پر منزل کے نام سے علیحدہ سے مل جاتی ہیں۔

یہ آیات ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھی جائیں ورنہ کم از کم صبح وشام ایک ایک مرتبہ پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر ہاتھ پھیر لیں۔ ضرورت محسوس ہو تو یہ آیتیں پڑھ کر پانی میں دم کریں اور وہ پانی گھر یا دکان کے چاروں کونوں میں چھڑکیں۔

2- مندرجہ ذیل آیتیں اور سورہ فلق اور سورہ الناس سب گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیے اور نلکے کا تازہ پانی کسی شیشے کے جگ یا بوتل میں لے کر اس پر دم کریں۔ مریض کو اس میں سے تین گھونٹ پلائیں اور باقی پانی مریض کے سر پر ڈال کر نہلائیں۔ مریض اگر یہ سب کام خود کر سکتا ہے تو خود کرے۔ بلا ناغہ چالیس دن تک یہ عمل کریں۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

1- فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ o

2- وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ o

3- فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صَاغِرِيْنَ o وَاُلْقِيَ

السَّحَرَةُ سَاجِدِيۡنَ o قَـا لُوۡا آمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَo رَبِّ مُوۡسٰى وَ هَارُوۡنَ o اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَيۡدُ سَاحِرٍ وَ لَايُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَيۡثُ اَتٰىo

بے خوابی (insomnia) کا علاج

اگر سوتے میں نیند اچٹ جائے تو

1- اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبۡعِ وَ مَا اَظَلَّتۡ وَ رَبَّ الۡاَرَضِيۡنَ وَ مَا اَقَلَّتۡ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيۡنُ وَ مَا اَضَلَّتۡ كُنۡ لِىۡ جَارًا مِن شَرِّ خَلۡقِكَ اَجۡمَعِيۡنَ اَنۡ يُفۡرِطَ عَلَىَّ اَحَدٌ مِنۡهُمۡ وَ اَنۡ يَطۡغٰى جَارُكَ وَ تَبَارَكَ اسۡمُكَ۔

(ترجمہ: اے اللہ ساتوں آسمانوں اور ہر اس مخلوق کے پروردگار جس پر وہ سات آسمان سایہ فگن ہیں اور زمینوں اور ہر اس مخلوق کے پروردگار جس کو وہ زمینیں اٹھائے ہوئے ہیں اور تمام شیطانوں اور ان لوگوں کے پروردگار جن کو ان شیاطین نے گمراہ کیا ہے تو اپنی تمام مخلوق کے شر سے میرا محافظ اور پناہ دہندہ بن جا کہ (مبادا) ان میں سے کوئی مخلوق مجھ پر زیادتی کرے یا ظلم کرے۔ تیرا پناہ دیا ہوا شخص ہی غالب اور محفوظ رہتا ہے اور تیرا نام ہی برکت (وعظمت) والا ہے۔ (حصن حصین)

2- اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوۡمُ وَ هَدَأَتِ الۡعُيُوۡنُ وَ اَنۡتَ حَىٌّ قَيُّوۡمٌ لَا تَاخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ يَا حَىُّ يَا قَيُّوۡمُ اَهۡدِئۡ لَيۡلِىۡ وَ اَنِمۡ عَيۡنِىۡ۔ (حصن حصین)

(ترجمہ: اے اللہ (آسمان پر) ستارے بھی چھپ گئے اور (زمین پر) آنکھیں بھی نیند میں ڈوب گئیں اور تو ہی (ہمیشہ) زندہ رہنے والا اور (سب کو) قائم رکھنے والا نگہبان ہے۔ تجھے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اے حی و قیوم پروردگار تو میری رات کو بھی پرسکون بنا دے اور میری آنکھوں کو بھی نیند بخش دے)۔